UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226399

UNIVERSAL
LIBRARY

قال الله تعالى فانما يسرناه بلسانك وقال ولقد يسرنا القرآن للذكر الآيتين

لما دلت الآية الاولى على ان للسان دخلا في التيسير والآية الاخرى على مقصود

تيسير القرآن للتذكر وكان طريق التيسير لكل اهل لسان لسانهم ولاجله كان

اهل الهند فيه بيانهم وكان التفسير القرآني بلسان الهندي المقلب ب

حل القرآن

للاديب الاريب والنسيب الحسيب الفاضل الحبيب عافاه الله القريب المجيب

من ايسر التفسيرات المكانية واكثرها اشتمالاً على ضروريات الزمانية اعتنى بالطبع

سورة البقرة منه مؤلفه مولوی حبیب احمد صاحب الكیرانوی سے

وهو طبعه الاحقر محمد شير علي المالك لاشرف المطابع الواقع في تهانه بهون

۱۴۵۷۶ ع
1952
Checked 1965
Checked 1975
۲۹۷۱۱۳
2-2
CHECKED 195

مقدمہ تفسیر حل القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً۔ امابعد معروض آنکہ یہ بات تمام مسلمانون کو مسلم ہے کہ قرآن کریم خدا کا کلام اور اس کا وہ قانون ہے جو شہنشاہ حقیقی نے اپنے بندون کے لئے اپنے رسول کی معرفت اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ اسکو دستور العمل بنائین اور اسپر عمل کرکے اس شہنشاہ حقیقی کی خوشنودی حاصل کرین اور اس ذریعہ سے اسکے یہان مراتب جلیلہ اور انعامات جزیلہ پانے کے مستحق ہون لیکن چونکہ یہ مسلم ہے کہ جب تک کسی قانون کو صحیح طور پر نہ سمجھا جاوے اور اسپر صحیح طور پر نہ عمل کیا جاوے اس وقت تک اسکا محض زبان سے ماننا اور اسپر ادعائی طور پر عمل کرنا فی الحقیقت اس کا ماننا اور اسپر عمل کرنا نہین ہے اور نہ اسپر وہ غایت مرتب ہوسکتی ہے جو اسکے ماننے اور اسپر عمل کرنے پر مرتب ہونی چاہیے۔ بلکہ ایسا کرنے والا اُلٹا مجرم اور اس قانون کے بنانے والے کے یہان اس تغیر قانون کا جواب دہ ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ قرآن کریم کے ماننے والے اور اسپر عمل کے دعویدار اسکو صحیح طور پر سمجھین اور صحیح طور پر عمل کرین تاکہ وہ ایسا کرنے سے شہنشاہ حقیقی کی خوشنودی کے مستحق ہون اور انکو وہ مراتب جلیلہ اور انعامات جزیلہ دیے جائین جنکا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اسکے ساتھ ہی اس شر القرون مین یہ بھی کھلی آنکھون دیکھا جا رہا ہے کہ بہت سے افراد اپنی جہالت سے یا دنیوی اغراض کی خاطر خدا کے قانون کو مسخ کرکے لوگون تک پہونچا رہے ہین اور اپنے حسب منشا قرآن کے معنی گڑھتے اور اُنکو لوگون مین شائع کرتے ہین۔ اسوجہ سے ایک ایسی اُردو تفسیر کی ضرورت تھی جو مختصر بھی ہو اور باوجود اختصار کے قریب قریب عام فہم بھی ہو۔ تاکہ لوگ اسکے ذریعہ سے قرآن کا صحیح مقصود سمجھ کر اس پر عمل کرین پھر قرآن کریم مین جس محیر العقول ایجاز سے کام لیا گیا ہے جو کہ اسکے اعجاز کی ایک مستقل دلیل ہے اس نے عام طور پر لوگون کے دماغون پر یہ اثر کیا کہ وہ اس کلام کو ایک غیر منتظم اور غیر مرتب کلام سمجھ گئے جس کا اثر کفار پر تو یہ ہوا کہ انھون نے اسکے کلام الٰہی ہونے کا انکار کردیا اور کہا کہ نعوذ باللہ یہ بے جوڑ کلام خدا کا کلام نہین ہوسکتا۔ اور شیعون نے اس کو اپنے عقیدہ تحریف قرآن کے لئے سند بنایا۔ اور مسلمانون نے اس کے ہر ایک فقرہ کو ایک علیحدہ جملہ سمجھ کر اس کا علیحدہ علیحدہ حل کیا جس سے بہت سی جگہ مقصود بدل گیا۔ اور کچھ سے کچھ ہوگیا اس وجہ سے ضرورت تھی کہ مقصود قرآن کی ایسے انداز سے تقریر کیجائے جس سے اجزاء قرآنیہ کا ارتباط بخوبی ظاہر ہوجائے۔ اور کلام کا مقصود پوری طرح واضح

ہوجائے۔ یہ امور تھے جنھون نے مجھے تفسیر حل القرآن لکھنے پر آمادہ کیا گو یہ کام ایسا نہین تھا کہ جس پر مجھ سا قلیل البضاعت اور بے سروسامان شخص جرأت کر سکے۔ لیکن مین نے یہ خیال کیا کہ توکلاً علی اللہ اس کام کو شروع کرنا چاہئے۔ اگر خدائے تعالےٰ کو منظور ہے اور اُس نے مدد کی تو کام پورا ہو جاویگا ورنہ خیر۔ یہ خیال کر کے تفسیر کا کام شروع کیا لیکن چونکہ کام بڑی ذمہ داری کا تھا اسلئے ضرورت ہوئی کہ اس مین کسی ایسے شخص سے مدد لیجائے جو مجھے اس راہ کے خطرات اور مہالک سے بچاتا ہوا منزل مقصود تک پہنچا دے۔ اور چونکہ اس کام کے لئے مجھے مجدد الملۃ والدین خلیفۃ اللہ فے الارض مرشدی ومولائی **حضرت مولانا اشرف علی صاحب** عم فیضہم ودام ظلہم سے بہتر کوئی شخص نظر نہ آتا تھا اسلئے مین نے حضرت والا کو تکلیف دی کہ جسقدر مین لکھتا جاؤن آپ بنظر اصلاح ملاحظہ فرماتے جائین۔ حضرت والا نے میری اس درخواست کو نہایت خوشی سے منظور فرمایا چنانچہ جسقدر مین لکھتا گیا حضرت والا کو دکھاتا گیا اور حضرت والا مفید مشورون سے میری مدد فرماتے رہے تاآنکہ اسی طرح تفسیر آخر تک پہونچ گئی۔ بس یہ تفسیر اول سے آخر تک حرفاً حرفاً حضرت والا کی نظر سے گذری ہوئی ہے اور مین حضرت والا کی اس کمال شفقت کا تہ دل سے شکرگذار ہون کہ اُنھون نے میرے لئے اسقدر تکلیف گوارا فرمائی۔ اور حضرت والا کا یہ احسان صرف مجھی پر نہین ہے بلکہ تمام مسلمانون پر ہے۔ فجزاہ اللہ عنی وعن سائر المسلمین خیرا۔ الغرض یہ ضرورت تھی اس تفسیر کے لکھنے کی جو خدا کے فضل اور اسکی تائید اور حضرت مولانا کی برکت سے ایسے طور پر پوری ہوگئی کہ اس سے پیشتر مجھے اس کی توقع نہ تھی والحمدللہ علی ذٰلک۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم وفضل سے اسکو میرے لئے اور دوسرے مسلمانون کی نجات کا ذریعہ بناوے آمین ثم آمین۔

اصول ترجمہ

اس جگہ یہ بھی بتلا دینا ضروری ہے کہ بعض مترجمین حضرات نے اصول ترجمہ کے متعلق اپنا خیال ان الفاظ مین ظاہر کیا ہے۔ یہ خیال ایک لازمی امر ہے کہ خالق مطلق کا یہ معجز کلام اپنے اسلوب وطرز بیان اور الفاظ کی بندش مین بھی ایسا ہی معجز ہے جیسا کہ حسن نظم عبارت اور خوبی ادائے معنی مین کسی خاص لفظ کا کسی خاص محل پر واقع ہونا جو منشا پیدا اور لطف ہویدا کر رہا ہے اوسکی تقدیم وتاخیر اس خاص لطافت کو کوسون دور لیجا ڈالتی ہے جسکی وجہ سے اکثر دور اندیش متدین حضرات نے تو تحت اللفظ ترجمہ ہی پر قناعت کرنا مناسب سمجھا۔ یہ بھی کچھ ضرور نہین کہ زبان عربی خصوصاً کلام جل وعلا شانہ کے اختلال نظم اور تغیر نسق سے جو معانی مین تفاوت پیدا ہو وہ ہم عجمی زبان والے سمجھ ہی جائین اسلئے میری ناقص رائے مین ترجمہ کی اسدرجہ سلاست اور محذوفات کا مذکور کرنا جس سے نفس قرآن کے ترجمہ کا حصار چھوڑنا پڑے نہایت نامناسب امر ہے۔ اھ۔ بلفظہ۔ لیکن مین نے اس معیار کے الفاظ مین بہت کچھ غور کیا مگر مجھے اس کا کوئی محصل نہین معلوم ہوا۔ کیونکہ یہ مسلم ہے کہ قرآن کریم اپنے اسلوب اور طرز بیان اور الفاظ کی بندش مین معجز ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ کسی خاص لفظ کا کسی خاص محل پر واقع ہونا جو لطف پیدا کرتا ہے وہ اسکی تقدیم وتاخیر سے حاصل نہین ہوسکتا لیکن مین نہین سمجھتا کہ ترجمہ کا تعلق اس سے کیا ہے۔ یہ تو اسوقت کہا جاسکتا ہے جبکہ کوئی نظم قرآنی مین تصرف کرے لیکن اگر کوئی نظم قرآنی کو بحالہ باقی رکھکر اوسکے مقصود کو دوسری زبان مین

واضح طور سے ادا کرنا چاہے تو اسپر ان مقدمات کا کیا اثر پڑتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ کیونکر نکلتا ہے کہ ترجمہ تحت اللفظ پر اکتفا مناسب ہے۔ رہا یہ امر کہ اختلال نظم عربی اور تغیر نسق سے جو معانی مین تفاوت پیدا ہو یہ ضرور نہین کہ ہم عجمی اسے سمجھ ہی جائین۔ سو یہ بھی مسلم ہے مگر اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ نظم قرآنی مین تصرف نہین کرنا چاہیئے اور اس سے کسی طرح یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ ترجمہ مین وضاحت سے کام نہ لینا چاہیئے اگر یہ مطلب ہے کہ یہ کچھ ضرور نہین کہ جو قرآن کا محمل تمنے سمجھا ہے وہ ہی اس کا محمل ہو تو گویہ عبارت کا مدلول نہین ہے لیکن اگر ہم اسکو بھی تسلیم کرلین تو یہ خرابی بعینہ تحت اللفظ مین بھی موجود ہے کیونکہ خواہ کتنا ہی تحت اللفظ ترجمہ کیا جاوے اصل زبان بالخصوص کلام اللہ کی خصوصیات اس مین کبھی نہین آسکتین مثلاً قسورۃ کے ترجمہ مین کوئی مترجم ایسا لفظ نہین اختیار کرسکتا جو اس جیسا محتمل الوجوہ ہو کیونکہ اسکے معنی متعدد ہین جیسے شیر۔ تیر انداز شکاری۔ آہٹ۔ اور سب معنی اسی جگہ بن سکتے ہین اور اُردو مین کوئی ایسا لفظ نہین جو ان تمام معانی کو حاوی ہو۔ اسلیئے تحت اللفظ ترجمہ بھی نہ ہونا چاہیئے۔ پھر ہم نہین سمجھتے کہ مترجم اپنے ترجمون کے حاشیہ مین فوائد کے نام سے قرآن کے مضامین کی توضیحات کرتے ہین اور جو نفس ترجمہ کے اندر بین القوسین توضیحات کرتے ہین ان دونین کیا فرق ہے کہ اول مناسب ہے اور ثانی غیر مناسب۔ خلاصہ یہ ہے کہ مین ان صاحب کے مشورہ کی حقیقت نہین سمجھ سکا کہ انکا کیا مطلب ہے اور وہ کہانتک صحیح ہے اس لیئے مین یہ بھی نہین کہہ سکتا کہ مین نے ان کے مشورہ پر عمل کیا ہے یا نہین اور نہین تو کیون۔ مین جہانتک سمجھتا ہون وہ یہ ہے کہ جو قرآن کے مقصود کو سمجھ سکتا ہے اُسکے لئے وضاحت کیساتھ ترجمہ بھی جائز ہے اور جو اسے نہین سمجھ سکتا اسکے لئے تحت اللفظ بھی جائز نہین۔ کیونکہ تحت اللفظ مین بھی بہت سی جگہ تعیین محمل کی ضرورت ہوتی ہے اگرچہ ظناً ہی ہو۔ اور اس مین بھی اصلی کلام کی بہت سی خصوصیات فوت ہوتی ہین۔ میرے نزدیک مترجم کلام اللہ کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی مصور کسی اعلٰے درجہ کے حسین شخص کی کاغذ پر تصویر کھینچتا ہے۔ پس جسطرح اُس مصور کے لئے یہ ناممکن ہے کہ اس حسین کی تمام خصوصیات اپنی تصویر مین لے آئے یون ہی مترجم کلام اللہ کے لئے بھی ناممکن ہے کہ وہ کلام اللہ کی تمام خوبیان اپنے ترجمہ مین لے آئے۔ اور جس طرح اوس مصور کا کمال یہ ہے کہ وہ اُسکی ایسی تصویر کھینچے جس سے اُس حسین کی صورت اوسکے دیکھنے والے کی آنکھون کے سامنے آجاوے یون ہی مترجم کا بھی یہ کمال ہے کہ وہ ایسا ترجمہ کرے جس سے کلام الٰہی کا مقصود اسکے پڑھنے والے کے ذہن مین آجاوے۔ پس جسقدر کوئی ترجمہ اس معیار پر صحیح اتریگا اسیقدر وہ ترجمہ اچھا ہے اور جسقدر اس امر مین اس مین کمی ہوگی اسیقدر وہ ناقص ہوگا۔ جب یہ اصول معلوم ہوگیا تو اب سمجھنا چاہیئے کہ دو زبانون مین بندش کا بہت اختلاف ہوسکتا ہے۔ پس اگر ترجمہ مین اصل زبان کی بندش کا لحاظ کیا جاوے اور خود ترجمہ کی زبان کی بندش کا لحاظ نہ کیا جاوے تو ترجمہ آسانی سے مطلب سمجھانے سے قاصر رہے گا۔ جو کہ ترجمہ کا نقص ہے اسلئے ضروری ہے کہ اصل کلام کے مضمون کو پوری طور پر محفوظ رکھتے ہوے ....
اسکی بندش کا لحاظ نہ کیا جاوے بلکہ خود ترجمہ کی زبان کی بندش کا لحاظ رکھا جاوے۔ مثلاً حق تعالے فرماتے ہین

قال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانہ اس کا ترجمہ مترجم نے یون کیا ہے۔ اور کہا ایک ایماندار مرد نے فرعون کے عزیزون مین سے جو چھپاتا تھا اپنے ایمان کو۔ لیکن اگر اسکا ترجمہ یون کیا جاوے کہ۔ فرعون کے آدمیون مین سے ایک ایماندار شخص نے جو کہ (ابتک) اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ یون کہا۔ تو یہ ترجمہ پہلے ترجمہ سے بہت اچھا ہے اگرچہ اسکی بندش اصل کلام کی بندش سے مختلف ہے کیونکہ اس سے قرآن کا مقصود بہت آسانی سے ذہن مین آتا ہے بہ نسبت ترجمہ مترجم کے۔ اسکے علاوہ قرآن مین اسپر کوئی قرینہ نہین کہ آل سے مراد عزیز ہین اسلئے اس کا ترجمہ عزیزون مین سے مناسب نہین بلکہ آدمیون مین سے اچھا ہے تاکہ عزیزون اور غیر عزیزون دونون کو محتمل ہو جائے جیساکہ لفظ آل محتمل ہے پھر یکتم کا ترجمہ چھپاتا تھا مناسب نہین کیونکہ اس سے یہ نہین سمجھ مین آتا کہ وہ اس سے پہلے چھپاتا تھا یا اسوقت چھپانا چاہتا تھا۔ اس لئے ترجمہ یون مناسب ہے کہ ابتک چھپائے ہوئے تھا۔

شان نزول

پھر انھین صاحب نے شان نزول کی اہمیت دکھلاتے ہوئے لکھا ہے۔ ترجمہ قرآنی کو آیات قرآنی کے شان نزول اور بالتفصیل قصہ کی کہ یہ آیۃ کیون اور کسوقت اور کس معاملہ مین نازل ہوئی تھی قریب قریب ایسی ہی ضرورت ہے جیسے روح کو صحت کی اور گل کو بو کی کیونکہ مطلب کا کافی انحلال اور وافی انکشاف اس کے بغیر دشوار امر ہے۔ انتہی۔ بلفظہ۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مین اس حقیقت کے سمجھنے سے بھی قاصر ہون کیونکہ مین نے قرآن کو اول سے لیکر آخر تک حل کیا لیکن مجھے اسکے حل کے لئے شان نزول کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہین ہوئی۔ اور جب کہ اصول العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المورد بھی موجود ہے تب تو اور بھی یہ ضرورت ناقابل تسلیم ہو جاتی ہے۔ اسکے علاوہ جو روایتین شان نزول کے باب مین منقول ہین ان مین بہت سی تو موضوع ہین جیسے وہ روایتیں جو خود ان مترجم صاحب نے آیۃ تطہیر اور آیۃ یوفون بالنذر کی شان نزول مین درج کی ہین اور بہت سی ایسی ہین کہ انپر اعتماد نہین ہو سکتا۔ پس ایسی روایتون پر قرآن کے ترجمہ و تفسیر کو مبنی کرنا سراسر غلطی ہے۔ پس میرے نزدیک صحیح اصول یہ ہے کہ شان نزول وغیرہ روایات کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف نظم قرآنی پر اعتماد کیا جاوے۔ کیونکہ ان شان نزول کی جھوٹی روایتون نے بہتون کو گمراہ کر دیا ہے اور بہت سی جگہ نظم قرآنی کو مختل کر دیا ہے۔ مثلاً نظم قرآنی بتلا رہی ہے کہ آیۃ تطہیر نساء النبی سے متعلق ہے مگر شان نزول کی جھوٹی روایتون نے اسکا ازواج سے تعلق قطع کر کے اسکو خاص حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ و امام حسنؓ و حسینؓ سے متعلق کر دیا ہے اسی طرح نظم قرآنی بتلاتی ہے کہ یوفون کی ضمیر ابرار کیطرف راجع ہے اور اسکا تعلق عام ابرار سے ہے مگر شان نزول کی موضوع روایت نے اسکا تعلق ابرار سے منقطع کر کے اس کو خاص حضرت علی و حضرت فاطمہ سے متعلق کر دیا ہے حالانکہ قرآن مین ان حضرات کا کوئی ذکر نہین اور نہ اسپر کوئی قرینہ ہے کہ یوفون کی ضمیر حضرت علی و حضرت فاطمہ کی طرف راجع ہے۔ اس لئے مین نے ہدایت کے اس صاف اور شفاف چشمہ کو موضوعات و اباطیل و ناقابل اعتماد روایتون کی گدورتون سے حتی الامکان پاک و صاف کرنے کی کوشش کی

البتہ صحیح وثابت روایات سے بعض جگہ فہم قرآنی مین اعانت ضرور ہوتی ہے اسی طرح جن روایات صحیحہ مین خود کسی آیت کی تفسیر وارد ہے وہ بھی حل مین خاص دخل رکھتی ہے چنانچہ ہمنے خود بھی ایسے مقامات پر روایات سے اعانت لی ہے

قصص قرآنی

تفصیل قصص کے متعلق اصول یہ ہونا چاہئے کہ جسقدر واقعات قرآن مین مذکور ہین انپر ایمان لایا جاوے اور جو قرآن مین متروک ہین اُنکو قرآن کی تفسیر مین زبردستی نہ ٹھونسا جاوے بجز اس صورت کے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکی تفصیل صحیح طور پر منقول ہو اور اسرائیلیات اور تاریخی روایات کو قرآن کی تفسیر مین داخل کرنا سخت نقصان رسان ہے ۔ اور لوگ ان تفصیلات کو جس سے قرآن نہ نفیاً متعرض ہو نہ اثباتاً مدلول قرآن سمجھ کر عقائد مین داخل سمجھتے ہین حالانکہ اسکے ماخذ کے مشتبہ ہونے کیوجہ سے خود انکے ثبوت کبھی شبہ ہے چہ جائیکہ وہ اعتقادیات مین داخل ہون ۔ علےٰ ہذا قرآن مین جو مضامین مجمل ہین اور اُنکی تفصیل سے کوئی غرض متعلق نہین ہے اُنکو بھی مجمل ہی رکھنا مناسب ہے ۔ چنانچہ امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ سے بطرق صحیحہ طبری مین مروی ہے کہ انھون نے عبس وتولی پڑھی جب وفاکھتواباً پر پہنچے تو فرمایا کل ھذا قد علمنا فما الاب ثم ضرب بیدہ قال لعمرك ان ھذا لھو التکلف واتبعوا ما تبین لکم فی ھذا الکتاب (ھذا لفظ یونس) وقال عمرو (الراوی فی حدیثہ) ما تبین فعلیکم والا فدعوہ نیز خود ابن جریر طبری نے بھی اپنی تفسیر مین بہت جگہ اس اصول سے کام لیا ہے چنانچہ یوم یقوم الروح والملئکۃ صفا کی تفسیر مین روح کے باب مین اقوال مختلفہ بیان کرکے لکھتے ہین والصواب من القول ان یقال ان اللہ تعالٰے ذکرہ اخبر ان خلقہ لا یملکون منہ خطابا یوم یقوم الروح خلق من خلقہ و جائز ان یکون بعض ھذہ الاشیاء التی ذکرت واللہ اعلم ای ذلك ھو۔ ولا خبر بشیٔ من ذلك انہ المراد بہ دون غیرہ یجب التسلیم لہ ولا حجۃ تدل علیہ وغیر ضائر الجھل بہ اور اسی طرح بہت سی جگہ اس قسم کی تصریحات کی ہین ۔ پس ایسی صورت مین مناسب یہ ہی ہے کہ ایسے امور کی تحقیق کے درپے نہ ہوا جائے ۔ اور اسکو مجمل ہی رکھا جاوے کہ یہ نہایت اسلم اور ابعد عن الخطر ہے

مترجم اور مفسر کا فرض

مترجم اور مفسر کا فرض ہے کہ وہ ہوائے نفسانی اور ذاتی خیالات کو چھوڑ کر اپنی باگ قرآن کریم کے ہاتھ مین دیدے اور جس طرف قرآن اُسے لیجائے اُس طرف چلے قرآن کو اپنی خواہش کے تابع نہ کرے اور جہانتک قرآن اپنا مقصود خود بتلاتا چلا جاوے وہانتک کسی روایت کی طرف توجہ کی ضرورت نہین ۔ اور جہان مقصود مخفی ہو جاوے وہان اقوال مفسرین و روایات صحیحہ ثابتہ کی طرف توجہ کرے اور ان مین جو قول

الصق بالمقام بحسب السباق والسیاق واقرب الی کلام العرب ہو اوسکو اختیار کرلیا جاوے۔ اور جبتک کوئی خاص مجبوری نہ ہو اُسوقت تک اقوال سلف سے باہر جانے کی اجازت نہین ہوسکتی۔ اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ جو تفسیر سلف کے خلاف اختیار کرے اوس سے کسی حقیقت ثابتہ اسلامیہ پر اثر نہ پڑے یعنی یہ کہ اُس سے کوئی جدید عقیدہ یا عمل نہ پیدا ہوتا ہو ورنہ وہ تفسیر رد ہوگی۔ مین نے بعض جگہ بضرورت ایسی توجیہات اختیار کی ہین جنکی تائید مجھے تفاسیر متداولہ مین نہین ملی۔ لیکن وہ ایسے ہی جن سے کسی اسلامی عقیدہ یا عمل پر کوئی اثر نہین پڑتا تاہم مجھے انکی نسبت یہ دعوی نہین ہے کہ وہ قطعی ہین ممکن ہے مجھسے انمین غلطی ہوئی ہو اب ہم کچھ ضروری باتین قرآن کے متعلق تبلانا چاہتے ہین۔

قرآن کی حجیت

قرآن تمام جن وانس پر خدا کی حجت ہے خواہ وہ مؤمن ہون یا کافر۔ منکر صانع ہون یا مقر بالصانع۔ موحد ہون یا مشرک فلسفی ہون یا غیر فلسفی۔ اور اسکا ہر حکم ہر شخص کو ماننا لازم ہے اسلئے ہم ہر کافر اور فلسفی کی دلیل کو صرف یہ کہکر رد کرسکتے ہین کہ یہ قرآن کے خلاف ہے اس لئے غلط ہے اور ہمین اسکی کوئی ضرورت نہین کہ ہم اسکی دلیل کو قرآن کے سوا کسی اور دلیل سے رد کرین کیونکہ جب ہم کسی کے سامنے قرآن کے کسی حکم سے استدلال کرین گے تو اُسوقت ہمارے استدلال کا حاصل یہ ہوگا کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور اس لئے جو کچھ اس مین ہے وہ خدا کا فرمودہ ہے اور جو خدا کا فرمودہ ہے وہ صحیح ہے اور جو اسکے خلاف ہے وہ باطل۔ اور اس استدلال مین صرف ہمارے ذمہ یہ بات ثابت کرنی ہوگی۔ کہ قرآن خدا کا کلام ہے پس جبکہ ہم یہ امر ثابت کردین گے تو پھر نہ کسی کو یہ گنجائش ہوسکتی ہے کہ وہ یہ کہے کہ مین خدا کے وجود ہی کو تسلیم نہین کرتا پھر مین قرآن کو کیسے مان لون۔ کیونکہ کلام کی دلالت وجود متکلم پر عقلی ہے اس لئے قرآن کا کلام خدا ہونا خود خدا کے وجود پر دلالت کرتا ہے اور اس لئے ہمین خدا کے وجود پر کسی مستقل دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت نہین اور نہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ مین رسول کو نہین مانتا اس لئے پہلے رسول کی رسالت کو ثابت کرو کیونکہ خدا کا کلام ہونا خود رسالت کی بھی دلیل ہے۔ اور نہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ بات فلان دلیل عقلی کے خلاف ہے اس لئے مین اسے نہین مان سکتا کیونکہ جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ خدا کا فرمودہ ہے تو اس سے معلوم ہوگیا کہ جسکو وہ دلیل عقلی سمجھے ہوے ہے وہ دلیل عقلی نہین بلکہ وہمی ہے اور ضرور اسکا کوئی مقدمہ[۵] غلط ہے اگرچہ ہم اسکی تعیین نہ کرسکین اور منشأ غلطی نہ تبلا سکین۔ الغرض اس امر کے مان لینے کے بعد کہ قرآن خدا کا کلام ہے پھر کسی کی کوئی حجت نہین چل سکتی اور کسی کافر کو بجز اسکے کہ وہ اسکا ثبوت مانگے کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور کسی مطالبہ کا حق نہین۔ پس جبکہ مسلمان یہ ثابت کردین گے تو اب اُسکو قرآن کا ہر حکم تسلیم کرنا ہوگا

---

۵ سوال جہان تمام مقدمات قطعاً صحیح ہون اور قرآن کا مدلول ظنی ہو وہان قرآن کو مصروف عن الظاہر کرنا ضروری ہے وحصر جواب **جواب** یہ اصول فی نفسہ صحیح ہے مگر بہت سی جگہ اسکے استعمال مین غلطی ہوتی ہے اور اکثر مقدمات غیر قطعیہ کو قطعی سمجھ لیا جاتا ہے۔

لازم ہوگا اب رہی یہ بات کہ اسکی کیا دلیل ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے سو اسکی دلیل اوس کا اعجاز اور اوس کے ذاتی اوصاف ہین۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ پس ثابت ہوا کہ قرآن ہر شخص پر حجت ہو خواہ کوئی اُسے مانے یا نہ مانے اور اسی سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ قرآن کے ہوتے ہوے کسی علم کلام کی ضرورت نہین خواہ وہ نیا ہو یا پُرانا۔ اور جو لوگ قرآن کے ہوتے ہوے نئے علم کلام کی ضرورت سمجھتے ہین اونکی نادانی ہے

ایمان بالقرآن

جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ قرآن تمام جن وانس پر خدا کی حجت ہے تو اس کا ماننا ہر شخص پر لازم ہے اور جو شخص اسے نہین مانتا وہ کافر ہے۔ اور اسکے نہ ماننے کی چند صورتین ہین۔ ایک یہ کہ زبان سے صاف کہے کہ مین قرآن کو نہین مانتا۔ یہ تو وہ کافر ہے جسکا کفر خود اسکو بھی تسلیم ہے۔ دوسرا وہ جو کہتا ہے کہ مین قرآن کو مانتا ہون مگر یہ موجودہ قرآن اصلی قرآن نہین ہے بلکہ وہ قرآن امام غائب کے پاس ہے اور یہ بیاض عثمانی ہے۔ اسکے کفر مین بھی شبہ نہین ہوسکتا کیونکہ یہ ایک فرضی قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور واقعی قرآن کا صراحۃً منکر ہے۔ تیسرا وہ جو کہتا ہے کہ مین قرآن کو مانتا ہون اور یہ وہی قرآن ہے جو رسول پر نازل ہوا ہے لیکن وہ اسکے معانی ایسے بیان کرتا ہے جسکے متعلق قطعی طور پر معلوم ہے کہ وہ حق تعالی کی مراد نہین ہین تو چونکہ کلام سے مقصود معانی ہوتے ہین اور یہ ان معانی کو تسلیم نہین کرتا جو قطعی طور پر خدا کی مراد ہین اس لئے وہ بھی قرآن کا منکر اور کافر ہے۔ مثلاً قرآن مین محمد رسول اللہ واقع ہے اور ایک شخص جسکا نام محمد ہے دعوی کرتا ہے کہ اس مین میری رسالت کی پیشین گوئی ہے تو چونکہ یہ امر بداہۃً اور بلا کسی شبہ کے معلوم ہے کہ خدا کی مراد محمد سے محمد بن عبد اللہ ہین نہ کہ یہ مدعی اس لئے کہا جاویگا کہ یہ مدعی قرآن کا منکر اور کافر ہے۔ چوتھا وہ شخص جو قرآن کے الفاظ کو بھی مانتا اور اسکے معانی کو بھی مگر اسکی غرض بدل دیتا ہے جیسے وہ لوگ جو نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ تمام ارکان واحکام وتعلیمات اسلامیہ کی غرض وغایت محض تحصیل دنیا یعنی غلامی سے آزادی حاصل کرنا اور دنیا مین ایک عالمگیر برادری بنانا اور اسکے ذریعہ سے ایک عالیشان حکومت قائم کرنا اور دنیا مین عزت اور شان وشوکت کے ساتھ زندگی بسر کرنا بتلاتے ہین۔ کیونکہ یہ امر بداہۃً معلوم ہے جسمین ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہین ہوسکتی کہ تمام تعلیمات اسلامیہ کا حاصل حق تعالی کی رضاجوئی اور توجہ الی الآخرت ہے حتی کہ خود حکومت اسلامیہ کا مقصد بھی یہی ہے نہ کہ خدا اور رسول کو چھوڑ کر دنیا مین منہمک ہونا۔ پس جو شخص خدا کی اس غرض کو بدلتا ہے وہ

---

۵ **سوال** اگر تائید وتاکید قرآن کے لئے ہو تو کیا حرج ہے اور یہی مقصود تھا اہل حق کا اسکی تدوین سے دلائل عقل سے خود قرآن مین کام لیا گیا ہے **جواب** یہ بھی صحیح ہے۔ مگر متکلمین اس کے استعمال مین بھی بہت غلطی کی ہے۔ چنانچہ بہت سے عقائد ایسے تراش لئے جو نہ قرآن کا ظنا مدلول تھے اور نہ قطعا پس یہ قرآن کی حمایت نہین بلکہ اپنے اختراعات کی حمایت ہو اس جگہ صرف ضرورت کی نفی ہے اور اگر درحقیقت قرآن کی تائید ہو تو اسکے غیر مفید ہونے کا دعوے نہین۔

اسکی اس واقعی غرض کا انکار کرتا ہے اور چونکہ یہ غرض قطعی ہے اور اسکے انکار کی ہرگز گنجائش نہین اس لئے ایسا شخص بھی کافر ہے۔ اس شخص کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص کسی بادشاہ کی فوج مین ملازمت کرتا ہے اور بادشاہ کے تمام احکام کی تعمیل کرتا ہے اور فنون سپہ گری بڑے شوق سے سیکھتا ہے لیکن وہ اسکا مقصود بجاے بادشاہ کی مدد کے باغیون کی مدد قرار دیتا ہے اور یہی خیالات اوسکی فوج مین پھیلاتا ہے پس گو بظاہر احکام کی تعمیل اور انکے ماننے کی وجہ سے یہ شخص وفادار سمجھا جاتا ہو لیکن حقیقت مین اسکی غرض کے بدل دینے کی وجہ سے سخت باغی ہے پانچوان وہ شخص ہے جو ان صورتون کے علاوہ کسی اور صورت سے خدا کے قانون کی تکذیب کرتا ہے جیسے قانون خداوندی کا تمسخر کرنا یا لوگون کو بجز خدا کے قانون سے روکنا اور اسکی کوشش کرنا کہ خدا کا قانون دنیا مین یا کم از کم اوسکے زیر اثر حلقہ مین رائج نہ ہو یہ شخص یصدون عن سبیل اللہ ویبغونہا عوجا مین داخل ہے اور خدا ورسول سے علانیہ جنگ کرنیوالا ہے اس لئے یہ بھی کافر ہے الغرض یہ سب صورتین قرآن کے انکار کی ہین اور ان مین سے کسی صورت کے اختیار کرنے کوالے کو قرآن کا ماننے والا نہین کہا جاسکتا۔ اس زمانہ مین بہت سے لوگ اس بلا مین مبتلا ہین کہ وہ ان لوگون کو کلمہ گو سمجھتے ہین لیکن ہم کہتے ہین کہ اگر کلمہ گو سے وہ شخص مراد ہے جو زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہہ لے تو ایسے کلمہ گو تو منافق بھی تھے جنکی نسبت قرآن مین ہے ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الآخر اور قالوا نشہد انک لرسول اللہ لیکن حق تعالیٰ انھین مومن نہین کہتے۔ اور اگر کلمہ گو سے مراد یہ ہے کہ وہ اسکے معنے کا اعتقاد رکھتا ہے تو بایں معنی انکو کلمہ گو کہنا غلط ہے۔ کیونکہ لا الٰہ الا اللہ کے یہ معنی ہین کہ مین خدا کو ایک مانتا اور اوسی کو قابل پرستش جانتا اور اوسکی تمام باتون کو سچا جانتا اور اوسکو تسلیم کرتا ہون۔ پس جبکہ وہ منکر ضروریات دین ہے تو وہ خدا کی تمام باتون کو کب سچا مانتا ہے۔ اور کب انھین تسلیم کرتا ہے۔ اسپر کہا جاتا ہے کہ وہ انکا ضرور اقرار کرتا ہے مگر تاویل کے ساتھ کرتا ہے اس لئے اُسے کافر نہین کہا جاسکتا لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ ہر کافر تاویل کے ساتھ انکار کرتا ہے مثلاً جو کہتا ہے کہ مین قرآن کو نہین مانتا وہ یہ نہین کہتا کہ مین اسکو خدا کا کلام جانتا ہون۔ مگر مین اسے تسلیم نہین کرتا بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ مین جو اسے نہین مانتا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ مین اسے خدا کا کلام نہین جانتا اگر مجھے یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ خدا کا کلام ہے تو مین اس کا کبھی انکار نہین کرسکتا پس اگر ہر تاویل کفر سے بچا سکتی تو دنیا مین ایک بھی کافر نہ ملتا پس ثابت ہوا کہ ہر تاویل کفر سے نہین بچا سکتی اور جبکہ یہ مسلم ہے تو اب ان لوگون پر لازم ہے کہ وہ ان لوگون کی تاویل مین جو سرے سے قرآن کو نہین مانتے اور انکی تاویل مین جو اسکے ماننے کا دعویٰ کرکے اسے نہین مانتے کوئی موثر فرق تبلائین۔ لیکن ہم کہتے ہین کہ وہ کوئی موثر فرق نہین تبلا سکتے۔ اب ہم تبلاتے ہین کہ تاویل دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ تاویل جس مین حق ہونے کا بھی احتمال ہو اگرچہ ضعیف ہی ہو۔ اور دوسری وہ تاویل جسمین حق ہونے کا بالکل احتمال نہ ہو پہلی تاویل کفر سے بچا سکتی ہے مگر دوسری تاویل کفر سے نہین بچا سکتی۔ بالخصوص جبکہ مدتون اہل حق کی طرف سے

اظہار حق کیا جاوے اور دوسری جانب سے سوائے رد و انکار کے اور کچھ جواب نہ ہو۔ احمقون کی جانب سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے تو مسلمانون کی تعداد بہت کم ہوجاویگی لیکن اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ صحیح ہے لیکن کیا مسلمانون کی تعداد بڑھانے کے لئے خدا کے اس قانون کو بدلدیا جاوے جو اُس نے ایمان اور کفر کیلئے قائم کیا ہے۔ یہ نہین ہوسکتا۔ ابتدائے اسلام مین جبکہ مسلمانون کی تعداد بہت کم اور صرف انگلیون پر گننے کے قابل تھی اس زمانہ مین بھی اسلام کا معیار یہی تھا بلکہ اس سے بھی سخت تھا اور محض مسلمانون کی تعداد بڑھانے کے لئے اسلام وکفر کا معیار نہین بدلا گیا اگر یہ شبہ ہو کہ منافقون کو مسلمان سمجھا جاتا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ منافقین علی الاعلان حقائق اسلامیہ کا انکار نہ کرتے تھے اس لئے ظاہر طور پر انکو مسلمان سمجھا جاتا تھا کیونکہ قلوب کا حال خدا جانتا ہے اور باوجود اسکے بھی حق تعالیٰ کیجانب سے ان پر برابر پھٹکار پڑتی رہتی تھی چنانچہ قرآن مجید ایسی باتون سے بھرا پڑا ہی برخلاف ان مسلمان نما کافرون کے کہ وہ اپنے کفر کا دھڑلے سے اعلان کرتے ہین اور کفر کو اسلام بتاتے ہین پھر انکو مسلمان کہنے کی کیا صورت ہے ہان اگر یہ بھی اپنے کفر کو مخفی رکھتے تو ہم انکو بھی منافقین کے حکم مین شمار کرسکتے تھے۔ اسکے علاوہ یہ کمی تکفیر کرنے والون کی جہت سے نہین ہے بلکہ خود کفر کرنے والون کی جہت سے ہے اسلئے کمی کا الزام مکفرین کو نہین دینا چاہئے بلکہ خود ان لوگون سے کہنا چاہئے کہ آپ لوگ اسلام سے نکل کر مسلمانون کی تعداد کیون کم کر رہے ہین۔ آخر ہمکو بتلایا جاوے کہ امراض کی کثرت کے سبب کیا کسی طبیب نے مرض کی تعریف بدلدی ہے یا کسی نے انسے کہا ہے کہ اس زمانہ مین مرض کی تعریف بدلدیجاوے ورنہ تندرست دنیا مین بہت کم رہجاوینگے اسکا جواب یہ ہے کہ نہ کسی طبیب نے ایسا کیا نہ کسی نے اطباء سے ایسا کہا بلکہ مرض کو مرض ہی سمجھا جاتا ہے اور مرض کی تعریف بدل کر تندرستون کی تعداد مین اضافہ نہین کیا جاتا بلکہ ازالہ مرض سے انکی تعداد بڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پھر علمائے سے کیون کہا جاتا ہے کہ وہ اسلام وکفر کی تعریف بدل کر مسلمانون کی تعداد بڑھائین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تندرستی خود مطلوب ہے اس لئے برائے نام تندرستون مین شامل ہونے کو کافی نہین سمجھا جاتا اور اسلام مطلوب نہین اس لئے نام پر قناعت کیجاتی ہے۔ اچھا فرض کرو علماء نے اسلام کی تعریف بدل کر مسلمانون کی تعداد مین اضافہ کردیا تو قیامت مین حق تعالیٰ کے سامنے وہ مصنوعی اسلام کیا کام دے گا کیا وہان علماء کا سرٹیفکٹ دکھا کر آپ بری ہوسکتے ہین۔ ہرگز نہین۔ پھر اس تبدیل تعریف سے کیا فائدہ ہوا اس کا جواب صرف یہ ہوسکتا ہے کہ گو آخرت مین اس سے کچھ فائدہ نہین مگر دنیا مین سیاسیات مین اس سے مدد ملتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اسلام مطلوب نہین بلکہ سیاسیات مطلوب ہیں سو صاحبو علماء سے یہ نہین ہوسکتا کہ سیاسیات کی خاطر اسلام کو چھوڑ دین اور قانون الٰہی کی تبدیل کے مجرم ہون۔ لیکن ہم پوچھتے ہین کہ جسقدر لوگ اسلام کو چھوڑ رہے ہین اگر یہ ہی صحیح معنی مین مسلمان ہوجائین تو کیا سیاست مین کچھ نقصان آجاویگا۔ ایسا تو نہین۔ پھر وہ کام کیون نہ کیا جاوے جس مین نہ اسلام ہاتھ سے جاوے نہ سیاست اور سیاست ہی پر قناعت کیون کیجائے۔ الغرض جو تاویل کلام مراد متکلم کے قطعاً خلاف ہو وہ تاویل کہلانے کی مستحق نہین بلکہ اسکا نام تحریف کلام ہے

اور اسکا مرتکب محرف اور اس محرف کا یہ کہنا کہ میرے نزدیک اس کلام کے یہ ہی معنی ہین عذر گناہ بدتر از گناہ ہے
پس نہ وہ تاویل اسے کفر سے بچا سکتی ہے اور نہ یہ عذر۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جو شخص انا عرضنا الامانۃ الآیۃ کی یہ تفسیر
کرتا ہے کہ ہمنے امانت کو آسمان و زمین اور پہاڑون پر پیش کیا تو انھون نے اُسکے اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے
ڈر گئے اور ابو بکر نے اُسے اٹھالیا۔ واقعی ابو بکر بڑا ظالم اور بڑا جاہل تھا۔ وہ مؤول ہے اور اسکا قرآن پر ایمان ہے
ہرگز نہین بلکہ وہ قطعاً محرف اور منکر قرآن ہے اسی طرح جو کہتا ہے کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ مین رسول سے
مراد غلام احمد قادیانی ہے کیا اوسکو کوئی مؤول کہہ سکتا ہے۔ ہرگز نہین بلکہ وہ قطعاً محرف اور منکر قرآن ہے۔ اب
مین ایک بہت موٹی بات کہتا ہون وہ یہ کہ اگر کوئی آقا اپنے نوکر سے کہے کہ کھانا لاؤ اور وہ نوکر اوسکے جواب مین
پاخانہ لاکر اسکے سامنے رکھدے اور کہے کہ مین نے آپ کے کلام کے مجازی معنی سمجھے تھے کیونکہ کھانے سے مجازاً
پاخانہ مراد ہوسکتا ہے کیونکہ باعتبار مایؤول کے کلام مین مستعمل ہے۔ تو اب کوئی انصاف سے تبلائے کہ کیا ایسے شخص کو
فرمان بردار مؤول کہا جاسکتا ہے یا اسکو یقیناً شریر اور گستاخ او متمرد کہا جائیگا۔ مین نہین کہسکتا کہ کوئی اسے فرمان بردار
مؤول اور معذور کہے گا۔ پس یہی حال ان کافرون کا ہے جو زبان سے کہتے ہین کہ ہم قرآن کو مانتے ہین اور اوسکے
معانی کو یون ہی بگاڑتے ہین جسطرح اس گستاخ نوکر نے بگاڑا بلکہ ان لوگونکی بہت سی تحریفات تو اس نوکر کی تحریف سے
بھی بدتر ہین۔ العیاذ باللہ۔ پس مسلمانون کو ایسے محرفین و منکرین قرآن کو مسلمان کہنے سے خدا سے شرمانا چاہیے۔

قرآن کی تعلیم

قرآن کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندون سے یہ چاہتے ہین کہ وہ صرف اسی کی پرستش کرین اُسی کے
احکام کو مانین اور اگر کسی دوسرے کی اطاعت کرین تو اوسکے حکم سے اگر کسی کی تعظیم کرین تو اوسی کے حکم سے اور
اوسی حد کے اندر رہانتک کہ اوس نے اجازت دی ہے اگر کسی سے دوستی کرین تو اوسکے حکم سے اگر کسی سے دشمنی
کرین تو اوسکے حکم سے۔ الغرض بندون کا ہر فعل اور ہر قول اور ہر حرکت اور ہر سکون اور ہر خواہش اور ہر خیال اُسکے
حکم کے ماتحت اور اوسکی اجازت سے اور اوسکی خوشنودی کے لئے ہو جو کہ حقیقت ہے عبدیت کی پس قرآن خدا کے
بندون کو خالص عبدیت سکھاتا ہے لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج وہ لوگ جو قرآن پر ایمان کے مدعی ہین
وہ کہتے ہین کہ قرآن لوگون کو حریت اور مطلق العنانی سکھاتا ہے اور اسی قسم کے مضامین کی کثرت سے اشاعت کرکے
حق تعالے کی رعایا کو اوسکی بغاوت پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی ان لوگون کی طرف سے یہ جواب دے کہ یہ لوگ
لوگون کو مخلوق کی غلامی سے نکال کر خدا کا غلام بنانا چاہتے ہین مگر واقعات شاہد ہین کہ یہ جواب سراسر غلط ہے۔
اور انکا مطلب وہی حریت و آزادی ہے جو انکو یورپ نے سکھائی ہے جسکی روح دین سے آزادی ہے۔ چنانچہ
وہ مسلمان حکام کو مجبور کرتے ہین کہ تم لوگون کو مذہبی آزادی دو اور خواہ کوئی مذہب کے نام سے شرک کرے خواہ
کفر کرے خواہ دوسرے لوگون کو معاصی و کفر و شرک پر برانگیختہ کرے تم مزاحمت نہ کرو اور انکو خدا کا بندہ بنانے کی

کوشش نہ کرو کیونکہ یہ انکی آزادی مین مداخلت اور ان کو غلام بنانا ہے پس ثابت ہوا کہ انکے فعل کی یہ تاویل غلط ہے۔ الغرض قرآن کا مقصود یہ ہے کہ لوگ کامل طور پر خدا کے بندے بنین اور صرف خدا کی پرستش کرین اُسی کی اطاعت کرین اُسی کا کہنا مانین۔ اور اس لئے وہ شرک کفر بدعت نافرمانی ان باتون کی نہایت سختی کیساتھ روک تھام کرتا ہے۔ لیکن کسقدر افسوس کی بات ہے کہ آج اس قرآن پر ایمان کے مدعی شرک وکفر و بدعت مین مشرکین مکہ سے سبقت لے گئے ہین۔ چنانچہ مشرکین کے معبود معدود وہ چند تھے انکے معبود لاکھون ہین نیز جو معاملات مشرکین اپنے بتون کے ساتھ نہ کرتے تھے وہ معاملات یہ اپنے معبودون کے ساتھ کرتے ہین۔ چنانچہ مشرکین سے منقول نہین کہ وہ خانہ کعبہ کے سوا کسی بت کا طواف کرتے ہون لیکن یہ لوگ اولیاء کی قبور کا طواف کرتے ہین۔ نیز وہ لوگ تنعم کی حالت مین بت پرست تھے مگر مصیبت کی حالت مین وہ خدا پرست ہوجاتے تھے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہین واذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین لیکن ایک قبر پرست جسقدر زیادہ مصیبت مین گرفتار ہوتا ہے اسی قدر زیادہ مشرک ہوتا ہے نیز جو شان وشوکت ان قبر پرستون کے بت خانونکو نصیب ہوئی ہے وہ بیچارے مشرکین کے بت خانون کے خواب مین بھی نہ آئی تھی پھر جنکو مشرکین پوجتے تھے وہ تصویرین تھین فرشتون کی اور فرشتون کا مقرب خداوندی ہونا قطعی ہے اور جن کو یہ لوگ پوجتے ہین وہ قبرین ہین اولیاء اللہ کی جنکا مقرب خداوندی ہونا قطعی نہین بلکہ ظنی ہے جنکا علم صرف امارات ظاہرہ سے ہوا ہے اس لئے مشرکین کے معبود ان قبر پرستون کے معبودون سے بڑھے ہوئے تھے پھر فرشتون کا انتظام عالم مین دخیل ہونا انکا لوگون کی باتون کو سننا انکا انکے حالات کو جاننا قطعی طور پر معلوم ہے برخلاف اولیاء اللہ کے کہ انکے متعلق ان باتونکا کوئی ثبوت نہین پس مشرکین کا فرشتون کی پرستش کرنا بہ نسبت ان قبر پرستون کے اولیاء اللہ کی پرستش کے زیادہ قرین قیاس ہے۔ الغرض ان وجوہ سے اور اسی قسم کی دوسری وجوہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ مشرکین مکہ سے بدترین مگر باوجود اسکے بھی وہ پکے مسلمان اور خالص سُنی حنفی ہین اور انکے مخالف وہابی وکافر جسکے صاف معنی یہ ہین کہ قرآن کی آیت ان الدین عند اللہ السلام غلط ہے اور صحیح یون ہے ان الدین عند اللہ الاشراک استغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ یہ قبر پرست کہتے ہین کہ ہم مین اور مشرکین مین یہ فرق ہے کہ وہ بتون کو معبود اور آلہ کہتے تھے اور ہم قبرون کو معبود اور آلہ نہین کہتے وہ بتون کی پرستش کرتے تھے اور ہم پرستش نہین کرتے بلکہ تعظیم کرتے ہین مگر یہ فرق محض دھوکھا ہے کیونکہ جب یہ لوگ قبرون کے ساتھ مشرکین سے بڑھکر معاملہ کرتے ہین جیسا کہ مشاہد ہے تو لفظی فرق سے وہ مشرکین سے جدا نہین ہوسکتے چنانچہ ہندو بھی اپنے معبودون کو آلہ اور معبود نہین کہتے بلکہ وہ ان کو مورتی ٹھاکر وغیرہ کہتے ہین۔ نیز قرآن مین جابجا مشرکین کے افعال پر اعتراض ہے نہ کہ اسپر کہ وہ اپنے بتون کا نام آلہ کیون رکھتے ہین اور انکے ساتھ جو معاملہ وہ کرتے ہین اسکو عبادت کیون کہتے ہین۔ اگر صرف نام بدلنے سے وہ لوگ شرک سے بچ سکتے تو اول ان کو صرف نام بدلنے کی تعلیم دیجاتی اور اُنسے افعال چھوڑوانے پر زور نہ دیا جاتا۔ لیکن حق تعالیٰ خود ان افعال کو ہی پسند نہ کرتے تھے

اس لئے سارا زور اسپر دیا گیا کہ ان افعال سے توبہ کرو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام مین خود ان فعال ہی کی گنجائش نہین اگرچہ کسی نام سے کئے جاوین۔ اچھا ہم پوچھتے ہین کہ اگر کوئی شخص قبرون کے لئے نماز پڑھے اور اسکا نام تعظیم رکھے اور عبادت نہ کہے تو کیا اسے مشرک نہ کہا جاویگا۔ ضرور کہا جاویگا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ فرق حقیقی فرق نہین بلکہ صرف ارتکاب جرم کا ایک حیلہ ہے اور مشرکین مین اور ان مین یہ فرق ہے کہ مشرکین جاہل تھے اس لئے وہ اپنی حیثیت کے موافق تاویل کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم یہ افعال خدا کے حکم سے کرتے ہین اس لئے ہمارا یہ فعل درحقیقت اطاعت ہے حق تعالیٰ کی اور خدا کی اطاعت کفر نہین ہوسکتی اور ہم انکی اس لئے پرستش کرتے ہین کہ وہ ہمین خدا کا مقرب بنا دین اور اس لئے ہم انکو مقصود بالعبادت نہین مانتے ہین بلکہ یہ صرف وسائط ہین اور ہمارا مقصود خود حق تعالیٰ ہین۔ اور یہ لوگ پڑھے لکھے اور قانون دان ہین اسلئے وہ مشرکین کے عذرون مین تعبد اور تعظیم کے فرق کا اضافہ کرتے ہین۔ اچھا ہم بطور فرض کے کہتے ہین کہ اگر مشرکین اوسوقت یہ کہتے کہ آج سے نہ ہم انھین الٰہ کہین گے اور نہ ہم ان کامون کو عبادت کہین گے جنکو ابتک ہم عبادت کے نام سے کرتے رہے ہین بلکہ انھین تعظیم ملائکہ کہین گے لیکن یہ کام نہ چھوڑین گے اور انکو اس خیال سے کرتے رہین گے کہ ہمکو خدا کی طرف سے ان کا حکم ہے وغیرہ پس آپ ہمارا نام مسلمانون مین درج کر لیجئے تو کیا خدا و رسول اسپر راضی ہوجاتے۔ حاشا و کلا پس اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ عذر شرک کی حد سے نکالنے والے نہین ورنہ تھوڑی سی ترمیم کے بعد مشرکین کو موحد اور مسلمان بنا لینا بہت آسان تھا۔ اور اسکے لئے طرح طرح کی ایذائین جھیلنے اور خونریزیون کی ضرورت نہ تھی چنانچہ مشرکین یہانتک آمادہ تھے کہ ایک سال ہم بت پرستی چھوڑ دین اور ایک سال آپ بت پرستی کرین پس جو لوگ ایک سال کے لئے بت پرستی چھوڑنے پر آمادہ تھے وہ اس تھوڑی سی ترمیم پر ضرور راضی ہوجاتے مگر باوجود اسکے تمام زحمتین گوارا کین گھربار چھوڑا عزیز و اقارب چھوڑے رشتے ناطے توڑے اپنی قوم اور اپنے عزیزنکو اپنے ہاتھون سے قتل کیا خود جان جوکھون مین پڑے۔ یہ سب کچھ کیا لیکن ان افعال کی اجازت ندی پس صاف ثابت ہو کہ ان افعال کی اسلام مین سرے سے گنجائش نہین اور یہ افعال خود مشرکانہ افعال ہین۔ خواہ انکا نام عبادت رکھا جائے یا تعظیم پھر ان لوگون کا یہ عقیدہ کہ ہمین خدا نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے بالکل وہی عقیدہ ہے جو مشرکین کا اپنے مشرکانہ افعال کی نسبت تھا لیکن خدا انکو صاف طور پر مفتری کہتا ہے اس لئے یہ لوگ بھی اس عقیدہ مین مفتری علی اللہ ہونگے اور اسلئے انکا یہ خیال شرک سے بری کرنے کے بجائے انپر افترا کا الزام بڑھا دیگا۔ بعض لوگون کو یہ شبہ ہوگیا ہے کہ سجدۂ تعظیمی اسلام سے پہلے جائز تھا لیکن اسلام نے اسے ناجائز قرار دیا پس وہ شرک نہین ہوسکتا کیونکہ شرک کسی شریعت مین جائز نہین ہوسکتا۔ لیکن یہ شبہ محض کمزور ہے کیونکہ شرک دو قسم کا ہے ایک اصلی دوسرا جعلی شرک اصلی تو وہ ہے جو اپنی ذات سے شرک ہو جیسے دو خدا ماننا سو یہ تو کسی شریعت مین جائز نہین ہوسکتا اور جعلی وہ ہے جو کہ اپنی ذات سے تو شرک نہین مگر اسکو شرک قرار دینے سے شرک ہوا ہے جیسے سجدہ تعظیمی کہ اگر حق تعالیٰ اسکو دوسرون کیلئے جائز کرے تو وہ اُنکے لئے جائز ہوسکتا ہے لیکن اگر وہ اُسکو اپنی ذات کیلئے خاص کر لے

تو اب کسی اور کے لئے سجدہ کرنا خواہ بہ نیت تعظیم ہی ہو شرک ہو جاویگا کیونکہ یہ خاص تعظیم حق تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کرلی ہے اور اس لئے اوسکو دوسرے کے لئے ثابت کرنا اوسکو خدا ماننا ہے پس جبکہ یہ مسلم ہے کہ اسلام نے اس کو خدا کے ساتھ خاص کردیا ہے تو اب دوسرے کو سجدہ کرنا ضرور شرک ہوگا اور تعبد و تعظیم کا فرق بیکار ہو جاوے گا اسکو واضح طور پر یون سمجھا جاسکتا ہے کہ کفر کسی شریعت مین جائز نہین ہو سکتا حالانکہ ہم دیکھ رہے ہین کہ جس زمانہ مین خدا کی طرف سے شراب حلال تھی اوس زمانہ مین اُسکو حرام کہنا کفر تھا اور جب حرام کردی گئی تو اب اُسے حلال کہنا کفر ہوگیا وجہ اسکی یہ ہے کہ اعتقاد حلت و حرمت خمر فی نفسہ کفر نہین بلکہ اسکا کفر و عدم کفر ہونا تابع ہے حق تعالیٰ کے حکم کے اگر وہ اسے حلال کردے تو اعتقاد حرمت کفر ہے اور اگر حرام کردے تو اعتقاد حلت کفر ہے بس یہ ہی حالت سجدۂ تعظیمی کی ہے کہ وہ اپنی ذات سے نہ کفر ہے نہ شرک پس اگر حق تعالیٰ اسکی دوسرون کیلئے اجازت دیدے تو وہ دوسرون کے لئے شرک نہ ہوگا لیکن وہ اگر اسے اپنے لئے خاص کرے تو اب دوسرون کیلئے اُسکا کرنا شرک ہو جاویگا دوسرے خود یہ ہی مسلم نہین کہ پہلی امتون مین جسکو سجدۂ تعظیمی کہا جاتا ہے وہ بمعنی وضع الجبہۃ علی الارض تھا کیونکہ یہ احتمال موجود ہے کہ وہ سجود انحناء ہو جیسے وادخلوا الباب سجدًا مین یا کوئی اور ہیئت ہو بس اس ہیئت مخصوصہ کو پہلی امتون مین جائز کہنا بلا دلیل ہے۔ تیسرے اگر مان بھی لیا جاوے کہ سجدہ اسی ہیئت پر تھا تو وہ زندون کے ساتھ خاص تھا اور مُردون کیلئے اسکا جواز کسی شریعت مین ثابت نہین اور زندون اور مُردون کا فرق اس حدیث سے ثابت ہے کہ جسمین یہ مذکور ہے کہ ایک صحابی نے آپ سے اسکی درخواست کی کہ آپ مجھے اجازت دیجئے کہ مین آپکو سجدہ کرون۔ اوسکے جواب مین آپ نے فرمایا کہ اگر تو میری قبر پر گذرے تو کیا تو اُسے بھی سجدہ کریگا تو اُس نے کہا کہ نہین اس سے معلوم ہوا کہ وہ صحابی جانتے تھے کہ زندون کے سجدہ اور قبرون کے سجدہ مین فرق ہے اور زندہ کا سجدہ از قبیل بت پرستی نہین ہے اور قبرون کا سجدہ از قبیل بت پرستی ہے نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال سے معلوم ہوا کہ تعظیم کی یہ خاص ہیئت مخصوص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ جو حی و قیوم ہے اور فانی اسکا مستحق نہین اگرچہ وہ بقصد تعظیم ہی ہو اچھا ہم پوچھتے ہین کہ اگر کوئی آفتاب کو یا آگ کو سجدۂ تعظیمی کرے تو وہ بھی شرک ہے یا نہین۔ اگر ہے تو سجدۂ قبر اور ان سجدون مین کیا فرق ہے اور اگر نہین تو آفتاب پرستون اور آتش پرستون کو مشرک کیون کہا جاتا ہے بلکہ اُنسے اُنکی نیت دریافت کرنا چاہئے کہ تم انکو بہ نیت تعبد سجدہ کرتے ہو یا بہ نیت تعظیم اور تعبد و تعظیم کا فرق اُنھین سمجھا دینا چاہئے پھر دیکھو کہ وہ کیا جواب دیتے ہین پھر ثابت ہوا کہ یہ شبہ محض[5] لغو ہے الحاصل قبر پرستی تعزیہ پرستی وغیرہ تمام امور شرک ہین پس قرآن کے ماننے کا اقرار کرکے شرک کا ارتکاب کرنا نہ صرف ارتکاب بلکہ اسکو عین اسلام بلکہ عین اسلام سمجھنا اور توحید سے زیادہ اسکی حمایت کرنا اسکی مذمت کرنیوالون کو کافر کہنا اُنسے جنگ و جدل کرنا وغیرہ سراسر وہی افعال ہین جو مشرکین مکہ بت پرستی کے متعلق کرتے تھے۔ پس مسلمانون کو چاہئے کہ وہ ان شرکیات سے توبہ کرین تاکہ ان کا قرآن پر ایمان صحیح ہو اور وہ صحیح معنی مین مسلمان کہلانے کے قابل ہون۔ تکفیر اہل قبلہ کی بحث ہم پہلے لکھ چکے ہین لیکن چونکہ اسجگہ لا الہ الا اللہ

[5] لیکن محض سجدۂ تعظیمی کی بنا پر جو کفر کا حکم کیا جاویگا وہ ظنی ہوگا۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

کہنے والون کے شرک کی بحث آگئی ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ چند مضامین خود قرآن کریم سے نقل کر دیے جائین تاکہ یہ بحث اچھی طرح منقح ہو جاوے۔

مضمون اوّل

قال اللہ تعالیٰ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم لیجادلوکم وان اطعتموھم انکم لمشرکون اس آیت مین حق تعالیٰ نے توحید و نبوت قرآن پر ایمان رکھنے والون کو ہدایت کی ہے کہ تم اس جانور کی حرمت وحلت کے باب مین جسپر خدا کا نام نہین لیا گیا مشرکین کا کہنا نہ ماننا اور اسکو حلال سمجھکر نہ کھانا۔ اگر تم ایسا کروگے تو تم بھی مشرک ہو۔ بس جو لوگ علماء پر یہ اعتراض کرتے ہین کہ ذرا ذرا سی بات پر مسلمانون کو کافر و مشرک کہتے ہین وہ اس ارشاد خداوندی کو بغور ملاحظہ فرماوین اور دیکھین کہ خود حق تعالیٰ نے کتنی سی بات پر مسلمانون کو نہایت زور کیساتھ مشرک کہا ہے۔ بس جبکہ آدمی باوجود اقرار توحید و نبوت و ایمان بالقرآن کے دعویٰ کے صرف اتنی سی بات سے مشرک ہو جاتا ہے کہ اوس نے خدا و رسول کے احکام قطعیہ کے خلاف مشرکین کے بہکانے مین آکر حلت غیر مذبوح علے اسم اللہ کا اعتقاد کیا تو جو لوگ تمام باتون مین مشرکین کی موافقت کرتے ہین بلکہ اُن سے بھی فوقیت لے جاتے ہین اُن کو کیون نہ مشرک کہا جائے گا۔

دوسرا مضمون

قال اللہ تعالیٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بھا ویستھزء بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ۔ انکم اذا مثلھم اس آیت مین حق تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا ہے کہ جب کسی جگہ خدا کی باتون کا انکار کیا جارہا ہو اور انکے ساتھ تمسخر کیا جارہا ہو تو تم انکے ساتھ نہ بیٹھو تاوقتیکہ وہ کسی اور گفتگو مین نہ لگ جائین ورنہ تم بھی اُنہی جیسے ہو۔ اب آپ غور فرماوین کہ حق تعالیٰ نے آجکل کے عرف کیموافق کتنی ذرا سی بات پر مسلمانون کو کافرون کے ساتھ کفر مین شریک کر دیا لیکن صاحبو تم اسے ذرا سی بات سمجھتے ہو مگر وہ واقع مین ذرا سی بات نہین ہے۔ تم اس کو اس لئے ذرا سی بات سمجھتے ہو کہ تمھین ایمان کی حقیقت معلوم نہین ورنہ جو ایمان کی حقیقت سمجھتے ہین وہ ہرگز اسے ذرا سی بات نہین کہہ سکتے۔

تیسرا مضمون

قال اللہ تعالیٰ فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ اس آیت مین تبلایا گیا ہے کہ جو کوئی اپنے نزاعی معاملات مین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو اعتقاداً تسلیم نہ کرے وہ مؤمن نہین۔ اب آپ غور فرمائین کہ جب حق تعالےٰ قسم کھاکر اُس شخص کو

غیر مؤمن کہتے ہین جو اپنے نزاعی معاملات مین آپ کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرے تو جو لوگ شرک کو عین ایمان اور ایمان کو عین کفر سمجھتے ہین اور شرک پر اس درجہ اصرار کرتے ہین جتنا کہ ایک مسلمان ایمان پر وہ کہانتک مومن کہلانیکے مستحق ہو سکتے ہین۔ لوگ یہ سمجھے ہوے ہین کہ جبتک کوئی شخص صاف لفظون مین یہ نہ کہدے کہ مین مسلمان نہین اور نہ مین خدا کو مانتا ہون نہ رسول کو اور نہ قرآن کو اُسوقت تک وہ مسلمان ہی ہے خواہ وہ کچھ ہی کرے۔ لیکن صاحبو واقعہ یہ نہین ہے۔ تم ان آیتون کو غور سے پڑھو اور سمجھو کہ کفر کی ایک بات بلکہ اسپر رضامندی بھی کفر ہے اگرچہ وہ خدا و رسول و قرآن سے صاف لفظون مین انکار نکرے۔ تم یہ تو سوچو کہ آخر نصاریٰ نے خدا کا انکار نہین کیا تھا انجیل کا انکار نہین کیا تھا۔ رسولون کا انکار نہ کیا تھا صرف تثلیث کے قائل ہو گئے تھے۔ اور وہ بھی ان مسلمانان نمامشرکون کی طرح اسکو خدا کا حکم سمجھ کر۔ مگر کیا خدا نے اُنکی بات کو تسلیم کیا۔ حاشا و کلا۔ پس مسلمانون کو چاہیئے کہ وہ اس بیہودہ خیال سے توبہ کرین یہ شیطان کا ایک نہایت زبردست کید ہے کہ اس نے لوگون کو یہ سمجھا دیا ہے کہ جو کچھ تم دین کے نام سے کرو خواہ بت پرستی ہی کیون نہ ہو وہ کفر نہین ہو سکتا اور تم کسی طرح اسلام سے خارج نہین ہو سکتے اور اسطرح اُس نے لاکھون کا ایمان برباد کر دیا ہے۔ کیونکہ کفر سے آدمی اُسوقت بچ سکتا ہے جبکہ اُسے کفر سمجھے اور جبکہ کفر کو عین ایمان خیال کرے تو پھر اس سے بچنے کی کیا صورت ہے۔ آخر یہ بھی تو خیال کرنا چاہیئے کہ اگر وہ معیار اسلام صحیح ہوتا جو یہ لوگ قرار دیتے ہین تو جسقدر فرقے اسلام کی طرف اپنے کو منسوب کرتے ہین وہ سب اسکی تکذیب کیون کرتے اور انکا تکذیب کرنا اس سے ظاہر ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہین۔ پس جبکہ تمام فرقے اس اصول کو غلط تسلیم کرتے ہین تو سب سے الگ ایک اصول قائم کرنا کہانتک صحیح ہو سکتا ہے پس ثابت ہوا کہ یہ معیار اسلام بالکل غلط ہے اور حقیقی معیار یہ ہے کہ خدا کی تمام باتون کو دل سے اور زبان سے ماننا اسلام ہے اور ان مین سے ایک بات کا انکار کفر ہے اگرچہ وہ دوسری باتون کو مانتا ہو اور یہ اصول تمام فرق اسلامیہ کا متفق علیہ ہے۔ اگر اختلاف ہے تو صرف اس بات مین کہ کون سی بات خدا کا حکم ہے اور کون سی نہین۔ مثلاً قبر پرست کہتے ہین کہ قبر پرستی عین خدا کا حکم ہے جو اسکا انکار کرتا ہے وہ خدا کا حکم نہین مانتا اس لئے کافر ہے۔ مسلمان کہتے ہین کہ قبر پرستی شرک ہے اور ہرگز خدا کا حکم نہین پس جو قبر پرستی پر ایمان لاتا ہے وہ مؤمن بالطاغوت اور کافر باللہ ہے اس لئے وہ مومن نہین ہو سکتا۔ اسی پر دوسرے اختلافات کو قیاس کر لینا چاہیئے پس ثابت ہوا کہ اجمالی اصول بالکل متفق علیہ ہے اور اختلاف صرف تفصیل مین ہے پس مسلمانون کو چاہیئے کہ وہ نفس اصول تکفیر کی مخالفت نہ کرین جسپر تمام فرقے متفق ہین بلکہ اسکی تحقیق کرین کہ خدا کا حکم کیا ہے آیا خدا کا حکم یہ ہے کہ قبر پرستی ایمان ہے یا یہ کہ وہ کفر ہے کتاب الٰہی اور سنت رسول اور عمل سلف سب تمھارے رہنما ہین اگر تم ایمان اور انصاف سے فیصلہ کرنا چاہو گے تو بہت آسانی سے فیصلہ ہو سکتا ہے لیکن اگر کوئی فیصلہ ہی نہ کرنا چاہے تو اسکا کچھ علاج نہین اسلام مین سب سے پہلے جس نے اصول تکفیر کے خلاف آواز اٹھائی اور علما پر اس باب مین لعن طعن کیا وہ نیچری فرقہ ہے جو کہ اسلام سے صرف ناواقفیت ہی نہین رکھتا بلکہ وہ سرے سے مذہب اسلام کو ایک لایعنی چیز سمجھتا ہے

اور اسلام کو صرف اس حد تک مانتا ہے جہانتک کہ اسکا قومیت کے ساتھ تعلق ہے اور اس نے اپنی
سیاسی ضرورت سے یہ خلاف اسلام اصول ایجاد کیا ہے تاکہ وہ اپنی ذاتی اغراض کے لئے اسلام
اور کفر کا امتیاز اٹھاکر اسلام کی بیخ کنی کردے پس جن لوگون کو اسلام سے محبت ہے اور وہ صرف
خدا کیلئے مسلمان ہین اونکا فرض ہے کہ وہ ایسی آوازون پر کان نہ دھرین۔ یہ لوگ کہتے ہین کہ علما کی باہمی
تکفیر نے اسلام کو نقصان پہونچایا۔ لیکن ہم کہتے ہین کہ یہ بالکل غلط ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اصول تکفیر ہی کی
بدولت اسوقت اسلام اسقدر نظر آرہا ہے اگر یہ نہوتا تو آج دنیا سے اسلام کا خاتمہ ہوجاتا۔ چنانچہ جسقدر
اس تھوڑے سے عرصہ مین اسلام کو نقصان پہونچا ہے جس مین یہ روشن خیال فرقہ پیدا ہوا ہے اسقدر تیرہ سو
برس کے عرصہ مین بھی نہ پہونچا تھا کیونکہ اس نے کفر و اسلام کا امتیاز ہی اُٹھادیا۔ اب لوگونکی نظر مین کفر کوئی
چیز ہی نہ رہا پھر لوگ کس بات کو اختیار کرین اور کس سے بچین اس لئے دھڑا دھڑ لوگ کفر مین گرفتار ہوتے
جاتے ہین اور اپنی دانست مین سمجھتے ہین کہ ہم مسلمان ہین۔ الغرض خود تکفیر خلاف اسلام نہین بلکہ اس کا غلط
استعمال خلاف اسلام ہے۔ جیسے روافض و خوارج صحابہؓ اور اُنکے متبعین کو کافر کہتے ہین یا قبر پرست
خدا کے پرستارون کو کافر کہتے ہین یا قادیانی غلام احمد کے نبی نہ ماننے والون کو کافر کہتے ہین۔ اس لئے
اصول تکفیر کی مخالفت نہ کرنی چاہئے بلکہ اُس کے غلط استعمال سے بچنا چاہئے کہ مومن کو کافر اور کافر کو
مومن کہا جاوے پس ایک غلطی تو ان لوگون کی یہ ہے کہ انھون نے خود معیار کفر و اسلام بدل دیا۔ اور دوسری
غلطی اُنھون نے یہ کی کہ انھون نے تمام فرق اسلامیہ کو مسلمان کہکر سب کو گڈمڈ کرنا چاہا تاکہ ایک متفقہ قومیت
بنجائے حالانکہ اگر تمام فرق اسلامیہ کو مسلمان مان بھی لیا جاوے تو بھی اس کا نتیجہ یہ نہین ہوسکتا کہ سب گڈمڈ
ہوجاوین۔ کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ جسقدر اخلاقی مجرم ہین جیسے چور۔ ڈاکو۔ زانی۔ شرابی کبابی۔ جواری۔ وغیرہ وہ
ان جرائم کے ارتکاب سے مسلمان ہی رہتے ہین اور کافر نہین ہوجاتے مگر باوجود اسکے لوگ اپنے کو اور اپنی اولاد کو
اور اپنے عزیزون اور دوستون کو انکی صحبت سے بچنے اور انکے ساتھ شیر و شکر ہونے سے بچاتے ہین تاکہ ان پر
انکے برے اخلاق کا اثر نہ پڑے۔ پس جبکہ ان لوگون کے ساتھ اختلاط جائز نہین رکھا جاتا جو بالاتفاق مسلمان
ہین تو اُن لوگون کے ساتھ خلا ملا اور اتحاد کیسے جائز ہوسکتا ہے جنکے ایمان مین بھی کلام ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے
کہ اگر ان کا لڑکا کسی طوائف کے یہان آمد و رفت کرے تو وہ ضرور اسپر توجہ کرین گے اور جہانتک انکے امکان
مین ہوگا اسکی کوشش کرین گے کہ وہ اسکی صورت بھی نہ دیکھے کیونکہ انکو خطرہ ہے کہ لڑکا آوارہ ہوجاوے گا اور
وہ اس وقت یہ خیال نہ کرین گے کہ اگر آوارہ ہوجاوے تو کچھ حرج نہین کیونکہ آخر مسلمان تو رہے گا کافر تو
نہ ہوجاوے گا۔ لیکن اگر کوئی قادیانیون یا رفضیون کی صحبت اختیار کرے تو وہ اسکی پرواہ نہین کرتے کہ لڑکے
کے مذہب پر کیا اثر پڑے گا بلکہ وہ اپنی تحریرون اور تقریرون اور ہر ممکن طریق سے اسکی کوشش کرتے ہین کہ
یہ باہمی تنافر اٹھ جائے اور سب ایک ہوجائین کیونکہ اگر قادیانیون کے اثر مین آجاوے یا رافضی ہوجاوے

تو انکے نزدیک یہ کوئی برائی کی بات نہین کیونکہ سب مسلمان ہین حالانکہ اول تو خود انکے اسلام ہی مین کلام ہے لیکن اگر تھوڑی دیر کے لئے اُن کو مسلمان مان لیا جاوے تو اُنکو ایسا ہی مسلمان کہا جا سکتا ہے جیسا کہ اُس مریض کو جسکا کہ صرف سانس ولجما ہوا ہو اور اُس کے تمام جسم کا دم نکل چکا ہو زندہ کہتے ہین پس کیا کوئی عاقل ایسی زندگی پر قناعت کرتا ہے۔ ہرگز نہین۔ تو ہم نہین سمجھتے کہ قادیانی اور رافضی اسلام پر کیون قناعت کی جاتی ہے۔ صاحبو اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ خود مومن نہین اس لئے انکو دوسرون کے ایمان کی بھی پرواہ نہین مسلمانون مین تقسیم عرض کرتا ہون کہ جسقدر اسلام کو ایسے مسلمانون کے ہاتھون نقصان پہونچا ہے ہرگز ہندؤن اور عیسائیون جیسے کافرون سے نقصان نہین پہونچا پس یہ مسلمان ان کافرون سے زیادہ احتراز کے قابل ہین اور جبتک یہ لوگ تم مین ملے رہین گے تم کو برابر نقصان پہونچا رہے گا اور کوئی نفع نہین ہوسکتا لوخرجوا فیکم ما زادوکم الاخبالا ولا اوضعوا خلٰلکم یبغونکم الفتنة وفیکم سماعون لھم واللہ علیم بالظٰلمین دیکھو جب تمھارا کوئی عضو خراب ہوجاتا ہے اور ڈاکٹر تجویز کرتا ہے کہ اسکو کٹوا ڈالو ورنہ تمام جسم سڑ جاویگا تو تم اسوقت اس عضو کا خیال نہین کرتے بلکہ باقی جسم کی حفاظت کے لئے اوسکو کٹوا دیتے ہو پس اگر یہ لوگ مسلمان ہین تو سڑا ہوا عضو ہین جو تمام جسم کو سڑا دینے والا ہے پس تم انکے کاٹنے مین ذرا تامل نہ کرو ورنہ یاد رکھو کہ روحانی موت یقینی ہے۔ الحاصل اصول تکفیر (بشرطیکہ اسکا جائز طور پر استعمال کیا جاوے) اور فرق باطلہ کے ساتھ منافرت یہی دو اصول ایسے ہین جن سے اسلام کی حفاظت ہوسکتی ہے پس جو لوگ ان اصولون کو مٹانے کی کوشش کرتے ہین وہ درحقیقت اسلام کی بیخ کنی کرتے ہین اور ان سے زیادہ اسلام کا کوئی دشمن نہین نیز یہ لوگ یصدون عن سبیل اللہ ویبغونھا عوجا کا مصداق ہین۔ پس مسلمانون کو ان سے بچنا چاہئے ان لوگون نے ایک بڑا غضب یہ کیا ہے کہ اسلام کی صورت مسخ کرکے لوگون کے سامنے پیش کرتے ہین۔ چنانچہ دنیا پر فریفتگی۔ آخرت سے بے تعلقی اور غفلت دنیاوی مال جاہ ترقی وتمدن جنکو قرآن کریم کفار کا مقصد تبلاتا ہے یہ لوگ اسکو عین مقصد اسلام قرار دیتے ہین اور جو مقاصد حقیقة اسلام کے تھے انکو اساطیر الاولین اور وحشت۔ اور پست ہمتی۔ تاریک خیالی وغیرہ القاب دئے جاتے ہین اس سے زیادہ خدا ورسول کی مخالفت اور انکا مقابلہ کیا ہوگا۔ یون تو تمام قرآن حُبّ دنیا وترقی وتمدن کی مذمت سے بھرا پڑا ہے مگر ہم نمونہ کے لئے چند آیتین پیش کرتے ہین۔

آیت اول پ ۳ ع ۱۰

قال اللہ تعالیٰ زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرة من الذھب والفضة والخیل المسومة والانعام والحرث ذٰلک متاع الحیوة الدنیا واللہ عندہ حسن المآب

آیت ثانیہ پ ۲۵ ع ۹

ولولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتھم سقفا من فضة ومعارج

علیہا یظھرون ولبیوتھم ابوابا وسررا علیہا یتکئون وزخرفا وان کل ذٰلک لما متاع الحیوٰۃ الدنیا۔ والاٰخرۃ عند ربک للمتقین۔

آیت ثالثہ

پ ۱۹ ع

اتترکون فی ماھھنا اٰمنین فی جنت وعیون و زروع ونخل طلعھا ھضیم وتنحتون من الجبال بیوتا فرھین فاتقوا اللہ واطیعون ولا تطیعوا امر المسرفین الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون

آیت رابعہ

پ ۲۵ ع ۴

فما اوتیتم من شیٔ فمتاع الحیوٰۃ الدنیا وما عند اللہ خیر وابقی للذین اٰمنوا وعلی ربھم یتوکلون

آیت خامسہ

پ ۱۲ ع ۱

من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون۔ اولٰئک الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیھا وبطل ما کانوا یعملون۔

مسلمانو ان آیتون کو آنکھ کھول کر دیکھو اور سمجھو کہ جسکو تم ترقی اور تمدن کہتے ہو اور جسپر تم فریفتہ ہو اور جسکو تم اسلام کا عین مقصد بتلاتے ہو حق تعالیٰ اسکی نسبت کیا کہتا ہے۔

تبلیغ

اس مین کوئی شک نہین کہ تبلیغ ایک اسلامی فرض ہے لیکن کس چیز کی تبلیغ ما انزل اللہ کی۔ قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک لیکن جہان لوگون نے اور امور اسلامیہ کی مٹی خراب کی ہین تبلیغ کی بھی درگت بنائی۔ چنانچہ روافض کی تبلیغ یہ ہے کہ یہ قرآن جو لوگ پڑھتے ہین خدا کی کتاب نہین ہے یہ بیاض عثمانی اور صحابہ کی تحریفات کا مجموعہ ہے اصلی قرآن امام نرگسی کے پاس ہے اس پر ایمان لاؤ اور یقین لاؤ کہ محمد رسول اللہ صرف برائے نام نبی ہین اور اصلی نبی عبد اللہ بن سبا یہودی تھا اس لئے جو دین اوس نے لوگون کو پہونچایا وہ ہی خدا کا دین ہے پس تمکو ظاہری طور پر محمد رسول اللہ کو اور حقیقی طور پر عبد اللہ بن سبا کو نبی ماننا چاہئے۔ قادیانیون کی تبلیغ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد خدا کے وہ رسول تھے جن کا ذکر ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ اور اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم مین ہے پس مرزا جی پر ایمان لاؤ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا اُسکو ردی کی ٹوکری مین ڈالدو اور جو مرزا جی نے کہا اوسے مانو۔ نیچریون کی تبلیغ یہ ہے کہ تم کہو کہ مین گواہی دیتا ہون کہ اسلام کا مقصد انتہائی دنیوی ترقی ہے اور اسکا واحد ذریعہ اسلام کو چھوڑ دینا ہے اور اگر کبھی اسلام کا ذکر آئے

تو اُسکا مقصد صرف جاہل مسلمانونکو دام فریب مین لانے کیلئے۔ اور آخرت و دوزخ و جنت محض غیر تعلیم یافتہ لوگونپر اثر ڈالنے کیلئے ہین ورنہ حقیقی دوزخ قوم کی ذلت و نکبت اور افلاس اور جہالت اور ترقی و تمدن سے دور رہنا ہے اور اصلی جنت دنیاوی مال و دولت قومی حکومت و آزادی و خود مختاری ہین۔ تم مساجد کو پریڈ کا میدان تصور کرو نمازکو فوجی قواعد سمجھو جب اذان سنو تو سمجھو کہ ہمکو سبق دیا جاتا ہے کہ جب تمکو تمھارا صدر جمہوریہ فوجی خدمت کیلئے بلائے تو فوراً حاضر ہو زکوۃ کو قومی و ملکی کامونمین روپیہ خرچ کرنیکی عادت ڈالنا سمجھو روزہ جب رکھو تو اس نیت سے کہ ہمکو فوجی خدمات مین مشقتین برداشت کرنیکا عادی بنایا جارہا ہے حج کو آل ورلڈ مسلم کانفرنس سمجھو یہ حقیقت ہے ارکان اسلام کی اور خدا کی خوشنودی کا خیال یا جنت کی طلب یا دوزخ کا خوف یہ سب تاریک خیال ملانونکی باتین ہین۔ ہان سیاسی ضرورت کے وقت ان اوہام سے کام لینا کچھ مضائقہ نہین کیونکہ الضرورات تبیح المحظورات مسلم ہے الغرض تمکو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہم مسلمان اسلئے ہوتے ہین کہ اسلام کو مٹائین اور یہی تمھاری زندگی کا اصلی مقصد ہونا چاہیئے۔ قبر پرستونکی تبلیغ یہ ہے کہ کہو کہ مین گواہی دیتا ہون کہ خدا انتظام عالم سے دست بردار ہوچکا اور اب تمام عالم کا انتظام پیران پیر دستگیر اور خواجہ غریب نواز اور مخدوم صاحب اور سلطان جی صاحب اور دیگر بزرگان دین کے ہاتھ مین ہے اسلئے خدا کی خوشامد فضول ہے جو کچھ مانگو ان سے مانگو نذر مانو تو انکی مانو قربانی کرو تو انکے لئے کرو نماز کی جگہ انکی قبر کا سجدہ ہونا چاہیئے خانہ کعبہ کے طواف کی جگہ انکی قبر کا طواف حجر اسود کے بوسہ کی جگہ انکی قبر کا بوسہ غلاف خانہ کعبہ کی جگہ انکی قبر کا غلاف مساجد کی جگہ انکی قبر کے قبے حج کی جگہ انکا سالانہ عرس زکوۃ کی جگہ گیارھوین شریف اور اسی قسم کی دوسری باتین ارکان اسلام ہین۔ اور یہی وہ باتین ہین جنکی تعلیم کے لئے محمد رسول اللہ مبعوث ہوے تھے پس جبتک کوئی انکو نہ مانے وہ مسلمان نہین ہوسکتا لہذا تمکو انکا ماننا ضروری ہے اور جو تنہا خدا کی عبادت کرنا چاہے اور ان باتون کو شرک و بدعت کہے وہ وہابی اور کافر ہے الغرض یہ حقیقت ہے آجکل کی تبلیغ کی۔ لیکن ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ ما انزل علے الرسول کی ہرگز تبلیغ نہین بلکہ ایسے مبلغین درحقیقت شیطان کے ایجنٹ ہین اور انکی تبلیغ کا مسلمانون پر تو یہ اثر ہوتا ہے کہ دین الٰہی کو چھوڑکر بددینی مین مبتلا ہوجاتے ہین اور کفار پر یہ اثر ہوتا ہے کہ ایک کفر سے نکل کر دوسرے کفر مین مبتلا ہوجاتے ہین پس کفار کو تو اس تبلیغ سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور مسلمانون کا نقصان ہوگیا اسلئے صحیح طریق تبلیغ کا یہ ہے کہ جو لوگ تبلیغ تبلیغ پکارتے ہین وہ پہلے خود مسلمان ہون پھر دوسرونکو مسلمان کرنے کی کوشش کرین اور اس مین سیاسی اغراض مدنظر نہ ہون بلکہ صرف خدا اور رسول کی ترجمانی ملحوظ ہونی چاہیئے۔ اوسکا طریقہ وہی ہونا چاہیئے جو رسول کی تبلیغ کا تھا اسکے لئے ناجائز ذرائع اختیار نہ کئے جائین

ہذا ما عندنا واللہ اعلم بالصواب۔ تم المقدمۃ تتلوہ التفسیر۔ حررہ حبیب احمد الکیرانوی مدرس مدرسۂ یوسفیہ
ریاست مینڈو ضلع علی گڈھ

۲۳ صفر ۱۳۴۷ھ

قال الله تعالیٰ فانما یسرناہ بلسانک وقال تعالیٰ ولقد یسرنا القرآن للذکر الآیتین

لما دلت الآیة الاولیٰ علی ان للسان دخلاً فی التیسر

والآیة الاخریٰ علی مقصودیة تیسر القرآن للتذکر

وکان طریق التیسر لکل اهل لسان لسانهم ولاجل

کان لسان اهل الهند فیه بیانهم وکان التفسیر

القرآنی باللسان الهندی الملقب ب

حل القرآن

سنه ۱۳۲۶

للادیب الاریب والنسیب الحسیب الفاضل

الحبیب عافاہ الله القریب المجیب من ایسر

التفسیرات المکانیه واکثرها اشتمالاً علی الضروریات

الزمانیه اعتنی حالاً بطبع تفسیر سورة البقرة

منه الموصوف واهتم لطبعه

شبیر محمد علی مالک اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ ۝ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۝

اما بعد۔ میرا ایک عرصہ سے خیال تھا کہ میں اردو میں قرآن کریم کی ایک مختصر تفسیر یا واضح ترجمہ لکھوں۔ جس میں آیات کا باہم ارتباط خود بخود واضح ہوتا جاوے مگر میری یہ خواہش پوری نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اس سال ماہ شوال میں خود بخود قلب میں ایک داعیہ پیدا ہوا۔ اور میں نے سورۂ بقرہ کی پاؤ پارہ کی تفسیر لکھکر مولائی و مرشدی حجۃ اللہ فی الارض مجدد الملۃ والدین حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی عم فیضہم و دوام علی روس المسلمین ظلہم کی خدمت میں ارسال کی۔ اور عرض کیا کہ اگر حضرت کی رائے میں میری یہ خدمت مسلمانوں کے لئے مفید ہو۔ تو میں اس میں کوشش کروں۔ ورنہ اس خیال کو چھوڑ دوں۔ اور یہ بھی عرض کیا۔ کہ اگر یہ آپ کے خیال میں مفید ہو۔ تو آپ اسکو بنظر اصلاح ملاحظہ فرمائیں۔ جہاں کوئی لغزش معلوم ہو اُس سے مطلع فرمائیں تاکہ اصلاح کردی جاوے۔ حضرت مولٰنا نے میری ہمت افزائی فرمائی۔ اور مسودہ کے متعلق بعض مناسب مشوروں سے معزز فرمایا۔ تب میں نے آئندہ کام شروع کیا۔ اور جس قدر لکھتا جاتا تھا حضرت مولانا کی خدمت میں بھیجتا جاتا تھا۔ مولانا اُس پر نظر فرماکر مناسب مشوروں سے اعانت فرماتے تھے۔ اس طرح اس وقت تک تقریباً سورۂ نساء تک تفسیر لکھی جاچکی ہے اور خدا سے دعا ہے کہ وہ اسی طرح اس کو آخر تک پہونچادے۔ میں اس تفسیر کے متعلق خود کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ بلکہ اس کا فیصلہ اہل فہم و انصاف پر چھوڑتا ہوں وہ خود اندازہ کرسکتے ہیں۔ کہ اس کو اپنی خصوصیات میں دوسرے تفاسیر و تراجم سے کیا امتیاز ہے۔ اور اس کی کہاں تک مسلمانوں کے لئے ضرورت ہے۔ اور جو حضرات اس کو مفید تصور فرمائیں اُن سے التجا ہے کہ وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ خیریت کے ساتھ اس کو انجام کو پہونچادے اور مسلمانوں کو اس سے نفع پہونچاوے۔ اور میرے لئے اس کو ذریعہ نجات بناوے۔ وما توفیقی الا باللہ وعلیہ توکلت

وہو حسبی ونعم الوکیل

عرض گذار

احقر حبیب احمد کیرانوی

شہر ربیع الاول سنہ ۱۳۴۴ ہجری

[illegible]

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعُ اٰيٰتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۗ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۗ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۧ

سورۂ فاتحہ مکی ہے اور وہ کل سات آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(سب سے پہلے ہم بندگان عالی اقرار کرتے ہیں کہ) مستحق ستایش صرف (آپ کی ذات والاصفات ہی جس کا نام پاک) اللہ ہے (اور) جو کہ تمام اجناس عالم کا پروردگار (اور) نہایت مہربان (اور بڑا) رحمت والا (اور) جزا کے دن (یعنے یوم قیامت اور اُس کے تمام واقعات) کا مالک ہے (نیز ہم یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ آپ ہی ہمارے معبود اور متولی کار ہیں اور اس لئے) ہم صرف آپ ہی کی پرستش کرتے ... اور صرف آپ ہی سے (اپنی جملہ ضروریات میں) مدد چاہتے ہیں۔ (بعد بجا آوری مراتب عبودیت و بندگی ہم جناب عالی میں درخواست کرتے ہیں کہ) آپ (ہم غلاموں کو سیدھے راستہ سے نہ بھٹکنے دیجئے، اور) ہمیں سیدھے راستہ پر چلاتے رہئے (یعنے) اُن لوگوں کی راہ پر جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔ جو کہ نہ وہ لوگ ہیں جن پر (گمراہی کے ساتھ اُن کے ضد اور عناد کی وجہ سے) آپ کا غضب ہے (جیسے عمومًا یہود[عہ] یا اُن کے مثل دوسرے اور) اور نہ (صرف) گمراہ ہیں (جیسے عام طور پر نصاری۔ کہ اُن میں گمراہی ہے مگر یہود کا سا عناد نہیں۔ یا دوسرے لوگ جو گمراہی اور عدم عناد میں اُن کے مثل ہوں۔ بلکہ وہ ان دونوں قسم کے لوگوں سے الگ اور جداگانہ ہیں۔ اور وہ انبیاء و صدیقین و شہداء و صلحاء ہیں پس۔ حاصل درخواست یہ ہوا کہ ہم کو انبیاء و صدیقین وغیرہم کے رستہ پر رکھئے اور یہود و نصاری و امثالہم کی راہ پر نہ چلائے۔ اور عصاۃ مومنین جہت ایمان و طاعت سے انعمت علیہم میں اور جہت عصیان اور ترک طاعت سے مغضوب علیہم و الضالین میں داخل ہیں[عہ] فافہم اس سے ظاہر ہو گیا۔ کہ الحمد للہ ایک عرضی ہے۔ بندوں کی جانب اپنے شہنشاہ حقیقی کی جناب میں۔ جس کا مسودہ خود شہنشاہ حقیقی نے تیار کرکے اپنے بندوں کو عطا فرمایا ہے۔ جس میں سب سے پہلے حق تعالیٰ کی عظمت و جلالت کا اعتراف اور اُس کے بعد اپنی عبدیت و احتیاج کا اقرار اور اسکے بعد اپنے مطلب کا اظہار ہے اور اس کے مضمون سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ خلاصہ ہے تمام قرآن کا۔ اور مغز ہے تمام تعلیم کا۔ اس لئے قرآن میں اس کو سب سے پہلے رکھا گیا۔ تاکہ آئندہ جو کچھ کہا جاوے وہ اسی اجمال کی تفصیل ہو۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

عہ فیہ اشارۃ الی ان تقسیم المغضوب علیہم والضالین بالیہود والنصاری لیس علی وجہ الحصر بل علی سبیل التمثیل باعتبار الاغلب فافہم ۱۲ منہ

عہ مطلب یہ کہ ایمان و طاعت [illegible] ۱۲ اشرف علی

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَسِتٌّ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۚ فِيْهِ ۚ
هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا
رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ
وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ عَلٰى
هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ
اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۚ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ
غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

سورہ بقرہ مدنی ہے اور اس میں دو سو چھیاسی آیتیں ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ کتاب ایسی ہے جس میں (فی نفسہ) کوئی کھٹک (اور غلطی ان کی بات) نہیں (جیسا کہ اس میں منصفانہ طور پر غور کرنے والے پر ظاہر ہو جائے گا۔ اور آگے اس کی دلیل بھی آئے گی۔ اس لئے کسی کو اس کے ماننے میں تامل نہ ہونا چاہیئے۔ یہ کتاب) ایسے لوگوں کو (خدا کی نافرمانی سے بچنے کا) رستہ (اور طریق) بتانے والی ہے جو (اس کی نافرمانی سے) بچتے ہیں (خواہ وہ کافر ہوں یا مومن۔ کافروں کو یوں رستہ بتاتی ہے کہ وہ اُن کو ایمان کی تعلیم کرتی ہے۔ اور مومنوں کو یوں۔ کہ اُن کو فواحش اور منکرات سے روکتی ہے۔ اور ارتداد سے باز رہنے کی ہدایت کرتی ہے۔) جنکی یہ حالت ہے کہ وہ (اس کتاب کی ہدایت سے) چھپی ہوئی چیزوں پر یقین رکھتے۔ اور نمازوں کو باقاعدہ ادا کرتے اور جو کچھ ہمنے اُن کو دیا ہے اُس میں سے وہ (مصرف شرعی میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور جو کہ اس کتاب پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ جو آپ کی طرف اُتاری گئی ہے۔ اور اُن پر بھی جو آپ سے پہلے (دوسرے انبیاء کی طرف) اُتاری گئیں ہیں اور وہ آخرت پر (بھی) پورا یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ (جنکے اوصاف ابھی بیان کئے گئے ہیں) ہدایت پر ہیں (جو اُن کو) ان کے پروردگار کی جانب (اور اس کی توفیق اور فضل) سے (حاصل ہوئی ہے) اور یہ لوگ پورے کامیاب ہیں (اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ یا تو بالکل ناکام ہیں، جیسے کفار یا اُن کی کامیابی ناقص ہے۔ جیسے عصاۃ مومنین۔ یہ تو اُن لوگوں کا بیان تھا جو خدا کی نافرمانی سے بچنا چاہتے ہیں۔ اب اُن کی حالت سنو جو خدا کی نافرمانی سے نہیں بچنا چاہتے اور اُس سے قطعاً انکار کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ) بیقیناً جو لوگ (خدا کو ماننے سے قطعاً) منکر ہیں (اور کسیطرح ماننا نہیں چاہتے اُن کے لئے یہ کتاب ہرگز موجب ہدایت نہیں ہے۔ اور) خواہ تم اُن کو (اس کتاب کے ذریعہ سے) ڈراؤ یا نہ ڈراؤ۔ اُن کے لئے دونوں باتیں یکساں ہیں۔ وہ (کسی صورت سے) ایمان نہ لائیں گے۔ (متقین کی حالت کے خلاف اُن کی حالت یہ ہے کہ بجائے ہدایت پر ہونے کے خود اُن کی اختیاری بداعمالیوں کے نتیجہ میں) حق تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر مہر کر دی ہے (جس سے نہ وہ حق کو سمجھتے ہیں۔ اور نہ اُس کو سنتے ہیں)

اور اُن کی آنکھوں پر ایک قسم کا پردہ ہے (جس سے وہ حق کو نہیں دیکھ سکتے. اور چونکہ یہ مہر نتیجہ اور اثر ہے. اُن کی اختیاری بداعمالیوں کا اس لئے اس کے ذمہ دار وہ خود ہیں نہ کہ حق تعالیٰ) اور (بجائے کامیابی کے) اُن کے لئے بہت بڑی سزا ہے (یہاں تک عام کفار کا بیان تھا خواہ وہ مجاہر ہوں یا منافق. اب خصوصیت کیسا تھ اُنکی ایک نوع خاص کا بیان ہے جسکو منافق کہتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں.)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ يُخٰدِعُوْنَ
اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ
اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۗ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ
فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ
بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ
لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا
نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ
وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ
اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ
كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ
وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ
قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝
اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا
الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ
وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ
الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَاۗءَتْ
مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ
فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝ صُمٌّۢ بُكْمٌ
عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ اَوْ كَصَيِّبٍ
مِّنَ السَّمَاۗءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ

اور کچھ لوگ (ان کفار میں) ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا پر اور یوم آخر (قیامت) پر ایمان لے آئے حالانکہ وہ (درحقیقت) مومن نہیں ہیں. یہ لوگ (اپنے زعم میں) خدا تعالیٰ اور مومنین کو دھوکا دیتے ہیں. حالانکہ وہ (درحقیقت) بجز اپنے اور کسیکو دہوکا نہیں دیتے اور اُن کو (اس کا) احساس بھی نہیں (کہ یہ دہوکا خود ہم اپنے کو دے رہے ہیں اور اس کا ضرر خود ہمیں کو پہونچ رہا ہے) ان کے دلوں میں ایک بڑا روگ ہے سو خدا کرے ان کا روگ اور بڑھے (کیونکہ وہ علاج سے صرف غفلت ہی نہیں کرتے. بلکہ طبیب کے ساتھ عداوت اور اُس کے مشوروں کی مخالفت کرکے ترقی مرض میں کوشش کرتے ہیں.) اور ان کے لئے سزائے دردناک ہے اس لئے کہ وہ (اس قدر خطرناک فریب آمیز) جھوٹ بولا کرتے تھے. اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (ارے نادانو)

[illegible]

وَبَرْقٌ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

زمین میں فساد نہ کرو۔ (اور کفر کے مٹنے میں مزاحم نہ ہو) تو وہ (جواب میں) کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں (ہمارے فعل میں فساد کا احتمال بھی نہیں۔ یہ تمھارا قصور ہے کہ تم اصلاح کو فساد سمجھتے ہو اس لئے حقیقت میں مفسد تم ہو۔ نہ کہ ہم۔ سوائے مسلمانوں تم ان کی باتوں میں نہ آنا۔) دیکھو (ہم کہے دیتے ہیں کہ) بلاشبہ یہ ہی لوگ مفسد ہیں مگر انھیں اس کا احساس نہیں۔ اور جب[ع۵] ان سے کہا جاتا ہے کہ یوں ہی تم بھی ایمان لے آؤ۔ جیسے اور لوگ ایمان لے آئے (اور اپنے ظاہر و باطن کو یکساں کرلو۔ یہ بات بہت بری ہے کہ دل میں کچھ اور زبان پر کچھ) تو وہ (جواب میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم بھی یوں ہی ایمان لے آئیں جیسے وہ بے وقوف ایمان لے آئے (اور اس طرح اپنی بے وقوفی کا ثبوت دیں۔ سو) یاد رکھو (کہ یہ لوگ مسلمانوں کو بے وقوف بناتے ہیں اور واقعہ یہ ہے) کہ بلاشبہ یہ ہی لوگ بے وقوف ہیں۔ مگر (نادان ہیں اپنی بیوقوفی کو) جانتے نہیں اور جب یہ لوگ مومنین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اور جب تنہائی میں اپنے شریروں کے پاس جاتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمھارے ساتھ ہیں ہم تو (مسلمانوں سے) صرف تمسخر کرتے ہیں (اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ کیا تمسخر کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ تمسخر کر رہے ہیں اور انکو اس حالت میں چھوڑے ہوئے ہیں کہ وہ اپنی سرکشی میں حیران و سرگرداں ہیں (نہ اُن کو ہدایت ہی ہوتی ہے اور نہ عذاب ہی دیا جاتا ہے اس سے ان کی گمراہی اور بڑھتی ہے۔ اور

ع۵ واذا قیل لہم اٰمنوا کما اٰمن الناس کے متعلق یہ گفتگو ہے۔ کہ قائل کون ہے۔ سو چونکہ نصوص قرآنیہ میں جابجا منافقین کو ایمان لانے کا حکم ہے۔ جس کا حاصل یہی ہے کہ تم بھی دوسرے لوگوں کی طرح دل سے مسلمان ہو جاؤ۔ اور یہ ممکن ہے کہ وہ ان نصوص کے جواب میں آپس میں یہ کہتے ہوں کہ ایسی باتوں کا ماننا احمقوں کا کام ہے اور جن لوگوں نے ایسی باتوں کو مان لیا وہ بے وقوف تھے۔ پس ہم سے جو کہا جاتا ہے کہ تم بھی مان لو۔ تو کیا ہم بھی بے وقوف بن جائیں۔ اور ان کی طرح ان باتوں کو مان لیں۔ لہٰذا میرے نزدیک اقرب یہ ہے کہ اس کا فاعل اللہ تعالیٰ قرار دیا جاوے۔ اور اٰمنوا کما اٰمن الناس کو نقل بالمعنی کہا جاوے۔ چنانچہ نقل بالمعنی قرآن میں بکثرت ہے اس توجیہ پر ہمیں شان نزول۔ اور اس کے ثبوت و عدم ثبوت کی تحقیق اور اس پر سوال و جواب کی ضرورت نہیں رہتی۔ پس اگر درحقیقت کسی نے ان سے ایسا کہا ہو اور انھوں نے اس کو بھی وہی جواب دیا ہو۔ جو وہ نصوص داعیہ الی الایمان کے جواب میں کہا کرتے تھے۔ تو اس کے مزاحم نہیں۔ اور اگر کسی نے ان سے ایسا نہیں کہا۔ اور نہ انھوں نے کسی کو یہ جواب دیا۔ تو آیت کی تفسیر اس پر موقوف نہیں۔ واللہ اعلم۔ ۱۲ منہ

وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں اچھا کرتے ہیں۔ اور انجام یہ ہوگا کہ دفعۃً پکڑ لئے جائیں گے۔ یہ حقیقت ہے حق تعالیٰ کے استہزاء اور سخر کی۔ چونکہ منافقین نے اپنے اخفاء حال اور مسلمانوں کی مغالطہ دہی کو استہزاء سے تعبیر کیا تھا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے اخفائے حقیقت اور منافقین کے مغالطہ میں رکھنے کو انہی کے طرز پر استہزاء سے تعبیر کر دیا۔ پس یہ وہ استہزا نہیں ہے جو شرارت و چھچھورپن سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ کفار قرآن پر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ خوب سمجھ لو) یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی لے لی جس کا نتیجہ[عـه] یہ ہوا۔ کہ ان کو اس تجارت میں نفع نہ ہوا (بلکہ سراسر ٹوٹا ہوا۔) اور نہ وہ سیدھی راہ پر چلنے والے ہوئے (کیونکہ سیدھا اور صحیح راستہ یہ تھا کہ وہ گمراہی چھوڑ کر ہدایت اختیار کرتے۔ مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ برعکس کیا) ان لوگوں کی حالت ایسی ہے جیسے اُس شخص کی حالت جس نے (روشنی کے لئے) آگ جلائی ہو پھر جب اُس نے (جلکر) اُس کے اردگرد کی اشیاء کو روشن کر دیا ہو تو حق تعالیٰ نے اُن کی (آنکھ کی) روشنی سلب کر لی ہو اور اُن کو اندھیرے میں اس حالت میں چھوڑ دیا ہو کہ وہ (سابق کی طرح) کچھ نہ دیکھ سکتے ہوں (حاصل تمثیل یہ ہے کہ جس طرح آگ کی روشنی بلا نور بصر غیر مفید ہے۔ یوں ہی روشنی اقرار توحید و رسالت وغیرہ بلا نور بصیرت غیر نافع ہے۔ اس لئے ان منافقین کا ایمان لانا ایسا ہے۔ جیسا کہ اس آگ روشن کرنے والے کا آگ جلانا۔ واللہ اعلم۔ اب سُنو کہ اس تذکیر کا مقتضا یہ تھا کہ یہ لوگ اپنے نفاق سے باز آجاتے مگر یہ تو اُس وقت ہو سکتا ہے۔ جبکہ یہ لوگ گوش حق نیوش زبان حق گو چشم حق بیں رکھتے ہوں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ لوگ) بہرے گونگے اندھے ہیں۔ اس لئے (اپنی روش سے) نہیں پھرتے (خیر یہ مضمون[عـه] تو بطور جملہ معترضہ کے تھا۔ اب دوسری تمثیل سنو) یا (دوسرے عنوان سے یوں کہو کہ اُن کی حالت ایسی ہے) جیسے یہ حالت کہ آسمان سے دھواں دار مینہ برس رہا ہے اس میں متعدد تاریکیاں بھی ہیں۔ اور گرج بھی اور بجلی بھی۔ لوگ کڑک بجلیوں کے سبب۔ موت سے بچنے کے لئے اپنے کانوں میں انگلیاں دے رہے ہیں۔ (ابھی تمثیل پوری نہیں ہوئی۔ اس کا تتمہ آگے آتا ہے یہاں چونکہ موت سے ڈرنے کا ذکر آگیا تھا اور موت سے ڈرنا اصالۃً کفار کا شیوہ ہے۔ گو جس طرح اور بعض اوصاف کفار مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں یوں ہی اگر خوف موت بھی ان میں پایا جاوے تو مضر نہیں۔ اس لئے حق تعالیٰ کفار کو دھمکاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ وہ موت سے بچنا چاہتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کفار کو گھیرے ہوئے ہیں (اس لئے ان کا موت سے ڈرنا کچھ نافع نہیں۔ اس استطرادی مضمون کے بعد حق تعالیٰ تمثیل کی تکمیل فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں) بجلی کی یہ حالت ہے کہ نگاہوں کو اچکے لیتی ہے (لوگوں کی یہ حالت ہے کہ) جب (بجلی کے چمکنے سے) اُن کے لئے روشنی ہو جاتی ہے تو وہ اس (روشنی) میں چلنے لگتے ہیں۔ اور جب ان پر تاریکی چھا جاتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (یہاں تک تمثیل پوری ہوگئی۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح بارش والے آدمی ایک ایسی حالت میں تھے جس کے بعض اجزاء ناگوار تھے۔

عـه مستفاد من فاء التفریع۔ ۱۲ حضرت مولانا۔ عـه یعنے صم بکم کا۔ ۱۲ حضرت مولانا مدظلہم العالی۔

جیسے ظلمات و رعد و صواعق۔ اور بعض من وجہ خوشگوار۔ اور من وجہ ناگوار جیسے بجلی کی روشنی کہ وہ اضاءۃ طریق کی حیثیت سے خوشگوار ہے اور خطف بصر کے احتمال سے ناگوار۔ یونہی منافقین بھی ظاہری اسلام لاکر ایسی ہی حالت میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ اسلام فی نفسہ اُن کی نظر میں مکروہ ہے۔ مگر چونکہ وہ ذریعہ ہے حفظ جان و مال اور منافع مالیہ کا اس لئے وہ مرغوب بھی ہے۔ سو جب تک یہ منافع ان کے پیش نظر رہتے ہیں اُس وقت تک وہ اس پر بادل ناخواستہ عمل کرتے ہیں اور جہاں وہ منافع نظر سے غائب ہوئے۔ وہ رک گئے واللہ اعلم۔ بمرادہ آگے بطور جملہ معترضہ کے استطراداً فرماتے ہیں۔ کہ سمع و بصر جس سے نافع و ضار کا ادراک ہوتا ہے حق تعالیٰ کا ایک انعام ہے جس پر وہ مستحق شکر ہے۔ کیونکہ اگر وہ چاہتا تو اُن کو سمع و بصر ابتداءً ہی سے نہ دیتا۔) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اُن سے کان اور آنکھیں (دینے کے بعد) چھین لیتا (کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (اور کوئی چیز اُس کی قدرت سے باہر نہیں۔ لہذا حق تعالیٰ دو وجہ سے مستحق شکر ہیں اول یہ کہ انھوں نے اُن کو کان اور آنکھیں دیں دوسرا اسلئے کہ ان کو ان سے چھینا نہیں۔ اور منافقین دو وجہ سے قابل ملامت ہیں۔ ایک اس لئے کہ انھوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا دوسرا اسلئے کہ انھوں نے ان کا غلط استعمال کیا۔ اور نافع کو ضار اور ضار کو نافع سمجھا۔ واللہ اعلم۔ اس استطرادی مضمون کے بعد حق تعالیٰ پھر اصلی مقصود کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي
خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُونَ ۙ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ
فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ
مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ
فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝
وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ
عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ ص

اے لوگو (ہم تم کو بتلا چکے ہیں۔ کہ یہ کتاب ایسی ہے۔ کہ اس میں کوئی کھٹکے کی بات نہیں۔ اور وہ خدا کی نافرمانی سے بچنے والوں کو خدا کی نافرمانی سے بچنے کی صحیح رہنمائی کرتی ہے لہذا تم اس کتاب کو مانکر اور اسکی ہدایتوں پر عمل کر کے) اپنے اس پروردگار کی پرستش کرو جس نے تم کو بھی پیدا کیا۔ اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی (اور اسلئے وہ تمہاری عبادت کا بھی حقدار ہے اور تم سے پہلے لوگوں کی عبادت کا بھی جنکی تقلید میں تم گمراہ ہو رہے ہو) امید[ع] ہے کہ تم (کلا یا بعضا

عہ قرآن چونکہ عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ اس لئے اہل زبان کے طرز ادا اور اُن کے محاورات کی موافقت ضروری ہے۔ اور چونکہ ترغیب کے موقع پر اہل زبان امید ہے۔ اور کیا عجب ہے۔ اور کچھ تعجب نہیں۔ عجب نہیں وغیرہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے قرآن میں بھی ایسے عنوان اختیار کئے گئے ہیں۔ ورنہ حق تعالیٰ کے نزدیک کوئی شے غالب الوجود۔ اور محتمل العدم نہیں۔ کہ اس کے لئے لعل کے استعمال کی ضرورت ہو۔ ۱۲ منہ

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا
وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا
النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ
وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ
كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ
قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ
وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ
مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا
بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ
اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا
وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ
اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ
عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪
وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ
وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ
بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ
يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ
جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ
فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اس کی نافرمانی ہے) پرہیز کروگے وہ خدا وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اُس سے تمھارے لیے پھلوں کی غذا پیدا کی (سو اس کا اتنا بڑا منعم ہونا مقتضی ہے اس کی نافرمانی سے بچنے کو) سو (جب واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ خالق و منعم ہونے کی حیثیت سے اس کا مستحق ہے کہ اُس کی نافرمانی سے احتراز کیا جاوے تو) تم کو چاہیے کہ جان بوجھ کر خدا کے لیے شریک بناؤ (جو جز ہے نافرمانی کی۔ اور جو تمام نافرمانیوں سے زیادہ واجب الترک ہے۔ جب تم اس کو چھوڑ دوگے تو دوسری نافرمانیوں کا چھوڑنا آسان ہو جاوے گا یہاں تک کہ اجمالی طور پر عبادت خداوندی کا عقلاً واجب ہونا بیان کیا گیا تھا۔ اب اُس تفصیلی عبادت کا وجوب ثابت کرتے ہیں جس کی طرف قرآن رہنمائی کرتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اور اگر تم اُس (کتاب) کی طرف سے کسی خلجان میں (مبتلا) ہو جس کو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کیا ہے (اور تم کو یہ خیال ہو کہ نہیں معلوم یہ خدا کی کتاب ہے یا محمدؐ نے بنا لی ہے) تو (اس خلجان کا دفعیہ یوں ہو سکتا ہے کہ تم ایسی ہی کتاب (بنا کر اُس) میں سے (کم از کم) ایک سورت پیش کرو۔ اور خدا کے علاوہ جو تمھارے مددگار ہیں (یعنی بت وغیرہ) انکو بھی بلا لو۔ اگر تم سچے ہو (کہ یہ کتاب خدا کی نہیں۔ بلکہ محمدؐ نے از خود بنا لی ہے۔ کیونکہ جب یہ مان لیا جاوے۔ کہ محمدؐ نبی نہیں تو اس صورت میں تم میں اور اُن میں کوئی

فرق نہیں. لہذا جب وہ کوئی کام تنہا اپنی ذاتی لیاقت اور قابلیت سے کر سکتے ہیں. تو تم اُسی کام کو بحیثیت مجموعی بالاولی کر سکتے ہو.) اب (اگر تم کوئی سورت لے آؤ تب تو قصہ ہی ختم ہے اور) اگر تم (ایسا) نہ کر سکو اور (ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ تم ہرگز نہ کر سکو گے. تو تم کو چاہئے کہ (اس کا انکار نہ کرو اور اس طرح) اس آگ سے بچو جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں. (کیونکہ) وہ (آگ) تیار کی جاچکی ہے کافروں کے لئے (اور ان کا اُس میں داخل ہونا ضرور حتمی ہے) ف گو بہت سے عصاۃ مومنین بھی دوزخ میں جائیں گے. مگر کفار کی تخصیص دو وجہ سے کی گئی ہے. اول اس لئے کہ اس باب میں کفار اصل ہیں. اور عصاۃ کا دخول اُن کے تشبہ اور اُن کے بعض اخلاق کے ساتھ اتصاف کے سبب ہے. دوسرے اس لئے کہ اس مقام پر مخاطب کفار ہی ہیں. اس لئے کفار کی تصریح ابلغ فی التہدید ہے. ۱۲ھ. خیر اے رسول تم کفار کو یہ دھمکی سنا دو) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے. اُن کو یہ خوشخبری دو کہ اُن کے لئے (ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کے صلہ میں) ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں. (اُن باغات میں ان کی یہ حالت ہوگی کہ) جب کبھی بھی ان کو ان میں سے کسی پھل کی غذا دی جاوے گی وہ یہ ہی کہیں گے. کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے (دنیا میں)عـہ دی گئی تھی. اور وہ (غذا) اُن کے پاس (پہلی غذاؤں سے) ملتی جلتی لائی جائے گی. (ف حکمت اس میں یہ ہے کہ آدمی جس چیز کے مزہ سے واقف نہیں ہوتا. تو نہ تو اُس کی طرف ابتداءً اُسے رغبت ہوتی ہے. اور نہ اُس کے ملنے سے اُسے کوئی خوشی ہوتی ہے. تجربہ کے بعد رغبت و فرحت کا پیدا ہو جانا دوسری بات ہے. پس جبکہ نعمائے جنت نعمائے دنیوی کی صورۃً مشابہ ہونگی تو اُن کے ملنے سے اہل جنت کو ابتداءً بھی خوشی ہوگی. اور جب وہ اُن کی لذت کو نعمائے دنیویہ کی لذت سے کہیں بڑھکر پائیں گے تب تو اُن کی خوشی کی کوئی انتہا ہی نہ ہوگی. ۱۲ھ

خیر چونکہ اس مقام پر اس دعوی کا اثبات تھا. کہ قرآن خدا کی کتاب ہے. اور انذار کفار و تبشیر مومنین استطرادی مضمون تھے. اور کسی مدعا کا اثبات دو باتوں پر موقوف ہے. اول اقامت دلیل من جانب المدعی. دوسرے ازالہ شبہات خصم. اور اس جگہ امر اول سے فراغت ہو چکی ہے. اس لئے حق تعالی مخالفین کے ایک اعتراض کی لغویت ظاہر فرماتے ہیں. حاصل اعتراض یہ تھا. کہ قرآن خدا کا کلام نہیں ہو سکتا. کیونکہ اس میں مکھی اور مکڑی کی ذلیل مثالیں بھی ہیں. اور خدا کی شان اس سے ارفع ہے کہ ایسی مثالیں بیان کرے اور اس مضمون کو انھوں نے اس عنوان سے بیان کیا تھا کہ محمد کے خدا کو شرم نہیں آتی کہ وہ مکھی اور مکڑی کی مثالیں بیان کرتا ہے اور اس اعتراض کو حق تعالے یوں رد فرماتے ہیں کہ) بیشک اللہ کو اس بات سے کچھ شرم نہیں آتی. کہ کوئی مثل بھی بیان کرے مچھر ہو یا اس سے بھی بڑھکر ہو (کیونکہ مثال میں ممثل لہ کی حالت دیکھی جاتی ہے. نہ کہ مثال بیان

عـہ کلمات کے عموم نے مجھے اسی تاویل کے صحت کی طرف رہنمائی کی تھی. بعد کو تفسیر ابن جریر کے دیکھنے سے اسکی تائید ہوگئی کیونکہ اس میں بھی اس کو ترجیح دی گئی ہے. ۱۲ منہ.

کرنے والے کی شان. پس ممثل لہ کی حالت کو نہ دیکھنا. اور مثال بیان کرنے والے کی حالت کو دیکھنا. سراسر جہل یا عناد ہے یہ تو واقعہ تھا. کہ فی الحقیقت خدا کو ایسی مثالوں کے بیان کرنے میں کچھ شرم نہیں. کیونکہ یہ کوئی شرم کی بات ہی نہیں. اب ان مثالوں کا مختلف قسم کے لوگوں پر مختلف اثر بیان کرتے ہیں. اور فرماتے ہیں) پھر (جبکہ حق تعالیٰ ایسی مثالیں بیان فرماتے ہیں تو) مومنین تو (ان کی نسبت) جانتے ہیں. کہ وہ بالکل ٹھیک (اور) اُن کے پروردگار کی جانب سے ہے. رہے وہ لوگ جو کافر ہیں. سو وہ کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ کی اس حقیر مثال سے کیا غرض ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ کچھ نہیں ہو سکتی. اس لئے ظاہر ہے کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتا. اب ہم بتلاتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا اس سے کیا مقصود ہے سو وہ مقصود یہ ہے کہ) وہ بہت سوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے. اور بہت سوں کو اس سے ہدایت کرتا ہے. اور گمراہ صرف اُنہی عدول حکمی کرنے والوں کو کرتا ہے جو خدا کے معاہدہ کو اس کے استحکام کے بعد توڑتے. اور جس کے جوڑنے کا اُس نے حکم دیا ہے اُس کو قطع کرتے اور زمین میں فساد کرتے ہیں. (کیونکہ یہ لوگ بوجہ جرائم پیشہ ہونے کے امر حق سے عناداً انکار کرتے ہیں. اور اس میں خواہ مخواہ کی نکتہ چینیاں کرتے اور گمراہ ہوتے ہیں. یہاں تک ان کے اعتراض کا جواب دیکر اپنے دعوی کو بالکل مدلل کر دیا. اب بطور جملہ معترضہ کے فرماتے ہیں. کہ.) یہ لوگ گھاٹے میں ہیں (کیونکہ ان شرارتوں کا نتیجہ سوائے سخت سزا کے اور کیا ہو سکتا ہے. ان ضمنی مضامین کے بعد حق تعالیٰ پھر اُس مضمون کو بیان فرماتے ہیں جس کو یایہا الناس اعبدوا میں بیان فرمایا تھا. اور فرماتے ہیں) اور تم خدا کو کیسے نہیں مانتے (اور اُس کی عبادت کیسے نہیں کرتے) حالانکہ (اول) تم بیجان تھے. پھر اُس نے تمہیں جاندار بنایا. وہ اس کے بعد پھر تم کو بے جان کریگا. اس کے بعد (قیامت میں) پھر تم کو جاندار بنائے گا. اُس کے بعد تم اُسی کے حضور میں لائے جاؤ گے. (یہ واقعات ایسے نہیں ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے تم کو کفر کی گنجائش ہو. کیونکہ اول تو خدا تمہارا منعم ہے. اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ تم اُس کی مخالفت سے شرماؤ. دوسرے وہ تم پر پوری قدرت رکھتا ہے. اس کا مقتضا یہ ہے کہ تم اس سے ڈرو. تیسرے اُس منعم اور صاحب قدرت کے روبرو تم کو جانا ہے. پھر اُس کی مخالفت کرکے تم کس منہ سے اُس کے سامنے جاؤ گے. اور جانے کے بعد تم کو اُس سے کس قسم کے سلوک کی توقع ہو سکتی ہے بجز سزا کے. اور کسی کی بھی نہیں تو پھر تم کو کفر کی کہاں گنجائش ہے) وہ (خدا جس کی تم مخالفت کرتے ہو) وہی تو ہے جس نے (اولاً ع) زمین کی کل چیزوں کو تمہارے لئے پیدا کیا (جس سے وہ تمہارا منعم ٹھیرا) پھر آسمان

ع اُن آیات میں جن میں ترتیب خلق ارض سماء کا ذکر ہے. غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اول زمین کا مادہ بنایا گیا. اُس کے بعد بصورت دخان آسمان کا مادہ. پھر زمین کے مادہ کو موجودہ صورت پہنائی گئی. اور اس پر پہاڑ وغیرہ بنائے گئے. پھر مادہ آسمان سے سات آسمان بنائے گئے. واللہ اعلم.

ہذا ملخص ما فی بیان القرآن.

کی طرف توجہ کی۔ تو اُن کو سات آسمان مکمل کر دیا (جس سے اُس کا کمال قدرت ظاہر ہوتا ہے) اور وہ ہر چیز جانتا بھی ہے۔ (جس میں تمہارے افعال بھی ہیں۔ پھر ایسے کامل الانعام کامل القدرت کامل العلم خدا کی مخالفت کیونکر معقول ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو تم کو صرف خدا کی پرستش کرنا چاہیئے۔ اور شرک و کفر و معصیت سے توبہ کرنی چاہیئے۔ یہاں تک اُن امور کا بیان تھا جو مانع کفر ہیں اس کے بعد حق تعالیٰ ایک قصہ بیان فرماتے ہیں جو متعدد وجوہ سے قبح کفر پر دلالت کرتا ہے۔ اولاً اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مطلقاً خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ اور نائب کا کام اپنے منیب کی اطاعت ہے نہ کہ اُس سے بغاوت۔ ثانیاً اس لئے کہ حق تعالیٰ نے آدمیوں کے باپ آدم علیہ السلام کو کمال علم عطا کیا جو کہ وراثۃً اُن کی اولاد کو پہونچا۔ یہ انعام موجب شکر اور مانع کفر ہے۔ ثالثاً اس لئے کہ حق تعالیٰ نے ان کے باپ کو مسجود ملائکہ بنایا۔ جسکا شکر اُن پر اور اُن کی اولاد پر واجب ہے۔ لہذا وہ بھی مانع کفر ہے۔ رابعاً اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس کو امر خداوندی کے معارضہ میں لعنت ابدی کی سزا دی گئی۔ پس جبکہ ایک حکم کا معارضہ اس قدر سزا کا موجب ہوا۔ تو کفر و شرک جو سراسر طغیان و سرکشی ہے کس قدر سزا کا موجب ہوگا۔ اس لئے کفر کی کسی طرح گنجایش نہیں ہو سکتی۔ خامساً اس لئے کہ آدمیوں کے باپ آدم علیہ السلام پر ایک ایسے جرم پر مواخذہ کیا گیا جس میں اُنھوں نے صرف تدبیر سے کام نہ لیا تھا۔ اور عمداً مخالفت مقصود نہ تھی۔ تو اُن کی اولاد کے لئے کفر سا شدید جرم کیونکر جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔
سادساً اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ہی میں حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور اُن کے ذریعہ سے اُن کی اولاد کو وجوب طاعت اور عدم جواز معصیت کا حکم سنا دیا تھا اور دونوں کے نتائج بتلا دیئے تھے۔ پھر کفر کی کیسے گنجایش رہ سکتی ہے۔ الی غیر ذلک۔ اب وہ قصہ سنو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔)

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰۗئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَاۗءِ هٰٓؤُلَاۗءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ

عــہ جس وقت ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ ہم زمین میں اپنا ایک نائب بنانیوالے ہیں۔ تو انھوں نے (جواب میں) کہا تھا کہ آپ ایسوں کو نائب بناتے ہیں جو اس میں فساد کریں اور خونریزی کریں۔ (ف۔ فرشتوں کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نیابت خداوندی ہر فرد بشر کے لئے حاصل ہے اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں کیونکہ نہ آدم علیہ السلام نے کبھی فساد کیا اور نہ خونریزی کی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے

عــہ اذ ظرف لقول قالوا۔ ولا حاجۃ الی تقدیر اذکر۔ ۱۲ منہ۔

الْحَكِيمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ
فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ
اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا
كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ
اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝
وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ
الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا
وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ
الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ
عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا
اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ
وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ
اِلٰى حِيْنٍ ۝ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ
كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ ۝ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا
فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ
هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ۝

بعض افراد نے خلافت کا کام صحیح طور پر انجام دیا اور بعض افراد نے اپنے منیب کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کر دیا جس کی وہ سزا پائیں گے۔ بہرحال نفس خلافت جس سے مراد ہے زمین میں دوسرے مخلوقات پر خود مختارانہ تصرف وہ ہر فرد بشر کے لئے حاصل ہے۔ اور اس جگہ خلافت سے خلافت شرعی مراد نہیں ہے. جو کہ مسلمانوں کے ساتھ مخصوص۔ اور ان میں بھی سب کو نہیں. بلکہ بعض افراد کو حاصل ہوتی ہے۔ جیسے۔ ابو بکر رضؓ صدیق عمرؓ فاروق وغیرہما۔ آج کل کے اہل علم اس مسئلہ میں بہت خبط کرتے ہیں۔ اور اس خلیفہ سے خلیفہ باصطلاح شرعی مراد لیکر کچھ کا کچھ ہانکتے ہیں خوب سمجھ لو اھ) حالانکہم بحمد اللہ آپ کی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں (اور ہم کو نہ فساد سے سروکار ہے۔ نہ خونریزی سے مطلب اور اس لئے ہمارے ہوتے ہوئے ایسے خلیفہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی. (ف. یہ بیان فرشتوں کا نہ حسد سے تھا۔ اور نہ حق تعالیٰ کو رائے دینا مقصود تھا۔ اور نہ اپنا استحقاق خلافت جتانا مد نظر تھا۔ بلکہ صرف اپنے قصور کا اظہار اور استفادہ علم مد نظر تھا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ کا فعل تو حکمت پر مبنی ۔اور بالکل صحیح ہے مگر ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ایسی حالت میں

انسان کو پیدا کرنے اور اس کے خلیفہ بنانے میں کیا مصلحت ہے اور وہ باوجود ان اوصاف کے کیوں اس منصب کا مستحق ہے۔ اھ غیر ان کے جواب میں) حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (اور عنقریب وہ بات مجملاً تم کو بھی معلوم ہو جائے گی۔ حق تعالیٰ نے فرشتوں کو تو یہ جواب دیا) اور آدم علیہ السلام کو (بوجہ اس خاص استعداد کے جو بوجہ خاصہ نوع انسانی ہونے کے ان میں موجود تھی۔ اور فرشتوں میں موجود نہ تھی۔) تمام نام (جن سے ضرورت خلافت متعلق تھی) سکھلا دئے اور (مسمیات کی طرف اشارہ کرکے) فرمایا

کہ اگر تم (اپنے اس بیان میں) سچے ہو (کہ ہمارے ہوتے ہوئے ایسے خلیفہ کی ضرورت نہیں ہے) تو ان چیزوں کے نام بتلاؤ۔ اُنھوں نے (جواب میں) کہا کہ ہم تنزیہ کرتے ہیں آپ کی (جملہ قبائح سے) ہمیں تو کچھ بھی علم نہیں بجز اس کے جو آپ نے ہماری قابلیت کے موافق) ہمکو تعلیم کیا ہے (اس لئے ہم نہیں بتلا سکتے اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ) بیشک آپ ہی کامل العلم والحکمۃ ہیں (اس لئے نہ آپ پر نقصان علم کا شبہ ہو سکتا ہے نہ قصور حکمت کا۔ جیسا کہ ہماری بیان کے ظاہر سے مفہوم ہوتا ہے۔ ہمارا مقصود صرف اپنے قصور علم کا اظہار اور اپنے شبہ کا ازالہ تھا۔ جب فرشتوں نے اپنے قصور علم کا صاف لفظوں میں اقرار کرلیا تو) حق تعالیٰ نے (فرشتوں کے کشف شبہ کے لئے) فرمایا کہ اے آدم تم ان کو ان کے نام بتاؤ (اس پر انھوں نے ان کے نام بتلائے۔) پس جبکہ وہ ان کو ان کے نام بتا چکے (اور ان کا کمال علمی اور اپنا قصور علم فرشتوں پر ظاہر ہوگیا اور ان کے شبہ کا جواب ان کو مل گیا) تو (مزید تاکید کے لئے) حق تعالیٰ نے (فرشتوں سے) فرمایا کہ (کیوں) کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا۔ کہ میں تمام مغیبات آسمان و زمین کو جانتا ہوں (اور اس لئے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ انسان باوجود فساد فی الارض اور خونریزی کے بھی مستحق خلافت ہے) اور میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جن کو اب تم ظاہر کرتے ہو اور جن کو تم پہلے ظاہر نہ کرتے تھے (مثلاً فرشتوں کا یہ کہنا کہ لا علم لنا الا ما علمتنا اور یہ کہنا کہ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ پس اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں بتغیر عنوان اسی مضمون کا اعادہ ہے جس کو پہلے اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کے عنوان سے ظاہر فرمایا تھا اور وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ میں فرشتوں کے اس بیان کی تصدیق ہے کہ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ یہاں تک آدم علیہ السلام کے قصہ کا ایک حصہ ..... مذکور ہوا ہے۔ اُس کے بعد حق تعالےٰ اُس کا دوسرا حصہ بیان فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں) اور جس وقت[عہ] ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کے لئے (تعظیمی) سجدہ کرو۔ تو بجز ابلیس کے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اُس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا۔ اور کافروں میں سے ہوگیا۔ (ف۔ مرزا غلام احمد کی لاہوری پارٹی نے کفر کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک کفر اصلی دوسرا کفر فرعی کفر اصلی وہ اس کو کہتے ہیں۔ کہ آدمی سرے سے اسلام ہی کو نہ مانے۔ اور کفر فرعی کے یہ معنے بتلاتے ہیں۔ کہ اسلام کے کسی خاص حکم کو نہ مانے۔ اور دونوں کفروں کے حکم میں فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ اول قسم کے کافر پر احکام کفار نافذ ہوں گے۔ اور دوسرے قسم کے کافر کو مسلمان کہیں گے۔ ان کو اس واقعہ سے سبق لینا چاہئے کہ شیطان نے توحید وغیرہ کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ صرف سجدۂ آدم سے انکار کیا ہے۔ جو ایک فرعی حکم ہے۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے اس کو انکار پر کافر قرار دیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خدا کے ایک حکم قطعی کا انکار بھی ویسا ہی کفر ہے جیسا اُس کے تمام احکام کا انکار۔ اور یہ تقسیم ان کا صریح مغالطہ ہے۔ خوب سمجھ لو) اور ہم نے (آدم سے)

عہ اقول العامل فی قولہ اذ قلنا قولہ فسجدوا والفاء زائدۃ بلبلۃ لالۃ علی ترتب السجود علی القول کترتب الجزاء علی الشرط ۱۲ منہ

کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی (دونوں) جنت میں رہو اور جہاں چاہو خوب کھاؤ۔ (کوئی روک ٹوک نہیں) اور (ایک درخت کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ) اس درخت کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ اور اس کے پاس پھٹک کر اُن لوگوں میں سے نہ ہو جانا جو اپنا نقصان کر لیتے ہیں۔ سو شیطان نے (اُن کو بہشت میں نہ جمنے دیا۔ اور) اُن کو اس سے پھسلا دیا۔ اور جس چمن میں وہ تھے اُس میں سے اُن کو نکالدیا۔ع اور ہم نے ان سے کہا کہ تم سب نیچے اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو (اور اس لئے اس قابل نہیں ہو کہ یہاں رہو۔ کیونکہ جنت محل شر و فساد و بغض و عناد نہیں (ف۔ چونکہ شیطان پیشتر آسمان سے اُتارا جا چکا ہے۔ جیسا کہ سورۂ المص کے فقرہ قال فاھبط منھا سے ظاہر ہے۔ اس لئے یوں کہا جاوے گا کہ ابھی شیطان کا جنت سے بالکل قطع تعلق نہ ہوا تھا۔ جیسا کہ اُس کے وسوسہ سے ظاہر ہے۔ بلکہ اس وقت تک باوجود قیام فی الارض کے جنت اور آسمانوں میں آمد و رفت باقی تھی۔ جیسے بعض اس کے قائل بھی ہوئے ہیں۔ پس حکم المص جلاوطنی سے متعلق ہے۔ اور یہ

عہ اس مضمون کو اس جگہ مجملاً بیان فرمایا ہے اور دوسری جگہ اس کی یوں تفصیل فرمائی ہے کہ شیطان نے اُن سے کہا کہ اس درخت کے کھانے سے آدمی فنا سے بے خطر ہو جاتا ہے۔ یا فرشتہ ہو جاتا ہے۔ اور خدا نے تمھیں اس درخت کے کھانے سے اس لئے منع فرمایا تھا۔ کہ تم فرشتہ یا فنا سے محفوظ نہ ہو جاؤ۔ لہذا میں تمھیں خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ تمھارا اس کے کھانے میں سراسر نفع ہے اور تم اسے کھا لو اور اس پر قسم بھی کھائی۔ اس قدر مضمون منصوص ہے اور اس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُنھوں نے محض طمع ملکیت یا خلود کے لئے یہ فعل کیا۔ اور یہ خیال ان پر اس قدر غالب ہوا کہ نہ انکو یہ یاد رہا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے کہا ہے کہ شیطان تمھارا دشمن ہے۔ اور نہ اس طرف التفات کیا کہ خدا نے مجھے منع کیا ہے اور یہ مدعی خیر خواہی بھی تسلیم کرتا ہے کہ خدا نے تمھیں اس سے منع کیا ہے۔ اور نہ اس پہلو پر نظر گئی۔ کہ شیطان کے تعلیم کا حاصل یہ ہے کہ خدا نے تمھاری بد خواہی کی کہ تمھیں ایسے فعل سے روکا جس میں تمھارا نفع تھا۔ اور میں تمھارا خیر خواہ ہوں کہ تمھیں نفع کی بات بتلاتا ہوں۔ الغرض طمع ملکیت یا خلود کے سبب یہ تمام پہلو ان کی نظر سے غائب ہو گئے۔ اور بحکم بدوزد طمع دیدہ ہوشمند اس فعل منہی عنہ کا ارتکاب کر لیا۔ جس کی اُن کو سزا دی گئی اور تنبیہ میں ان کو انہی باتوں کی طرف متوجہ کیا گیا۔ جنکو انھوں نے نظرانداز کر دیا تھا۔ یعنے فرمایا کہ کیا میں نے تمھیں اس کام سے منع نہ کیا تھا۔ اور کیا میں نے نہ کہا تھا کہ شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے تم نے ان باتوں کو پیش نظر کیوں نہ رکھا اور کیوں اُس کی باتوں میں آگئے۔ پس حاصل تحقیق یہ ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے اس زلت کا صدور عدم تدبر سے ہوا نہ کہ تعمد مخالفت سے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ایک تقریر سنتا ہے اور اسکے بعض اہم اجزاء پر نظر ہونیکی وجہ سے اُسکے تمام پہلو و نیز نظر نہیں کرتا اسلئے گو سننے میں کل مضمون آجاتا ہے مگر بعض اجزاء التفات سے رہ جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ۱۲ منہ

یہ حکم عارضی دخول سے جیسے کسیکو شہر بدر کردیا جاوے مگر آنے جانے کی ممانعت نہ کی جاوے۔ لیکن اگر وہ اس کے بعد بھی شر پھیلاوے تو اُس کو وہاں سے نکلوادیا جاوے۔ اور داخلہ بھی بند کردیا جاوے اھ) اور تم کو ایک عرصہ تک زمین میں رہنا اور کام چلانا ہے۔ اُس کے بعد آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمے حاصل کئے (جن کے ذریعہ سے اُنھوں نے معذرت کی۔ اور وہ کلمات یہ تھے۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین) اس پر اس نے ان پر پھر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی (کیوں نہ ہو) واقعی وہ بڑی رحمت کے ساتھ توجہ فرمانے والے اور بڑے ہی مہربان ہیں (ہاں تو) ہم نے (ان سے) کہدیا کہ تم سب جنت سے نیچے چلے جاؤ (اور اس کے ساتھ یہ بھی کہدیا کہ) اس کے بعد اگر تمھارے پاس میری جانب سے کبھی کوئی ہدایت آوے تو (تم میں سے) جو میری ہدایت کا اتباع کریں گے سو اُن پر نہ تو کسی قسم کا اندیشہ ہوگا۔ اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ اور جنھوں نے اس کے ماننے سے انکار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ دوزخی ہوں گے (بایں معنی کہ) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (یہانتک بلا تخصیص تمام کفار کو خطاب تھا۔ آگے خاص بنی اسرائیل کو خطاب فرماتے ہیں۔ جو کہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اور وجہ تخصیص یہ کہ ان پر حق تعالیٰ کے انعامات بھی بکثرت تھے۔ اور اہل علم اور اہل کتاب ہونے کی وجہ سے اُن میں اس کی اہلیت بھی زیادہ تھی کہ وہ یہ سمجھیں کہ واقعی یہ کتاب اللہ ہے اور ان کے اس کے قبول کرلینے سے جاہلوں پر اثر پڑنے کی بھی توقع تھی اس لئے اُن کی اصلاح کی طرف خاص طور پر توجہ کی گئی اور بہت دور تک اُن سے خطاب کیا گیا۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سُنو حق تعالیٰ فرماتے ہیں)

یٰبَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَہۡدِیۡٓ اُوۡفِ بِعَہۡدِکُمۡ ۚ وَاِیَّایَ فَارۡہَبُوۡنِ ۝ وَاٰمِنُوۡا بِمَآ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمۡ وَلَا تَکُوۡنُوۡٓا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِہٖ ۪ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۫ وَّاِیَّایَ فَاتَّقُوۡنِ ۝ وَلَا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَکۡتُمُوا الۡحَقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ ۝ اَتَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبِرِّ وَتَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡکِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝	اے اولاد یعقوب تم میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی ہے (جس کو تم جانتے ہو) اور میرے معاہدہ کو پورا کرو (جسکا تم کو علم ہے) میں تمھارے معاہدہ کو پورا کروں گا۔ اور صرف مجھ سے ڈرو (اور اس کا خیال نہ کرو کہ حق کے قبول کرنے سے ہمارے جاہ و مال میں خلل آجائیگا یا ہمارے دوست آشنا اور رشتہ دار بگڑ جائیں گے یا برادری چھوٹ جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ) اور جو (کتاب) میں نے یوں نازل کی ہے کہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو تمھارے پاس ہے (جس سے یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا کہ اگر یہ خدا کی کتاب ہوتی تو دوسرے کتب الٰہیہ کی تکذیب کیوں

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۠

کرتی جن کا کتب الٰہیہ ہونا دلائل سے ثابت ہے) اُس پر ایمان لاؤ اور اُس کے سب سے پہلے منکر تم نہ بنو (کیونکہ اول تو تم اوروں سے زیادہ اس کے تصدیق کے مستحق ہو۔ اس لئے کہ تم اہل علم ہو اہل کتاب ہو اور تم کو علوم شرعیہ سے ایک خاص مناسبت ہے جس کے ذریعہ سے تم کتاب اللہ اور غیر کتاب اللہ میں آسانی سے فرق کر سکتے ہو۔ دوسرے جو لوگ تمھاری تقلید میں گمراہ ہوں گے اُن کی گمراہی کا وبال تم پر عائد ہوگا) اور میرے آیات کے بدلے میں تھوڑے دام مت لو (یعنے مال کے لالچ میں جو کہ آیات خداوندی کے مقابلہ میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا اُن کی تکذیب نہ کرو) اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) صرف مجھ سے ڈرو (اور میرے مقابلہ میں کسی چیز کی پروانہ کرو) اور جان بوجھ کر نہ حق میں باطل کی آمیزش کرو اور نہ حق کو چھپاؤ (حق میں باطل کی آمیزش مثلاً یہ کہ نبی آخر الزماں مبعوث ضرور ہوں گے مگر وہ ہم میں سے ہوں گے اور حق کو چھپانا مثلاً یہ کہ توریت میں جو نبی آخر الزماں کے اوصاف تھے اُن کو ظاہر نہ کرو) اور (مسلمان ہو کر) ٹھیک ٹھیک نماز پڑھو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اور عاجزی کرنیوالوں کیساتھ ہو کر عاجزی کرو۔ کیا تم (دوسرے) لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے کو بھولتے ہو (جیسا کہ بے عمل واعظ کیا کرتے ہیں) حالانکہ تم کتاب الٰہی پڑھتے ہو (جس کے احکام عالموں اور جاہلوں دونوں کو شامل ہیں۔ اور صرف جاہلوں کے ساتھ مخصوص نہیں یہ نہایت نازیبا بات ہے۔ جب واقعہ یہ ہے) تو کیا تم بالکل ہی نہیں سمجھتے۔ (کہ اتنی موٹی بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی) اور (اگر تم کو اسلام لانے کی صورت میں اپنی قوم کی طرف سے مختلف قسم کی تکلیفوں کا خطرہ ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ اُن کے مقابلہ کے لئے صبر (و تحمل) اور نماز سے مدد لو اور وہ گراں ضرور ہے۔ مگر اُن پر نہیں جنکے دلوں میں خشوع ہے۔ اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں خدا سے ملنا ہے اور ہم اُس کے پاس لوٹ کر جائیں گے (پس تم اپنے اندر یہ صفات پیدا کرو تاکہ تم پر بھی نماز گراں نہ رہے۔ یہاں تک خطاب اجمالی تھا۔ آگے تفصیلی خطاب فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ)

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى

اے بنی اسرائیل[ع۵] (میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ) تم میری اُس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی تھی

ع۵ اس مقام پر سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جو افراد بنی اسرائیل جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے مخاطب تو وہ ہیں۔ لو روا قعات وہ بیان کئے جارہے ہیں جو اُن سے سیکڑوں اور ہزاروں برس پیشتر کے ہیں۔ مثلاً تم نے بچھڑا بنا کر اپنے اوپر ظلم کیا ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا۔ وغیرہ وغیرہ یہ کیونکر صحیح ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ خطاب کبھی شخصی حیثیت سے ہوتا ہے کبھی قومی حیثیت سے پس اس جگہ خطاب شخصی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ قومی حیثیت سے ہے۔ اور اس لئے اس خطاب میں کوئی قباحت نہیں۔ نیز اس جگہ یہ ظاہر کر دینا بھی مناسب ہے کہ جب غلام احمد مدعی نبوت نے اپنے یہ جھوٹے الہامات بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ

الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْــًٔا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ

(جس کو تم بخوبی جانتے ہو) اور (خاص کر) اس (نعمت) کو کہ میں نے تم کو دوسری مخلوق پر (جزئی) فوقیت دی (اور بعض خصوصیات ایسی عطا کیں جو اوروں کو نہیں کیں۔ مثلاً یہی کہ تمہارے خاندان کو ایک عرصہ دراز تک علم و دین کا سرچشمہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ شائع کئے۔ کہ خدا نے محمدی بیگم سے میری شادی کر دی ہے۔ اور وہ ہر مانع کو دور کر کے میرے نکاح میں آوے گی۔ اور ناممکن ہے کہ خدا کا وعدہ ٹل جاوے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ غلام احمد مر گیا۔ اور محمدی بیگم کی صورت دیکھنی بھی اُسے نصیب نہ ہوئی۔ نکاح میں تو آنا درکنار۔ تو مسلمانوں کی طرف سے قادیانیوں پر اعتراض کیا گیا۔ کہ اگر تمہارے نبی سچے تھے۔ تو یہ الہامات جھوٹے کیوں ہوئے۔ اُس کے جواب میں خلیفہ نور الدین نے اپنی خلافت کا حق ادا کرتے ہوئے یہ کہا۔ کہ بسا اوقات خطاب ایک شخص کو ہوتا ہے اور مراد دوسرا ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا ایک شخص کو ذکر کیا جاتا ہے اور مراد دوسرا ہوتا ہے۔ جیسا کہ یا بنی اسرائیل میں خطاب اُن بنی اسرائیل کو ہے۔ جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے۔ اور مراد ان سے اگلے آباؤ اجداد ہیں۔ اسیطرح جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں۔ حالانکہ فارس و روم خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں فتح ہوئے۔ پس ان الہامات میں مرزا غلام احمد سے کوئی اُن کی اولاد مراد ہے۔ اور محمدی بیگم سے خود محمدی بیگم یا اُس کی کوئی اولاد۔ اور مطلب یہ تھا۔ کہ تمہاری اولاد سے محمدی بیگم یا اُس کے کسی اولاد کی شادی ہوگی لہذا یہ الہامات جھوٹے نہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ جواب محض لغو ہے۔ کیونکہ اول تو یہ مجاز ہے۔ اور مجاز کے لئے قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن و حدیث میں قرائن موجود ہیں۔ اور مرزا کی وحی میں اس مجاز کا کوئی قرینہ نہیں تھا۔ کیونکہ مرزا عمر بھر یہی سمجھتا رہا کہ خود میری شادی خاص محمدی بیگم سے ہوگی۔ اور اس لئے وہ اسی تمنا میں مر گیا۔ دوسرے یہ قاعدہ ہر فعل میں صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اولاد کی بیوی کو اپنی بیوی کہنا صحیح نہیں ہے۔ اور نہ یہ کہنا کہ میری فلاں عورت سے شادی ہوئی۔ اور یہ مراد لینا کہ میرے بیٹے کی ہوئی۔ صحیح ہے۔ علیٰ ہذا یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ یوں کہا جاوے کہ میری فلاں عورت سے شادی ہوئی۔ اور مراد لیا جاوے کہ میرے بیٹے کی اُس کی بیٹی سے شادی ہوئی۔ اگر اس کی نظیر کسی جگہ ہو تو دکھلائی جاوے اور اگر اس قاعدہ کو کلیہ تسلیم کیا جاوے تو پھر قادیانیوں پر یہ اشکال ہوگا کہ جن الہامات میں مرزا کو نبی یا رسول یا چنین و چنان کہا گیا ہے ان میں اس کی کیا دلیل ہے کہ خود مرزا مراد ہے شاید وہاں بھی اس کی کوئی اولاد مراد ہو۔ اگر اس کا وہ یہ جواب دیں کہ مرزا نے ان سے ایسا ہی سمجھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا نے نکاح کے متعلق بھی یہی سمجھا کہ خود میرا نکاح ہوگا۔ نہ کہ میری اولاد کا۔ اگر وہاں فہم مرزا حجت ہے۔ تو یہاں بھی ہونی چاہئیے۔ اور اگر یہاں حجت نہیں۔ تو وہاں بھی نہ ہونی چاہئیے۔ آخر وجہ فرق کیا ہے اگر ان اعتراضات کا جواب کسی قادیانی کے پاس ہو تو ہم سننا چاہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَ
يَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ
مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝ وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ
فَأَنجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَ
أَنتُمْ تَنظُرُونَ ۝ وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَىٰ
أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ
مِن بَعْدِهِ وَأَنتُمْ ظَالِمُونَ ۝ ثُمَّ
عَفَوْنَا عَنكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ
وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝
وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ
إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِاتِّخَاذِكُمُ
الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا
أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ
بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ
الرَّحِيمُ ۝ وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ
لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ
الصَّاعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنَاكُم
مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝
وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ
الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ
مَا رَزَقْنَاكُمْ ۖ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن
كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ وَإِذْ قُلْنَا
ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا
حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا

رکھا اور اس میں اس قدر انبیاء پیدا کئے کہ اس قدر اور کسی قوم میں پیدا نہیں کئے) اور اُس دن سے ڈرو (جس میں[عــه] نہ کوئی کسی کے کچھ کام آئے گا اور نہ اُس کی جانب سے سفارش منظور کی جائے گی۔ اور نہ اُس سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا۔ اور نہ (قوت سے) اُن کی مدد کی جائے گی۔ (عدم قبول سفارش کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اپنی ذاتی اثر کی بناء پر کسی کی سفارش کرے اور حق تعالیٰ کو خواہی نخواہی اُسے ماننا پڑے ایسا نہ ہوگا۔ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ پس یہ اس قبول شفاعت کے منافی نہیں جو احادیث سے ثابت ہے کیونکہ وہ شفاعت بالاذن ہے۔) اور (اُس زمانہ کو بھی یاد کرو) جبکہ ایسی حالت میں ہم نے تم کو گروہ فرعون (کے پنجہ) سے رہائی دی تھی کہ وہ تم کو سخت ناگوار تکلیف[عــه] دیتے تھے (چنانچہ) وہ تمھارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمھاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے (کیونکہ اُن سے اُن کو اندیشہ کسی قسم کا نہ تھا اور خدمت کا فائدہ تھا۔) اور اس واقعہ میں تمھارے رب کی جانب سے بڑا امتحان تھا (سو چونکہ اس بلائے عظیم سے نجات دینا ایک بہت بڑی نعمت ہے اس لئے تم پر اس کا شکر واجب ہے لہٰذا تم کفر کو چھوڑ دو اور ایمان لاؤ) اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جبکہ تمھاری خاطر (اور تمھارے بچانے کے لئے) ہم نے (اتنا بڑا کام کیا تھا کہ) دریا (ئے شور) کو شق کر کے تم کو بچایا تھا۔ اور گروہ فرعون کو تمھارے دیکھتے دیکھتے

عــه كذا في ابن جرير۔ عــه سامه حطة صیبم اولاہ ذلک كذا في ابن جرير ۱۲ منه

الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۚ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ

ڈبو دیا تھا۔ (سو چونکہ یہ واقعہ بھی ایک بہت بڑا انعام تھا اس لئے تم پر اس کا بھی شکر واجب ہے لہٰذا تم کفر کو چھوڑو اور ایمان لاؤ) اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جبکہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے (توریت) دینے کے لئے متفرق طور پر) چالیس راتوں کا (یوں) وعدہ کیا تھا (کہ اول تیس راتوں کا وعدہ کیا۔ پھر دس کا اضافہ کر کے اُن کو چالیس کر دیا۔ اور وہ حسب وعدہ توریت لینے کے لئے کوہ طور پر گئے تھے) اُس کے بعد اُن کی غیبت کے زمانہ میں تم لوگوں نے بچھڑا بنا لیا (اور اُس کو پوجنا شروع کیا) حالانکہ یہ بات تمھاری بیجا تھی پھر اس (جرم شدید) کے بعد بھی ہم نے تم کو بدیں توقع معافی دی کہ تم شکر کرو گے (سو ہمارا یہ انعام بھی اسی کو مقتضی ہے کہ تم کفر کو چھوڑ کر ایمان لاؤ) اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جبکہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (توریت) اور (بعنوان دیگر) ایک فیصلہ کی چیز اس توقع پر عطا کی کہ تم صحیح راستہ پر چلو گے (سو یہ بھی ایک ہماری بڑی نعمت تھی اور اس کا مقتضی بھی یہی ہے کہ تم کفر کو چھوڑ کر ایمان لاؤ) اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جبکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم تم نے بچھڑا بنا لینے سے اپنا نقصان کر لیا۔ لہٰذا تم کو (بچھڑے کو چھوڑ کر) اپنے پیدا کنندہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ (اور جبکہ یہ ضروری ہے) تو تم کو چاہئے کہ تم لوگ (جنھوں نے گوسالہ پرستی میں حصہ لیا ہے) اپنے آپ کو قتل کر دو (اس طرح نہیں کہ خود کشی کرو بلکہ اس طرح کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو۔

ف۔ ابن جریر میں اس قسم کی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرمین نے دو صفوں میں منقسم ہو کر لڑائی شروع کی۔ اور خوب لڑے۔ جس میں ستر ہزار آدمی مارے گئے اُس کے بعد اُن کو روک دیا گیا۔ جو مقتول ہوئے وہ شہید ہوئے۔ اور جو زندہ بچے اُن کا قصور معاف ہو گیا۔ واللہ اعلم) یہ تمھارے خالق کے نزدیک تمھارے لئے بہتر ہے (کیونکہ اس سے تمھارا قصور معاف ہو جائے گا۔) سو (جب تم نے اس حکم کی تعمیل کی تو) اُس نے تم پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی (کیوں نہ ہو) واقعی وہ بہت ہی رحمت کے ساتھ توجہ فرمانے والا۔ اور بہت ہی مہربان ہے (اس واقعہ سے اس زمانہ کے بعض افراد نے یہ جدت کی ہے کہ اس سے قتل مرتد کا قانون اسلامی ہونا ثابت کیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک بالکل لچر بات ہے۔ اولاً اس لئے کہ یہ سزا ان کو ارتداد کے عوض میں نہیں دی گئی تھی۔ کیونکہ وہ ارتداد پر نادم ہو کر اسلام قبول کر چکے تھے۔ بلکہ وہ اُن کے اسلام کی مقبولیت کے لئے شرط تھی۔ اور مطلب یہ تھا کہ تمھارا اسلام عند اللہ اُس وقت مقبول ہو سکتا ہے جبکہ تم ایسا کرو۔ اور اسلام میں قتل کی سزا نادم علی الکفر کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ مصر علی الکفر کے لئے ہے۔ فشتان ما بینہما اور مستدل کا یہ کہنا کہ اسلام میں بھی بعض مرتد بن کو باوجود توبہ کے بھی قتل کر دیا جاتا ہے تو اس کے معنے یہ نہیں کہ وہ قتل قبول توبہ

عـــہ لان الظلم وضع الشیٔ فی غیر محلہ۔ ۱۲

کے لیے شرط ہے۔ بلکہ اُس کے معنے یہ ہیں کہ امام کی نظر میں کسی مصلحت سے اُس کا جرم قابل معافی نہیں ہے وشتان ما بینہما۔ اور ثانیًا اس لئے کہ بالفرض اگر یہ تسلیم کرلیا جاوے کہ یہ قتل ارتداد ہی کی سزا ہے تب بھی استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس واقعہ میں ایک مرتد کا دوسرے مرتد کو قتل کرنا اُس قاتل کے لئے سزا تھا نہ کہ مقتول کے لئے۔ اور اسلام میں مرتد کا مقتول ہونا اُس مقتول کے لئے سزا ہے۔ وشتان ما بینہما تعجب ہے کہ لوگ بے سوچے سمجھے قرآن سے غلط استدلال کرتے ہیں اور ذرا غور نہیں کرتے کہ قرآن سے فی الحقیقت یہ امر ثابت ہوتا ہے یا نہیں یہاں یہ بھی بتلا دینا ضرور ہے کہ اہل علم نے فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ کے معنے یہ بھی بتلائے ہیں کہ اس میں غیر مرتدین کو خطاب ہے۔ مگر سیاق قرآنی اس کی تردید کرتا ہے لہذا قابل قبول نہیں۔ نیز یہ مضمون ابن جریر میں صرف ابن اسحاق سے مروی ہے۔ اور ایک روایت اس مضمون کی ابو سعید کے واسطے سے ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ مگر یہ ابو سعید غالبًا محمد بن سائب کلبی ہے اس لئے وہ سندًا ثابت نہیں۔ اور ظاہر قرآن کی موافق روایتیں سعید بن جبیر مجاہد ابن جریج زہری وغیرہ سے مروی ہیں۔ اس لئے یہی روایتیں مقبول ہیں۔ واللہ اعلم)

اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جب کہ تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم تمہارا اعتبار نہ کریں گے۔ تاوقتیکہ ہم اپنی آنکھوں سے خدا کو علی الاعلان نہ دیکھ لیں۔ اس (گستاخی) پر تم پر کڑک بجلی آپڑی بحالیکہ تم دیکھ رہے تھے (اور اُس بجلی نے تم لوگوں کو ہلاک کر دیا۔) اس کے بعد ہم نے تمہارے مرنے کے بعد بدیں توقع ؏٥ تم کو دوبارہ زندہ کیا۔ کہ تم شکر کرو گے (سو یہ بھی ایک ہمارا انعام تھا۔ جس پر ہم شکر کے مستحق ہیں۔ لہذا تم کو چاہیئے کہ تم شکر کرو۔ اور کفر نہ کرو)

؏٥ اس مقام پر یہ سمجھنا چاہیئے کہ موت وحیات دونوں کی دو دو قسمیں ہیں۔ ایک اصلی دوسری عارضی۔ موت اصلی وہ ہے جس سے مقصود تکلیفات شرعیہ کا ختم کرنا ہو۔ اور موت عارضی وہ ہے جس سے تکالیف شرعیہ کے ختم کرنے کے علاوہ کوئی اور امر مطلوب ہو۔ جیسے تنبیہ یا اظہار قدرت وغیرہ۔ علی ہذا حیات اصلی وہ ہے جس سے مقصود تکالیف شرعیہ ہوں۔ اور حیات عارضی وہ ہے جس سے علاوہ تکالیف شرعیہ کے امر آخر مطلوب ہو۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ موت اصلی کے بعد حیات اصلی نہیں ہو سکتی۔ ہاں حیات عارضی ممکن ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں سے مردے زندہ ہوتے تھے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ثبوت مطلوب ہوتا تھا اور عمل کے لئے انکو دوبارہ دنیا میں بھیجنا منظور نہ تھا۔ اسی لئے وہ پھر فورًا مر جاتے تھے اور انکو اس غرض سے زندہ نہ کیا جاتا تھا کہ وہ دنیا میں اچھے یا برے کام کریں۔ اور جزا و سزا کے مستحق ہوں۔ اور موت عارضی کے بعد حیات اصلی بھی ممکن ہے۔ جیسا کہ آیات زیر بحث میں اور دوسری آیات میں مذکور ہے۔ پس اس تقریر پر تمام آیتیں منطبق ہو گئیں۔ اور کسی آیت میں اُس تحریف کی ضرورت نہ رہی۔ جو قادیانی لوگ اپنی اباطیل کی ترویج کے لئے کرتے ہیں۔ اور معلوم ہو گیا کہ حرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون کے یہ معنی نہیں کہ جس کسی کو ہم مار چکے ہیں ہم اُسے کبھی زندہ نہ کریں گے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کی میعاد عمل دنیا میں ختم ہو چکی ہے۔ وہ دنیا میں دوبارہ عمل کے لئے واپس نہ ہوں گے۔ فافہم ولا تزل ولا تضل بما ہو الناس۔ اور اس کی مزید تحقیق پارہ تلک الرسل کے رکوع الم تر الی الذی حاج ابراھیم کے ذیل میں آئے گی۔ ۱۲۔ منہ۔

اور ہم نے (تم پر یہ احسان بھی کئے تھے کہ) تم پر ابر کو سایہ افگن کیا تھا اور تم پر ترنجبین اور بٹیریں اتاری تھیں (اور کہا تھا کہ) تم کو جو عمدہ چیزیں ہم نے دی ہیں اُن میں سے کھاؤ۔ (مگر بجائے اس کے کہ وہ لوگ اس کی قدر کرتے اُنھوں نے اس میں حجتیں نکالیں جس سے یہ نعمتیں اُن سے چھین لی گئیں۔) اور (اس طرح) انھوں نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا بلکہ (ایسا کرنے میں) وہ خود اپنا ہی نقصان کر رہے تھے۔ (یہ ہمارے احسانات بھی شکر کے مستحق تھے مگر تم نے شکر نہیں کیا پس تم کو چاہئے کہ اپنی ناشکری سے باز آؤ۔ اور شکر کرو۔) اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جبکہ ہم نے (تم سے ایک بستی کی تعیین کرکے جس کا تم کو علم ہے) کہا تھا کہ اس بستی میں جاؤ۔ اور وہاں جاکر اس میں جہاں تمھارا جی چاہے خوب کھاؤ۔ (کوئی روک ٹوک نہیں) اور (داخل ہوتے وقت) دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہنا کہ ہم کو معافی دو (اس سے) ہم تمھارے گذشتہ قصور معاف کردیں گے اور جو اچھے کام کریں گے اُن کو ہم اس سے زیادہ بھی دیں گے سو ان ظالموں نے جو بات ان سے کہی گئی تھی (وہ نہیں کہی بلکہ) اُس کے بجائے دوسری بات کہی (یعنی یہ کہ ہمیں معافی درکار نہیں ہمیں تو گیہوں دو) اس پر ہم نے اُن کی عدول حکمی کے بدلے میں اُن پر آسمان سے عذاب نازل کیا (سو یہ ہمارا انعام بھی مقتضی شکر تھا جس کا شکر نہیں کیا گیا۔ اور سزا کے مستحق ہوئے۔ پس تمکو چاہئے کہ اُس کا شکر کرو اور سزا سے بچو)

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا
اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ
اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ
مَّشْرَبَهُمْ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ
اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ
وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ
وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا
تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا
وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ
الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ
اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ
وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ
وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ
كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ
النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا

اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جب کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے (ہم سے) اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تھا تو ہم نے کہا تھا کہ (اچھا) تم اپنی لاٹھی سے (فلاں) پتھر کو مارو جس پر انھوں نے عمل کیا تھا اور عمل کرتے ہی اُس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے تھے (جو کہ بنی اسرائیل کے بارہ خاندانوں کے لئے جدا جدا تھے) اب ہر شخص نے اپنا اپنا پانی پینے کا مقام جان لیا (اور اُن سے کہدیا گیا کہ) خدا کی دی ہوئی چیزوں میں سے کھاؤ پیو (کوئی مضائقہ نہیں) اور (اس کے ساتھ ہی یہ بھی فہمائش کردی گئی کہ تم کو چاہئے کہ فساد پیشہ ہونے کی حالت میں (جیسا کہ اب تک تمھاری حالت دیکھی گئی ہے) آئندہ زمین میں انتہائی فساد نہ پھیلانا۔ (جس کا کہ تمھارے اب تک کے کارناموں سے احتمال ہو سکتا ہے۔

ف۔ اس جگہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ کو

وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ تو ہر چیز کا قطعی علم ہے پھر احتمال ہو سکتا ہے وغیرہ ۔

عنوانات کیونکر صحیح ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا دار الابتلاء ہے۔ اور ابتلا کے لئے ایک پہلو کا تیقن مضر ہے۔ کیونکہ مثلاً اگر اس جماعت کو یہ بتلا دیا جاتا کہ تم ضرور فساد کرو گے تو وہ عمل چھوڑ دیتے اور کہدیتے کہ یہ تو ہونا ہی ہے پھر عدم فساد کے لئے کوشش فضول ہے اسیطرح اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ تم سے فساد صادر نہ ہوگا۔ تو وہ مطمئن ہو جاتے اور اُس کے ترک کی تدابیر عمل میں نہ لاتے اس لئے ایسے انداز سے حکم کیا گیا کہ ان کو کسی خاص پہلو کا یقین نہ ہو۔ اور صدور فساد سے خائف ہو کر اُس کے ترک میں سعی کریں۔ الحاصل ان عنوانات سے یہ نہیں لازم آتا کہ خدا کو کسی خاص پہلو کا قطعی علم نہیں بلکہ صرف اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اُس نے اپنا علم دوسروں پر ظاہر نہیں کیا اور اس میں کوئی قباحت نہیں واللہ اعلم۔ حق تعالیٰ نے یہ واقعہ بھی اس لئے ذکر کیا ہے کہ وہ شکر کریں اور کفر سے باز آئیں۔ یہاں تک انعامات گذشتہ یاد دلا کر اُن کو ایمان کی طرف مائل کیا گیا۔ اب عقوبات گذشتہ یاد دلاتے ہیں تاکہ اُن کے استحضار سے اُن کو معصیت سے نفرت اور طاعت کی طرف میلان ہو۔ واللہ اعلم) اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جب کہ تم نے (وادی تیہ میں من و سلویٰ سے اکتا کر) کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم ایک کھانے کا تحمل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا تم اپنے پروردگار سے درخواست کرو کہ وہ ہمارے لئے اُن چیزوں میں سے جنکو زمین اُگایا کرتی ہے یعنی ترکاریاں اور ککڑیاں اور گیہوں اور مسور اور پیاز (وغیرہ مختلف چیزیں) نکالے تو انھوں نے کہا۔ کہ کیا تم ایسی چیز کو جو کہ کمتر ہے اس شے کے بدلے میں لینا چاہتے ہو جو کہ اعلیٰ ہے۔ (یہ تمھاری سخت نادانی ہے۔ اچھا اگر تم کو یہی منظور ہے تو) کسی شہر میں[ع] فروکش ہو کیونکہ (وہاں) تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم نے مانگی ہیں اور (ان احسان فراموشیوں اور سرکشیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ) کہ ان پر ذلت اور محتاجی کا سکہ بیٹھ گیا۔ اور وہ خدا کا غضب لیکر پھرے یہ اس لئے کہ وہ خدا کی آیات کو نہ مانتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے (پھر سُنو کہ) انھوں نے نافرمانی کی اور وہ (عادت کے طور پر) حد اعتدال سے بڑھ جایا کرتے تھے (یعنی عصیان اور حد سے بڑھنا اُن کا پیشہ تھا۔ اس سے تم سمجھ لو۔ کہ سرکشی اور معصیت، اور نافرمانی کتنی بُری چیزیں ہیں۔ اور یہ سمجھکر تم ان باتوں سے بچو۔ خیر یہ نتیجہ تو کفر و معصیت کا تھا۔ اب ایمان و طاعت کا نتیجہ بھی سُنلو۔ اور وہ یہ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے (وہ سب) اور جو یہودی ہیں اور جو کہ صابئین ہیں (ان میں سے صرف) وہ لوگ جو کہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان

ع اگر یہ شہر حدود وادی تیہ میں ہے تب تو یہ ہبوط عارضی ہے بطور آباد ہونے کے نہیں ورنہ تیہ کے منافی ہوتا۔ اور اگر خارج حدود سے ہے تو بعد ختم میعاد تیہ کے ہوگا (انکو گمان ہوا ہوگا کہ شاید اب بھی من و سلویٰ ملے اسلئے گھبرا کر کہا) اور اگر قصہ وفات موسیٰ فی وادی التیہ ثابت ہو تو احتمال اول متعین ہے۔ ۱۲۔ اشرف علی

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ۝ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ
وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا
آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُونَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ ۖ
فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ
الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ
فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝
فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهَا
وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ۝
وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ
يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ قَالُوا
أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ
أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝ قَالُوا
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ
إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ
عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا
قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ
فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ۝ قَالُوا
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ إِنَّ
الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ
لَمُهْتَدُونَ ۝ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا
بَقَرَةٌ لَا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي

لائے اور ایمان لاکر نیک کام کئے سو اُن کے لئے اُن کے رب کے پاس اُن کا معاوضہ ہے۔ اور نہ اُن پر کسی قسم کا اندیشہ ہے۔ اور نہ وہ مغموم ہونگے

اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جبکہ ہم نے تم کو (سرکش پاکر بجبر) تم سے (توریت پر عمل کرنے کا) عہد لیا تھا اور کوہ طور کو اٹھا کر تمھارے سروں پر لا کھڑا کیا تھا۔ (اور کہا تھا کہ) جو (کتاب) ہم نے تم کو دی ہے اُس کو مضبوطی سے پکڑو اور ان (احکام) کو یاد کرو جو اس (کتاب) میں ہیں۔ امید ہے کہ تم اُن احکام کی تعمیل کروگے اور) مخالفت سے بچوگے پھر تم لوگ اس (معاہدہ) کے بعد (اس معاہدہ پر قائم نہ رہے اور اس سے) پھر گئے۔ سو اگر خدا کا فضل اور اُس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم تو بہت ٹوٹے میں ہوتے (کیونکہ تمھاری اس بدعہدی کا مقتضی یہ تھا کہ تم کو سخت سزا دیجاتی۔ سو اب بھی تم بدعہدی کر رہے ہو اور درگذر کی بھی ایک حد ہوتی ہے اس لئے تم کو چاہیئے کہ اپنی بدعہدی سے باز آؤ۔ ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے)

اور تم اُن لوگوں کو جانتے ہی ہو جنھوں نے ہفتہ کے دن میں (جبکہ اُس روز اُن کو مچھلی کے شکار سے منع کیا گیا تھا) حد سے تجاوز کیا تھا۔ تو (اس کی سزا میں) ہم نے اُن سے کہا تھا کہ دور[عہ] ہو (تمھارا کالامنہ) اور بن جاؤ بندر۔ (اور وہ بندر بن گئے تھے) اور (اس طرح ہم نے اُن نافرمانوں کو بندر بناکر) اس (واقعہ) کو ہم نے اُن کے لئے جو اس واقعہ کے وقت موجود تھے اور جو اُس کے بعد

عہ فیہ اشارۃ الی ان تقدیر الکلام خسأ ذا و کونوا قردۃ ۱۲ منہ

الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۝

آنے والے تھے عبرت اور گناہوں سے بچنے والوں کے لئے نصیحت بنایا تھا (سو تم ان واقعات سے عبرت حاصل کرو اور ایمان لاؤ) اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جبکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے (ایک جرم قتل کی تفتیش کے موقع پر) اپنی قوم سے کہا تھا کہ حق تعالیٰ سبحانہ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک بیل ذبح کرو (اس سے قاتل کا پتہ لگ جاوے گا) انھوں نے کہا کہ کیا آپ ہم سے مسخرہ پن کرتے ہیں (کہاں ذبح گاؤ۔ اور کہاں تفتیش قتل) انھوں نے کہا کہ میں خدا کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ میں مسخرہ پن کرکے) نادانوں میں ہو جاؤں (یہ مسخرہ پن نہیں ہے بلکہ واقعہ ہے) انھوں نے کہا کہ (اچھا تو) آپ اپنے رب سے ہمارے لئے درخواست کیجئے کہ وہ ہمیں وضاحت کے ساتھ بتلائے کہ وہ کیسا ہو۔ انھوں نے کہا کہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا بیل ہو کہ نہ بوڑھا ہو اور نہ تو عمر ہو۔ ان دو حالتوں کے بین بین خوب جوان ہو سو اب کچھ حجت نہ کرو اور) جس کا تم کو حکم دیا جاتا ہے اُس کو کر ڈالو۔ (مگر) انھوں نے (پھر کنجکاؤ شروع کی اور) کہا کہ (اچھا) اپنے خدا سے (اب کے اس قدر اور) کہدو کہ وہ ہم سے صاف بتلادے کہ اُس کا رنگ کیا ہو انھوں نے کہا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا بیل ہو کہ خوب تیز زرد ہو۔ جس کا رنگ دیکھنے والوں کے لئے فرحت بخش ہو اُنھوں نے کہا کہ اچھا اب کے) ہمارے لئے اپنے رب سے (اتنا اور) کہدیجئے۔ کہ وہ ہمیں بتلا دے کہ (علاوہ اوصاف مذکورہ کے) اُس کے (اور) کیا اوصاف ہیں (کیونکہ مذکورہ اوصاف کے بیل بہت ہیں اور اسلئے اب تک) ہمیں (اس) بیل کا پتہ نہیں لگا (جو مقصود بالذبح ہے) اور (اب کے) انشاء اللہ ہم کو اُس کا ٹھیک پتہ لگ جاوے گا۔ انھوں نے کہا کہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا بیل ہو جو کہ سدھا ہوا نہ ہو۔ جو کہ زمین جوتتا اور کھیتی میں پانی دیتا ہو۔ (داغ سے) بالکل سالم ہو جس میں کسی قسم کا داغ دھبہ نہ ہو۔ انھوں نے کہا کہ اب آپ بالکل ٹھیک بات لائے (جس سے ہماری تسلی ہوگئی) اُس کے بعد انھوں نے (بدقت تمام) اُس کو ذبح کیا حالانکہ وہ کرنے کو نہ تھے (اور اس حکم کو جھمیلے میں ڈالکر اس کو اڑانا چاہتے تھے۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم لوگ کج طبع ہو اور خدا کے حکم میں ناحق کاوش کیا کرتے ہو۔ چنانچہ آج بھی اس کجی سے کام لے رہے ہو لہذا تم کو ایسا نہ چاہیئے۔)

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ

اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جبکہ تم نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا پھر (اُس کو چھپانے کی یوں کوشش کرتے تھے کہ) اُس کو ایک دوسرے پر ڈالتے تھے اور خدا کو منظور تھا کہ وہ اس (جرم) کو آشکارا کرے جس کو تم چھپاتے تھے۔ اس بناء پر ہم نے کہا تھا کہ تم اس (بیل) کا کوئی جزو اُس (مقتول) کے لگاؤ

مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ
وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ
وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝
اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ
وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ
كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ
اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا
فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ
اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝
وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ
اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝
فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ
بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ
عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا
فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ
وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝ وَقَالُوْا
لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً
قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا
فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ
عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰى مَنْ
كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ
خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ

(جس سے وہ تھوڑی دیر کے لئے زندہ ہو کر اپنے قاتل کو خود بتلا دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور قاتل کا پتہ چل گیا۔ اس جگہ ضمناً تم کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس مقتول کو عارضی طور پر ایک خاص ضرورت کے لئے زندہ کر دیا تھا) یوں ہی وہ (قیامت میں) مُردوں کو بھی زندہ کرے گا (اس لئے اس کو مستبعد سمجھکر اس کا انکار نہ کرنا چاہیئے) اور وہ (دنیا میں) اپنی (قدرت کی) نشانیاں تم کو دکھلاتا ہے امید ہے کہ (ان کو دیکھکر) تم سمجھو گے (اور نا سمجھ کے ناسمجھ نہ ہو گے۔ خیر یہ مضمون تو ضمنی تھا اب اصل مقصود سُنو۔ یہ واقعہ اس کو مقتضی تھا کہ تمہارے قلوب نرم اور حق تعالیٰ کی عظمت سے پُر ہو جاتے مگر اس (واقعہ) کے بعد بھی تمہارے دل سخت کے سخت ہی رہے لہذا (یوں کہنا چاہیئے کہ) وہ پتھروں کی مانند بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہیں (کیونکہ تمہارے دلوں کی حالت تو معلوم ہو چکی) اور پتھروں (کی یہ حالت ہے کہ ان) میں وہ (پتھر) بھی ہیں جن میں سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں (جو کہ نمبر اول پر ہیں) اور ان میں وہ بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور پھٹ کر اُن میں سے پانی نکلتا ہے (جو کہ دوسرے درجہ میں ہیں) اور ان میں وہ بھی ہیں جو خدا کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ (جو کہ تیسرے مرتبہ پر ہیں اور تمہاری حالت ان تینوں میں کسی سے بھی نہیں ملتی اس لئے تم پتھروں سے بھی بد تر ہو) اور (یہ تم کو سنا دیا جاتا ہے کہ) جو تم کرتے ہو خدا اُس سے بے خبر نہیں ہے (پس تم

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

اس دھوکہ میں نہ رہنا کہ ہم سزا سے بچ جائیں گے یہاں تک حق تعالیٰ بنی اسرائیل کو خطاب فرما کر یہ بیان فرمانا چاہتے ہیں کہ ان ہدایات سے کلی یا اکثر بنی اسرائیل فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور اس مضمون کو یوں ادا فرماتے ہیں کہ اگر یہ باتیں جو ابتک بیان کی گئیں فی نفسہ ایسی ہیں کہ ان کو سنکر ہر سلیم الطبع شخص ایمان لے آوے جیسا کہ واقعہ ہے) تو کیا (اے مسلمانوں) تم اس کی توقع رکھتے ہو کہ یہ لوگ (بنی اسرائیل سب کے سب) تمھاری بات مان لیں گے حالانکہ (ان کے خبث نفس کی یہ حالت ہے کہ) ان میں سے کچھ لوگوں کی یہ حالت رہی ہے کہ وہ خدا کا کلام سنتے تھے اور بخوبی سمجھ لینے کے بعد دانستہ اسے بگاڑتے تھے. اور جب وہ مسلمانوں سے ملتے تو کہتے کہ ہم ایمان لے آئے. اور جب تنہائی میں اپنی جماعت کے دوسرے لوگوں کے پاس جاتے (جو کہ توریت کے ان باتوں کو بھی کبھی بیان کر دیتے تھے جو اسلام کی تصدیق کرتی تھیں) تو ان سے کہتے کہ کیا آپ لوگ ان (مسلمانوں) سے اس لئے وہ باتیں بیان کرتے ہیں جو کہ اللہ نے تم پر منکشف کی ہیں کہ وہ ان کے ذریعہ سے تمھارے رب کے سامنے تم سے بحث کریں (اور تم کو تمھارے مسلمات سے الزام دیں) تو کیا تم بالکل ہی نہیں سمجھتے (کہ اتنی موٹی بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی. اب حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ان پر تو بے سمجھی کا الزام لگاتے ہیں) اور کیا وہ (خود) اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو بھی جانتے ہیں جنکو وہ چھپاتے ہیں اور ان کو بھی جنکو وہ ظاہر کرتے ہیں (پس اگر ان لوگوں پر خدا کے یہاں صرف یہ الزام عائد ہوگا کہ انھوں نے دانستہ حق سے انحراف کیا. تو کیا ان پر یہ چند الزامات عائد نہ ہوں گے کہ وہ بھی حق کو جانتے اور انکار کرتے تھے اور یہ کہ انھوں نے دانستہ حق کا اخفا کیا. اور یہ کہ انھوں نے دوسروں کو اخفاء حق کی ترغیب دی) اور ان میں بعض ناخواندہ لوگ بھی ہیں جو کتاب اللہ (توریت) کو نہیں جانتے. ہاں وہ محض دل خوش کن باتوں کو جانتے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں کرتے بجز اس کے کہ بیہودہ خیالات پکاتے رہتے ہیں (یہ لوگ ایسی سیہ کاریاں نہیں کرتے جو وہ لوگ کرتے ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا. بلکہ صرف جہل میں مبتلا ہیں. جس کا منشا بھی وہ ہی لوگ ہیں) سو برا ہو ان کا جو اپنے ہاتھوں سے ایک نوشتہ لکھتے ہیں اس کے بعد کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس کا ہے. (صرف) اس لئے کہ وہ اس سے کچھ نقد خرید لیں. سو برا ہو ان کا اس نوشتہ کی جہت سے جس کو انھوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا. اور برا ہو ان کا اس مال کی جہت سے جس کو وہ کماتے ہیں (الغرض وہ دو وجہ سے قابل مذمت ہیں اول کلام الٰہی میں تحریف کرنا. دوسرے اس کے ذریعہ سے ناجائز مال حاصل کرنا) اور انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ باستثناء چند روز کے ہم کو آگ چھوئے گی بھی نہیں. تم ان سے کہو کہ کیا (اس کا) تم نے خدا سے عہد لیا ہے. اور اس لیے وہ اپنے عہد کے خلاف نہ کرے گا یا تم اللہ کے ذمہ وہ بات لگاتے ہو جس کا تم کو علم نہیں. (بلکہ اس کے خلاف علم ہے) کیوں نہیں جو کوئی بھی برائی کمائے اور اس کا جرم اسے محیط ہو. (بایں معنے کہ اس میں نیکی کا پتہ بھی نہ ہو اور سراپا عصیان ہو خواہ تم ہو یا کوئی اور) وہ دوزخی ہیں (اور بجائے ایام معدودہ

سے) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور (برخلاف ان کے) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ جنتی ہیں۔ (اور صرف چند روز کے لئے نہیں بلکہ) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (یہاں تک تو حق تعالیٰ نے ظاہر فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل بوجہ اپنی معصیت پر دلیر اور جرائم پیشہ ہونے کے حق کو قبول نہیں کر سکتے مگر یہ حالت اکثر کی تھی نہ کہ کل کی اس لئے پھر ان کی اصلاح کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔ تاکہ معاندین پر اتمام حجت اور غیر معاندین کو ہدایت ہو لہذا فرماتے ہیں)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ
اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ
اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ
تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ
مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ
لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ
اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ
وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ
تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا
مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ۡتَظٰھَرُوْنَ عَلَيْهِمْ
بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۭ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ
اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ
اِخْرَاجُهُمْ ۭ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ
وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاۗءُ مَنْ يَّفْعَلُ
ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ
الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ
عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جبکہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ تم لوگ خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کروگے اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کروگے اور لوگوں سے اچھی طرح بات کرنا اور نماز ٹھیک پڑھنا اور زکوٰۃ دینا پھر باستثناء تمھارے سے قدر قلیل لوگوں کے تم سب (اطاعت سے) اعراض کرتے ہوئے (اس عہد سے) پھر گئے (سو یہ برتاؤ نہایت شرمناک ہے اس لئے تم کو اس سے احتراز چاہئے) اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جبکہ ہم نے تم سے عہد لیا تھا کہ تم (آپس میں) خونریزی نہ کروگے اور آپس میں ایک دوسرے کو اپنے وطنوں سے نہ نکالوگے۔ پھر تم نے شہادت دیتے ہوئے اس کا اقرار بھی کیا تھا (مثلاً انھوں نے کہا ہوگا کہ ہم عہد کرتے ہیں کہ ان احکام کی تعمیل کریں گے یہ توثیق ہوا۔ اس کے بعد کہا ہوگا کہ ہم اپنے اوپر گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے آپ سے عہد کیا ہے کہ ہم آپ کے احکام کی تعمیل کریں گے یہ اقرار بحالت شہادت ہوا۔ اس کی نظیر روز الست کا یہ بیان ہے۔ بلی شہدنا ای علی انفسنا کما فی الکشاف ویشہد لہ قولہ واشہدہم علی انفسہم عہ) پھر تم اے وہ لوگو (جنھوں نے اس

عہ کذا فی المظہری ۱۲

شد و مد کے ساتھ اقرار کیا تھا۔) آپس میں قتل و قتال بھی کرتے ہو اور اپنی ایک جماعت کو اُن کے وطنوں سے بھی نکالتے ہو۔ (بایں معنی کہ) تم اُن کے خلاف گناہ اور زیادتی کے ساتھ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو (اور تمھارے لئے ایسا کرنے میں کوئی عذر شرعی نہیں ہے) اور اگر وہ تمھارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو تم اُن کو معاوضہ دیکر چھڑاتے ہو (اور عذر کرتے ہو کہ یہ ہماری شریعت کا حکم ہے) حالانکہ خود ان کا نکالنا ہی تم پر حرام تھا (اور معاوضہ دیکر چھڑانا اس پر متفرع ہے) تو کیا تم اپنی کتاب کے کسی حصہ کو مانتے ہو اور کسیکو نہیں مانتے (ذرا غور تو کرو کتنی بے عقلی کی بات ہے) پس جو لوگ تم میں سے یہ (نامعقول حرکت) کرتے ہیں اُن کی سزا دنیا میں تو بجز رسوائی کے اور کچھ نہیں۔ اور قیامت کے دن (ان کو اس سزا کے علاوہ دوسری سزا بہ دی جاوے گی۔ کہ) وہ سخت سے سخت عذاب میں ڈالے جائیں گے۔ اور اللہ تمھارے کاموں سے بے خبر نہیں ہے (اس لئے ان سزاؤں میں شبہ کی گنجائش نہیں) یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے حیات دنیا کو آخرت کے عوض میں خرید لیا ہے۔ لہٰذا نہ اُن سے عذاب کم کیا جاوے گا اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی (پس تم کو چاہیئے کہ ان واقعات میں غور کرکے ان کی بُرائی کو سمجھو۔ اور ان سے احتراز کرو۔)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ	اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (توریت) دی تھی اور اُن کے بعد اور بہت سے رسول بھیجے تھے۔ (جن میں ایک رسول عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے) اور ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو (اُنکی رسالت کے) دلائل واضح عطا کئے تھے۔ اور روح القدس[ع] (جبریل

ع روح القدس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں اور اُنکی تائید یہ تھی کہ حضرت عیسےٰ نے شیر خواری کے زمانہ میں گفتگو کی تھی جیساکہ آیۃ اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکہلا سے مفہوم ہوتا ہے عیسائی لوگ تائید روح القدس کو حضرت عیسےٰ کی خصوصیت قرار دیتے ہیں اور اس خصوصیت کو اتنا بڑا مرتبہ دیتے ہیں کہ اس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھاتے ہیں۔ اور منشا اس کا تائید روح القدس کی یہ تفسیر ہے کہ جبریل علیہ السلام انکی یہود سے حفاظت کے لئے سایہ کی طرح ہر وقت ساتھ رہتے تھے لیکن نہ تائید روح القدس کی یہ تفسیر مرفوعاً ثابت ہے اور نہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کے متعلق فرمایا کہ اہج المشرکین فان جبریل معک۔ نیز فرمایا ہے اللھم ایدہ بروح القدس۔ پس ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ تائید روح القدس خصائص نبوت سے بھی نہیں۔ چہ جائیکہ وہ خصوصیت حضرت عیسےٰ ہو اور خصوصیت بھی ایسی کہ وہ اس کے ذریعہ سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ جائیں اور بالخصوص ایسی حالت میں کہ فضیلت وخصوصیت ثابت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو تسلیم کر تے ہیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰ کو سولی دیکر مار ڈالا۔ اور جبریل نے اُنکی مدد نہ کی۔ ۱۲ منہ

فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ۝
وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَل لَّعَنَهُمُ اللَّهُ
بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَمَّا
جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ
عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُم
مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۚ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى
الْكَافِرِينَ ۝ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ
أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَن
يُنَزِّلَ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ
مِنْ عِبَادِهِ ۖ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ ۚ
وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ وَإِذَا
قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا
نُؤْمِنُ بِمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ
بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا
لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنبِيَاءَ
اللَّهِ مِن قَبْلُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝
وَلَقَدْ جَاءَكُم مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ
ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِن بَعْدِهِ وَأَنتُمْ
ظَالِمُونَ ۝ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ
وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا
آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا ۖ قَالُوا سَمِعْنَا
وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ
الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۚ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُم
بِهِ إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝
قُلْ إِن كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ
عِندَ اللَّهِ خَالِصَةً مِّن دُونِ

علیہ السلام) کے ذریعہ سے ان کی (مخصوص) تائید کی تھی (جبکہ واقعہ یہ ہے) تو کیا (ایسی حالت میں تمہارا یہ فعل زیبا تھا کہ) جب کبھی کوئی رسول تمہارے پاس وہ (احکام) لیکر آیا جنکو تمہارا جی نہ چاہتا تھا تو تم نے (اُس کی اطاعت سے) تکبر کیا اُس کے بعد (ان میں سے) ایک جماعت کو تم نے صرف جھٹلایا (جیسا کہ عیسے علیہ السلام وغیرہ کو) اور ایک جماعت کو قتل کر ڈالا (جیسا کہ یحیی و زکریا وغیرہما کو۔ سو چونکہ تمہاری یہ روش نہایت ناپسندیدہ تھی اس لئے اب موجود رسول کے زمانہ میں تم کو ایسے ناشایستہ افعال سے احتراز کرنا چاہیئے) اور انھوں نے (ناصحین کو جواب دیتے ہوئے) کہا کہ ہمارے دل محفوظ ہیں (تمہاری گمراہ کن باتوں کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا لیکن واقعہ یہ نہیں) بلکہ خدا نے اُن کے کفر کے سبب اُن کو رحمت سے دور کر دیا اس لئے وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں (کیونکہ عام حالت تو یہی ہے کہ اُن میں حق طلبی نہیں۔ اور اس لئے وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور طالب حق بہت کم ہیں اس لئے اُن کا ایمان لانا بھی کم ہے (فاندفع ما اشکل علے ابن جریر فی تفسیرہ واستقام ہذا المعنی علے تقدیر النصب ایضا) اور جبکہ اُن کے پاس خدا کے پاس سے ایک ایسی کتاب آئی جو اُس (کتاب) کی تصدیق کرتی تھی جو اُن کے پاس ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے کفار کے مقابلہ میں مدد مانگا کرتے تھے (اور کہا کرتے تھے کہ اے اللہ نبی آخر الزماں کو بھیج اور

النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝
وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ
اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝
وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ
وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ
لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ
مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ
بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

ان کا سر توڑ) تو جبکہ ان کے پاس وہ (کتاب) آئی جس کو وہ جانتے تھے تو اُنھوں نے اس کا انکار کیا (اس سے زیادہ ہٹ دھرمی و عناد کیا ہوگا) سو خدا کی پھٹکار (ان ہٹ دھرم اور معاند) کافروں پر نہایت بُری شے ہے وہ۔ جس کے عوض انھوں نے اپنے کو بیچا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ ضد سے انکار کرتے ہیں اُس (کتاب) کا جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ صرف اس لئے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے فضل میں سے (ایک حصہ) نازل کرتا ہے (اور اُس کے لئے بنی اسرائیل کو خاص نہیں کرتا) پس وہ ایسا کرنے سے غضب پر غضب لیکر پھرے۔ (یعنے نہایت مغضوب ہوئے) اور ان کافروں کو موجب ذلت عذاب بھی ہوگا (اس آیت میں اشتروا بمعنے شروا ہے۔ جیساکہ دوسری آئندہ آیت میں۔ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ وارد ہوا ہے) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اُس (کتاب) پر ایمان لاؤ جس کو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اُسی پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے۔ اور اس کے ماسوا کا وہ لوگ انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ واقعی ہے (اور کسی دوسرے کی بنائی ہوئی نہیں ہے) اور وہ اس کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے جو اُن کے پاس ہے (اچھا) ان سے کہو کہ اگر (یہ سچ ہے کہ) تم (اس کتاب پر) ایمان رکھتے ہو (جو تم پر نازل کی گئی ہے) تو پھر خدا کے انبیاء کو پہلے کیوں قتل کرتے تھے۔ (وہ تو تمھیں تمھاری کتاب پر عمل کرنے کی ہدایت کرتے تھے جس پر ایمان کے تم مدعی ہو۔ تو ثابت ہوا کہ تمھارا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ہم اپنی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔) اور موسیٰ علیہ السلام تمھارے پاس اپنی نبوت کے دلائل واضحہ لیکر آئے۔ اُس کے بعد بھی تم نے بچھڑا بنا لیا (اور اُس کی پرستش شروع کردی) حالانکہ تم ایسا کرنے میں سراسر ظلم کر رہے تھے (یہ تو خود تمھارے ہی نبی کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کی مخالفت تمھاری قدیمی عادت ہے اور اپنی کتاب پر ایمان رکھنے کا عذر محض ایک حیلہ ہے اور اصل مقصود نبی وقت کی مخالفت ہے) اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جبکہ ہم نے تم سے (بجبر) عہد لیا تھا اور (چونکہ تم خوشی سے ماننے والے نہ تھے اس لئے) تمھارے سروں پر کوہ طور کو لاکر کھڑا کیا تھا۔ (اور کہا تھا کہ) جو (کتاب) ہم نے تم کو دی ہے اُس کو تم مضبوطی سے پکڑو اور (اس کے احکام کو بسماع قبول) سنو۔ تو اُنھوں نے (زبان سے) کہا تھا کہ ہم نے سن لیا اور (دل سے کہا تھا کہ) مانا نہیں اور ان کے کفر (طبعی) کی وجہ سے بچھڑا اُن کے دلوں میں سمایا ہوا تھا (سو یہ واقعات بھی تمھارے نبی کے زمانہ کے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی مخالفت تم لوگوں کی قدیمی عادت ہے اور اپنی کتاب پر ایمان کا عذر ایک دھوکا ہے۔ اچھا) ان سے کہدیجئے۔

کہ اگر تم (ان حرکتوں پر بھی) مومن ہو (اور تمہارا ایمان تم کو ایسے ہی افعال کا حکم کرتا ہے) تو (ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ) نہایت بُرے ہیں وہ افعال جن کا تم کو تمہارا ایمان حکم دیتا ہے (اور اس لئے اس ایمان کو سلام ہے۔ یہاں تک تو دلائل سے ان کے دعوی ایمان کا ابطال تھا۔ اب دوسرے طریقہ سے اس کو باطل فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اچھا) ان سے کہدو۔ کہ اگر (صرف تم ہی مومن ہو جیسا کہ تمہارا دعوی ہے اور اس لئے) خدا کے نزدیک دار آخرت خالص تمہارے لئے ہے (اور دوسروں کا اس میں کوئی حصہ نہیں) تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم (اپنے اس دعوی میں) سچے ہو (کیونکہ اس صورت میں موت تم کو دار آخرت تک پہنچانے والی ہے جو کہ تمہارا مطلوب ہے) اور (ہم کہے دیتے ہیں کہ) ان (اعمال بد) کی بدولت جو ابتک یہ لوگ کر چکے ہیں کبھی اسکی تمنا نہ کریں گے۔ اور خدا ان ظالموں سے خوب واقف ہے (اور جانتا ہے کہ یہ خود بھی اپنا ناحق پر ہونا جانتے ہیں اس لئے ان کو اس تمنا کی ہمت نہیں ہو سکتی) اور تم ان کو سب لوگوں سے اور (بالخصوص) مشرکین سے بھی زیادہ زندگی کا خواہاں پاؤ گے (چنانچہ) ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش اسے ہزار برس کی عمر دیجاوے (محض اس لئے کہ وہ عذاب سے بچے رہیں گے) اور (واقعہ یہ ہے کہ) یہ بات کہ اُن کو عمر دیجاوے اُن کو عذاب سے دور کرنے والی نہیں ہو سکتی (کیونکہ آخر کبھی تو مریں گے۔ پس جب مریں گے اُسیوقت عذاب دیا جاوے گا) اور اللہ دیکھتا ہے ان کاموں کو جو یہ لوگ کرتے ہیں (اس لئے ان کو ان کی شرارتوں کی ضرور سزا دیگا۔ چونکہ یہ لوگ قرآن کے قبول نہ کرنے میں یہ حجت بھی نکالتے تھے۔ کہ اس کے لانے والے جبریل ہیں۔ اور جبریل سے ہماری دشمنی ہے کیونکہ وہ ہم پر عذاب لاتے تھے اور یہ عذر ان کا محض حیلہ تھا اور اصل عداوت کا منشا قرآن لانا تھا اسلئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں)

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ
نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى
لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ
وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ
وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝
وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۚ
وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝
اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ
فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝
وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

جو جبریل کا دشمن ہو (اُس کی عداوت سراسر بیجا ہے) کیونکہ (وہ قرآن اپنی طرف سے نہیں لائے بلکہ) انھوں نے اس کو تمہارے دل پر بحکم خدا نازل کیا ہے (اس لئے اس میں اُن کا کوئی قصور نہیں اور وہ بھی) ایسی حالت میں کہ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا اور مومنین کے لئے ہدایت اور بشارت ہے (پس قطع نظر اس سے کہ اُنھوں نے یہ فعل از خود نہیں کیا بلکہ خدا کے حکم سے کیا ہے خود یہ فعل بھی قابل عداوت نہیں اچھا اب اس بیجا عداوت کا نتیجہ سُنو) جو شخص خدا اور اُس کے فرشتون کا اور

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ
مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ كِتَٰبَ
اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَٰطِينُ عَلَىٰ
مُلْكِ سُلَيْمَٰنَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَٰنُ
وَلَٰكِنَّ الشَّيَٰطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ
النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ
بِبَابِلَ هَٰرُوتَ وَمَٰرُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ
مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ
فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ
بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُم
بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ
وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ۚ
وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ
فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَٰقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا
شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝
وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ
عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ ۖ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

(بالخصوص جبریل و میکائیل^عہ کا دشمن ہو۔ (خواہ سب کا خواہ کسی ایک کا جس کی دشمنی سب کی دشمنی کو مستلزم ہو۔) تو (اُس کو واضح رہے کہ) خدا ایسے کافروں کا دشمن ہے اور (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم) ہم نے تمھاری طرف واضح آیتیں نازل کی ہیں (جن کے انکار کی اصلا گنجایش نہیں) اور (اس لئے) ان کا انکار وہی کرتے ہیں جن کی عادت ہی عدول حکمی کرنا ہے اور کیا (اُن کو یہ چاہئے تھا^عہ کہ) جب کبھی وہ معاہدہ کریں تو (اُس کو) ان میں کی ایک جماعت لامحالہ توڑ دے (اور کیا ان کا یہ شیوہ پسندیدہ ہوسکتا ہے ہرگز نہیں۔ غرض کہ وہ عہد شکنی کے عادی ہیں۔ اور صرف یہی نہیں) بلکہ ان میں بہتیرے (تو عہد ہی کو) نہیں مانتے (اور جب اُن کو اُن کے سابق معاہدات یاد دلائے جاتے ہیں تو صاف انکار کر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سے یہ معاہدے ہوئے ہی نہیں) اور (اسی انکار عہد کی بناء پر) جب ان کے پاس خدا کے یہاں سے کوئی ایسا رسول آیا جو اُس (کتاب) کی جو اُن کے پاس تھی (یوں) تصدیق کرتا تھا (کہ وہ ان معاہدات وغیرہ پر یقین رکھتا اور دوسروں کو ایمان کی پابندی کی ہدایت کرتا تھا۔) تو جن لوگوں کو وہ دی گئی تھی (اور اس لئے اس کی تصدیق کرنا اور اُس پر عمل کرنا اُن کا پہلا فرض تھا) اُن میں سے ایک بڑی جماعت نے خدا کی کتاب کو یوں پس پشت ڈال دیا گویا وہ اسے جانتے بھی نہیں اور (کتاب خدا کو پس پشت ڈال کر) اُنھوں نے ان (کتابوں) کی پیروی کی جن کو سلیمان (علیہ السلام) کے زمانہ میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور (تم اس فقرہ سے

عہ جبریل کے ساتھ میکائیل کو اسلئے ذکر کیا گیا کہ یہود میکائیل کے ساتھ دوستی کے مدعی تھے۔ سو اس میں اُنکے اس دعوے کی تردید ہے اور اشارہ ہے اس طرف کہ عداوت جبریل مستلزم عداوت میکائیل ہے اور عداوت جبریل کے ساتھ میکائیل کی دوستی جمع نہیں ہو سکتی۔ ۱۲ منہ عہ کذا فی الجلالین۔ ۱۲ منہ

یہ نہ سمجھنا کہ وہ بحکم سلیمان ایسا کرتے تھے اور اس لئے نعوذ باللہ سلیمان بھی کافر تھے کیونکہ) سلیمان نے کفر نہ کیا تھا بلکہ شیاطین نے کفر کیا تھا (جس کی تفصیل یہ ہے کہ) وہ لوگوں کو جادو اور وہ باتیں سکھاتے تھے جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت وماروت پر نازل کی گئی تھیں (تاکہ وہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کا امتحان کریں کہ کون انھیں قبول کرکے کافر ہوتا ہے اور کون رد کرکے مسلمان رہتا ہے) اور (اسی لئے) وہ اُس وقت تک کسیکو وہ باتیں تعلیم نہ کرتے تھے جب تک (اُس کو اُس کی بُرائی سے آگاہ نہ کر دیتے اور) یہ نہ کہدیتے تھے کہ (یہ ظاہر بات ہے کہ) ہم صرف (لوگوں کے) امتحان (کا ایک ذریعہ) ہیں لہذا تم (ہم سے ان باتوں کو سیکھ کر اور ان پر عمل کرکے) کافر نہ ہو سو (اس کہنے کے بعد بھی) وہ لوگ ان سے وہ باتیں سیکھتے تھے جن سے وہ مرد اور اُس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈالتے (اور اس طرح ان کو نقصان پہونچاتے) تھے اور (یہ ضرر رسانی بھی بحکم خدا تھی کیونکہ) وہ اس کے ذریعہ سے بجز حکم خدا کے کسی کو ضرر نہیں پہونچا سکتے (کیونکہ ضرر رسانی کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے. مثلاً خلق فعل اور اُس پر اثر مرتب کرنا وغیرہ ان میں سے بجز کسب کے اور کچھ بھی ان کے قبضہ میں نہیں. اس لئے وہ بالاستقلال ضرر رسانی نہیں کرسکتے تا وقتیکہ حق تعالیٰ نہ چاہیں. لہذا تم کو نسبت تفریق الی المفرقین سے ان کے استقلال کا شبہ نہ ہونا چاہیئے. خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا. اب ہم پھر اصل مقصد کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ان سے وہ چیزیں سیکھتے تھے جو موجب تفریق ہیں) اور وہ چیزیں سیکھتے تھے جو ان کو نقصان ہی پہونچاتی ہیں. اور نفع کچھ نہیں پہونچاتیں (اور بخدا) وہ خود بھی خوب اچھی طرح جانتے تھے. کہ جو شخص ان (کفریات) کو خریدے اُس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں (غرض کہ اُنھوں نے یہ کفر جان بوجھکر اختیار کیا) اور بخدا وہ (کفر) جس کے بدلے اُنھوں نے اپنے کو بیچ ڈالا نہایت ہی بُری چیز تھا. کاش وہ (اس کی بُرائی کو) جانتے اور اگر یہ ہوتا کہ وہ ایمان لے آتے اور نافرمانی سے بچتے تو (بہت اچھا ہوتا. کیونکہ گو اس سے اُن کے دنیوی منافع کو صدمہ پہونچتا. مگر خدا کے یہاں معاوضہ ملتا. اور) خدا کے یہاں کا معاوضہ (ان منافع سے) بہتر تھا کاش وہ اس (بہتری کو) جانتے (خیر)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَقُولُواْ رَٰعِنَا وَقُولُواْ ٱنظُرۡنَا وَٱسۡمَعُواْۗ وَلِلۡكَٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٞ ۝ مَّا يَوَدُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ وَلَا ٱلۡمُشۡرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيۡكُم مِّنۡ خَيۡرٖ مِّن رَّبِّكُمۡۚ وَٱللَّهُ يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهِۦ مَن يَشَآءُۚ وَٱللَّهُ ذُو ٱلۡفَضۡلِ ٱلۡعَظِيمِ ۝ مَا نَنسَخۡ مِنۡ ءَايَةٍ أَوۡ نُنسِهَا نَأۡتِ بِخَيۡرٖ مِّنۡهَآ	اے ایمان والو (دیکھو یہ لوگ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو شرارت سے راعنا کہکر خطاب کرتے ہیں. اس لئے ان کی دیکھا دیکھی) تم راعنا نہ کہا کرو. اور (بجائے اس کے) انظرنا کہا کرو اور (اس حکم کو بسماع قبول) سنو اور ان کافروں کو (جو شرارت سے ایسا کہتے ہیں) ذلت کا عذاب ہوگا. (مبادا ان کی تقلید میں تم بھی کافر ہو جاؤ. اور اسی سزا کے مستحق ہو تم یاد رکھو کہ) کفار اہل

أَوْ مِثْلِهَا ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ
مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ
مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝
أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ
كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ ۗ وَمَنْ يَتَبَدَّلِ
الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ
السَّبِيلِ ۝ وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا
حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ
مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا
حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا
الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ
مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ
بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ
الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ
تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ
وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ
عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ۝

کتاب ہوں یا مشرکین (تم پر حسد کرتے ہیں اور) نہیں چاہتے کہ تم پر تمہارے رب کی جانب سے کوئی بہتری نازل ہو) بلکہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ تمام بہبودیاں انھیں کے حصہ میں آئیں. مگر اُن کی یہ خواہش محض لایعنی ہے) اور اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے مخصوص کرتا ہے. اور اللہ بڑے فضل والا ہے (پس اس کا فضل کسی خاص فرقہ تک محدود کیسے رہ سکتا ہے اسی بنا پر ایک عرصہ تک ہم نے بنی اسرائیل کو صاحب کتاب بنایا اُن کے بعد ہم نے تم کو کتاب عطا کی اس پر اگر کسی جانب سے نسخ ادیان پر اشکال کیا جاوے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں. کیونکہ) ہم جو آیت بھی منسوخ کرتے ہیں یا اُس کو بھلاتے ہیں تو (اُس کے بجائے) اُس سے بہتر یا اُس کے مثل لے آتے ہیں (اور یہ بات ہمارے لئے کچھ دشوار نہیں. آخر) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے (اور جبکہ جانتے ہو تو پھر مثل یا بہتر لانا کیا مشکل ہے اور جب مشکل نہیں تو نسخ ادیان پر کیا اشکال ہو سکتا ہے کیونکہ اشکال اُس وقت تھا جبکہ ایک دین کو منسوخ کر کے ویسا ہی یا اُس سے بہتر دین قائم نہ کیا جا سکتا. اور معلوم ہے کہ واقعہ ایسا نہیں تو اشکال بھی نہیں. اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ ہم نے مانا کہ ایک دین کے بجائے دوسرا دین ویسا ہی یا اُس سے بہتر قائم کیا جا سکتا ہے. لیکن آخر اس کی ضرورت کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی ہے جس کے لئے تمام آسمانوں اور زمین کی حکومت حاصل ہے اور (اس کی سلطنت کے استقلال کی یہ حالت ہے کہ) خدا کے علاوہ نہ تمہارا کوئی دوست ہے (جو تم کو ابتداءً کوئی نفع پہونچا سکے) اور نہ مددگار ہے (جو تم کو کسی مصیبت سے بچا سکے. پس جبکہ وہ اپنی حکومت میں منفرد اور استقلال میں کامل ہے تو اُس کو بذریعہ اُسی اقتدار شاہی کے حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ملک میں اور اپنی رعایا پر

جو قانون بھی چاہے اور جس وقت بھی چاہے نافذ کرے اور معترض کو صرف یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ ہم بادشاہ ہیں اس لئے ہم کو ہر قسم کے قانون نافذ کرنے کا ہر وقت حق حاصل ہے اور تمہیں اعتراض کا کوئی حق نہیں یہ امر آخر ہے کہ جو قانون نافذ کیا جاوے اُس میں مصالح کا لحاظ ہونا ضرور ہے مگر اس کا تعلق اول تو خود ہم سے ہے رعایا کو اس سے کوئی علاقہ نہیں۔ دوسرے اس کی مقتضی ہماری صفت حکمت ہے نہ کہ وصف شاہی۔ کیونکہ وصف شاہی کا مقتضا تصرف علی الاطلاق ہے۔ لہذا تمہارے لئے یہ جواب کافی ہے کہ ہم بادشاہ ہیں اور ہمارے لئے ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے اب ہم اس بحث کو ختم کرکے دوسرے پہلو پر کلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نسخ پر اعتراضات کا اصل مقصود یہ ہے کہ یہ دین نہ رہے اور پہلا ہی دین عود کر آئے۔ تو) کیا تم اپنے رسول سے (جو تمہاری ہدایت کیلئے بھیجا گیا ہے گو تم اُسے نہیں مانتے۔) ایسی ہی (لایعنی) درخواست کرتے ہو جیسی کہ اس سے پہلے موسیٰ (علیہ السلام) سے کی گئی تھی (مثلاً اجعل لنا الٰھا۔ یا ارنا اللہ جھرۃ وغیرہ یہ نہایت نازیبا حرکت اور کفر ہے) اور جو کوئی ایمان چھوڑ کر اُس کے بدلے میں کفر اختیار کرے گا تو (سمجھو کہ) وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا (اب چونکہ اہل کتاب کے اعتراضات کا اثر مسلمانوں پر پڑ سکتا تھا اس لئے اب خطاب کا رخ مسلمانوں کی طرف پھیرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مسلمانوں تم اہل کتاب کی باتوں میں نہ آنا کیونکہ) اہل کتاب میں سے بہتیرے لوگ بعد اس کے کہ اُن پر حق ظاہر ہو گیا ہے خود اپنی طرف سے (بغیر اس کے کہ وہ واقع میں یا خود اپنے زعم میں اس باب میں خدا کی جانب سے مامور ہوں۔ بلکہ) محض حسد سے چاہتے ہیں کہ کاش تمہیں بعد تمہارے ایمان لے آنے کے دوبارہ کافر بنا دیں سو (گو یہ اُن کی صریح دشمنی ہے جس کا مقتضا یہ ہے کہ اُن سے انتقام لیا جاوے مگر) تم (اس قصور کو) معاف کرو اور جب تک حق تعالیٰ (ان کے باب میں) اپنا ایک (خاص) حکم نافذ فرماوے اُس وقت تک تم (ان سے) درگذر کرو (اور یہ حکم کا نافذ کرنا کچھ دشوار نہیں کیونکہ) اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور ٹھیک ٹھیک نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور (ان کے علاوہ جو نیکی ہو سکے وہ بھی کرو۔ کیونکہ) جو نیکی بھی تم اپنے لئے کرو گے اُس کو خدا کے یہاں پا لو گے (کیونکہ) جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اُس کو دیکھتا ہے (اس لئے یہ ممکن نہیں کہ تمہارا کوئی عمل جزا سے خالی رہ جاوے۔ ادھر تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں سے ثواب کا وعدہ کیا۔ اُدھر نصاریٰ کا دعویٰ تھا کہ ہمارے سوا جنت میں کوئی جا ہی نہیں سکتا۔ اس لئے حق تعالیٰ اُس کا یوں رد فرماتے ہیں) اور اہل کتاب کہتے ہیں کہ جنت میں بجز یہود اور نصاریٰ کے اور کوئی ہرگز نہ جا سکے گا یہ اُن کی دل خوش کن باتیں ہیں (اور کوئی دلیل اُن کے پاس نہیں ہے) اچھا آپ ان سے فرمائیے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی حجت پیش کرو (حجت ان کے پاس کیا تھی جس کو وہ پیش کرتے اس لئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اور لوگ) کیوں نہیں (داخل ہوں گے) جو کوئی اپنے منہ کو پست کر دے در حالیکہ وہ نیکوکار بھی ہو۔ (اور اس سے اُس کو نفاق وغیرہ مقصود نہ ہو) تو ایسوں پر نہ کوئی خوف ہو گا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے (بلکہ بے کھٹکے جنت میں جا دینگے)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى
عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ
الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ
كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ
مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ
اَنْ يُّذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِي خَرَابِهَا
اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوهَآ
اِلَّا خَآئِفِينَ ۝ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ
وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝
وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا
فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝
وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ
بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُونَ ۝ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُولُ
لَهٗ كُنْ فَيَكُونُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ
لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِينَآ اٰيَةٌ كَذٰلِكَ
قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ
تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ
لِقَوْمٍ يُّوقِنُونَ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ
بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ
اَصْحٰبِ الْجَحِيمِ ۝ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ
الْيَهُودُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ
قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ

اور (جس طرح یہود و نصاریٰ مجموعی طور پر
مسلمانوں کے دین کو باطل ٹھیراتے ہیں جیسا کہ وقالوا
لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصٰری
سے معلوم ہو چکا ہے یوں ہی یہ لوگ آپس میں
بھی ایک دوسرے کے مذہب کو باطل کہتے ہیں
چنانچہ) یہود نے کہا کہ نصاریٰ کسی (معتدبہ) شے
(یعنی مذہب) پر نہیں۔ اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود
کسی (معتدبہ) شے (مذہب) پر نہیں اور (یہ
دونوں فریق) کتاب اللہ پڑھتے (اور اہل علم)
تھے (جبکہ اہل علم میں یہ اختلاف ہوا تو اُن کی
تقلید میں بے علموں میں بھی اختلاف ہو گیا۔
چنانچہ) یوں ہی ان لوگوں نے بھی جو علم نہیں رکھتے
اُن ہی کی طرح کہا سو (اس اختلاف کا فیصلہ
اگرچہ دنیا میں علمی طور پر ہو چکا ہے۔ مگر وہ
ان لوگوں کے تعصب اور عناد کی وجہ سے اس
اختلاف و نزاع کو ختم نہیں کر سکا اس لیے) حق
تعالیٰ قیامت کے دن اس (مسئلہ) میں (عملی)
فیصلہ فرمائیں گے جس میں یہ اختلاف رکھتے تھے
(اور ان کو بتلاویں گے کہ اپنے اپنے وقت میں
یہودیت و نصرانیت دونوں صحیح تھیں مگر اُسی
وقت تک جب تک وہ اپنی اصلی صورت پر باقی
تھیں۔ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے وقت میں دونوں باطل ٹھیریں اور اُس
وقت صحیح مذہب صرف اسلام تھا۔ اور گو ان
دونوں فریق میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ حق پر
ہونے کا مدعی ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے
کوئی بھی حق پر نہیں۔ کیونکہ ان میں ہر فریق مساجد

الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۔ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۔

میں خدا کا نام لینے سے مانع ہوتا ہے. جیسا کہ منافقین عـہ کا مسجد ضرار بنانا اس پر شاہد ہے خواہ واقعہ اس سے پہلے کا ہو. یا بعد کا کیونکہ وہ اس سعی کا ایک خاص فرد ہے لہذا وقت نزول آیت کے اُس کا موجود ہونا مضر نہیں. کما لا یخفی) اور اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو خدا کی مسجدوں کو اس سے روکے کہ اُن میں اُس کا نام لیا جاوے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے اُن کو تو یہ بھی حق نہ تھا کہ وہ ان میں داخل ہوتے بجز اس حالت کے کہ اُن کو (خدا) کا خوف ہوتا اور وہ ڈرتے ڈرتے ان میں قدم رکھتے. جیسا کہ لوگ سلاطین کے درباروں میں جاتے ہیں. پس ان کو ویران کرنے کا ان کو کب حق حاصل ہو سکتا ہے.) اور (اس گستاخی کی سزا میں) ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی ہوگی. اور آخرت میں اُن کو بڑا عذاب ہوگا. (اور چونکہ ویرانی مساجد کا ایک بڑا سبب اختلاف قبلہ بھی تھا. اس لئے حق تعالیٰ اُس کی یوں تردید فرماتے ہیں) اور (یہ خیال کہ ان مساجد کا قبلہ وہ نہیں ہے جو ہماری مساجد کا ہے محض باطل ہے کیونکہ) مشرق و مغرب (دونوں) اللہ ہی کے ہیں (اور اس لئے اُسے حق ہے کہ جس جہت کو چاہے قبلہ مقرر کر دے) پس (اس کے حکم سے) جس طرف بھی تم رُخ کرو وہیں اللہ کا رُخ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پھیلاؤ والے اور بڑے علم والے ہیں (اور اس لئے نہ اُن کی ذات محدود ہے. اور نہ اُن کا علم. اس جگہ یہ سمجھ لینا ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے لئے وسعت اور پھیلاؤ ثابت کیا ہے یہ وسعت وہ نہیں ہے جو اجسام میں ہوا کرتی ہے بلکہ وہ وسعت ہے جو اُس کی ذات کے شایاں ہے اور چونکہ خود اُسکی ذات ہی کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں. اس لئے اُس پر مجملاً اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ حق تعالیٰ میں وہ وسعت ہے جس کی کیفیت کے ادراک سے ہماری عقل قاصر ہے. خیر یہ تو اُن کی عملی کیفیت تھی. اب اُن کی اعتقادی حالت سنو) اور وہ یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بیٹا بنایا (چنانچہ یہود حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے. اور نصارا حضرت عیسیٰ کو. توبہ توبہ) وہ (بیٹا بنانے سے) پاک ہے (اور اس لئے اُس کا کوئی بیٹا نہیں) بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو چیزیں ہیں سب اُس کی ملک ہیں سب کے سب اُس کے مطیع ہیں (بایں معنی کہ کسی کو اُس کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں اور یہ مخالفت جو کفار و عصاۃ میں مشاہد ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ خود حق تعالیٰ نہیں چاہتے کہ ان کو اطاعت کے لئے مجبور کیا جاوے کیونکہ اس سے مصلحت امتحان فوت ہوتی ہے ورنہ ان کی بھی مجال نہیں کہ مخالفت کر سکیں. ولو شاء اللہ لھدٰکم اجمعین) وہ موجد ہیں آسمانوں

عـہ یہ منافقین یہود تھے. اور ان کی سازش میں جو راہب شریک تھا. وہ عیسائی تھا. اس طرح سے یہود و نصاری دونوں پر احتجاج ہو گیا. ۱۲ حضرت مولٰنا عم فیضہم

اور زمین کے اور جب وہ کسی بات کو طے کر چکتے ہیں تو صرف یہ کہدیتے ہیں کہ ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے (اس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو کسی چیز کے پیدا کرنے میں کسی قسم کی زحمت اٹھانی نہیں پڑتی۔ بلکہ صرف چاہنے کی دیر ہوتی ہے جب اُس کا وجود چاہا وہ موجود ہو گئی۔ اور جبکہ حق تعالیٰ کے یہ صفات ہیں تو کسی مخلوق کو اُن کا بیٹا بیٹی بتانا سراسر جہالت ہے) اور (ہٹ دھرمی کی یہ حالت ہے کہ) یہ نادان لوگ کہتے ہیں کہ خدا ہم سے بات کیوں نہیں کرتا۔ یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی (جس کو نشانی کہا جا سکے۔ اور جنکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نشانی بتاتے ہیں یہ نشانی ہی نہیں۔ اب حق تعالیٰ فرماتے ہیں) یوں ہی ان سے پہلے والوں نے بھی ایسا ہی کہا تھا ان سب کے دل (کجی اور عناد میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں (اس لئے باتیں بھی ملتی جلتی ہیں سو ہم ان احمقانہ درخواستوں پر کوئی توجہ نہیں کرتے) ہم نے ان لوگوں کے لئے دلائل بیان کر دیئے ہیں جو یقین کریں (اور جو یقین نہ کرنا چاہتے ہوں اُن کے لئے نہ کوئی دلیل دلیل ہے اور نہ کوئی نشانی نشانی۔ پس جبکہ اُن کے عمل اور اعتقاد اور کجی کی یہ حالت ہے تو وہ مستحق جنت کیونکر ہو سکتے ہیں جس کے مدعی ہیں چونکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ اور دعوت کے جواب میں یہ لوگ ایسی باتیں کرتے تھے جس سے آپ کو رنج بھی ہوتا تھا اور اس کے ساتھ ہی آپ یہ بھی چاہتے تھے۔ کہ جو درخواست اُن کی ایک حد تک قابل قبول ہو اگر اُس کو قبول کر لیا جاوے تو اچھا ہے جیسے یہ لوگ نشانی چاہتے ہیں پس اگر ان کے منشاء کے موافق کوئی نشانی اُن کو دکھلا دی جاوے تو شاید یہ ایمان لے آویں گے اس لئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں) ہم نے آپ کو ایسی حالت میں سچا دین دیکر بھیجا ہے کہ آپ (اُس کے ماننے والوں کو) خوشخبری دینے والے اور (نہ ماننے والوں کو) ڈرانے والے ہیں (غرض آپ کے ارسال سے مقصود صرف تبشیر و انذار ہے۔) اور دوزخیوں کے متعلق آپ سے کوئی باز پرس نہ ہوگی (کہ یہ کیوں دوزخ میں گئے اور آپ نے ان کے بچانے کی کوشش کیوں نہ کی۔ پھر آپ کو ان کے متعلق اتنی فکر کیوں ہے۔ آپ تو اس کوشش میں ہیں کہ کسیطرح یہ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ اور وہ اس فکر میں ہیں کہ کسیطرح خدا نخواستہ آپ کو یہودی یا نصرانی بنا لیں) اور نہ یہود آپ سے کبھی خوش ہو سکتے ہیں اور نہ نصاریٰ تا وقتیکہ آپ اُن کا دین قبول نہ کر لیں۔ (پس آپ ان کی ہدایت کی فکر چھوڑیئے۔ اور اُن کی قطع طمع کے لئے) اُن سے کہدیجئے کہ صرف خدا کی ہدایت ہی ہدایت ہے (اور اُس کے ماسوا گمراہی اس لئے تم اس خیال سے درگزر نہ کہ میں یہودی یا نصرانی ہو جاؤنگا) اور (یہ تم کو سنادیا جاتا ہے کہ)[ع] اگر تم ان کے خواہشات کی اتباع (اور ان کے مذہب کی پیروی) کروگے

عــه چونکہ یہ خطاب حق تعالیٰ کا ہے اور یہ ہر مسلمان کو مسلم ہے کہ حق تعالیٰ کا خطاب خواہ کسی عنوان سے ہو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شان کے خلاف نہیں۔ لانہ عبدہ۔ علی ہذا یہ بھی مسلم ہے کہ عصمت انبیاء منافی تکلیف احکام نہیں۔ اور تکلیف ہی مبنی ہے وعدہ وعید کا اس لئے عصمت انبیاء وعدہ وعید کے بھی منافی نہ ہوگی۔ بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ

تو پھر نہ کوئی تمھارا یار رہے نہ مددگار ہو تم کو خدا سے بچاوے۔ (غضب ہے کہ یہ لوگ آپ کو اپنی کتاب کی طرف دعوت دیتے ہیں حالانکہ وہ خود اُس پر ایمان نہیں رکھتے کیونکہ) جنکو ہم نے کتاب دی ہے بحالیکہ وہ اُس کو یوں پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنا چاہیئے (یعنی بلا کم و کاست پڑھتے ہیں کہ نہ عبارت میں تغیر کرتے ہیں۔ اور نہ معانی کو بگاڑتے ہیں) وہ لوگ ہیں جو اس پر (صحیح معنے میں) ایمان رکھتے ہیں (نہ کہ یہ لوگ جن کی حالت ان کے بر خلاف ہے پھر انکو اسپر ایمان رکھنے والا کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ آخر میں ان کو دھمکی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں) اور جو اُس (کتاب) کو نہ مانیں وہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔ (لہذا اُن کو چاہیئے کہ کفر کو چھوڑ کر اُس پر ایمان لائیں اور خسران سے بچیں۔ اور اس پر ایمان لانے کے لیئے لازم ہے قرآن پر ایمان لانا اس لیئے ان کو چاہیئے کہ قرآن پر ایمان لائیں۔ ہاں)

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۭ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ

اے بنی اسرائیل (دیکھو تم کو پھر سمجھایا جاتا ہے کہ تم (ناشکری سے باز آؤ اور) میری اُس نعمت کو یاد کرو جو کہ میں نے تم پر کی ہے اور (خاص کر اُس کو کہ میں نے تم کو دوسری مخلوقات پر (جزئی) فضیلت دی (اور تمکو وہ بعض خصوصیات عطا کیں جو اوروں کو نہیں کیں۔ مثلاً ایک یہی کہ تمھارا خاندان صدیوں سے علم و دین کا مرکز چلا آرہا ہے اور اس میں کثرت سے انبیاء ہوئے ہیں) اور اُس دن سے ڈرو (جس میں) کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ اس سے معاوضہ قبول کیا جاوے گا۔ اور نہ (حق تعالےٰ کی مرضی کے بغیر) اُس کو سفارش نفع دیگی۔ اور نہ اُن کی (قوت سے) مدد کی جائے گی (کہ حق تعالیٰ پر دباؤ ڈالکر اور زبردستی اُن کو چھڑا لیا جاوے) اور (تم اپنے آباء کے حالات و واقعات میں غور کرو۔ اور دیکھو کہ کیا اُن کا طرز بھی یہی تھا جو تمھارا ہے۔ چنانچہ تم

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ جب یہ دونوں باتیں مسلم ہیں۔ تو اس قسم کی آیات میں تاویل کرنا حق تعالیٰ اور اُس کے کلام کی عظمت کو نظرانداز کرتا ہے فلیتنبہ لہ۔ ۱۲ منہ +

مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ
قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ
اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ۝ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ
مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا
وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ
اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا
وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا
مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اُس وقت کو یاد کرو) جبکہ (تمھارے جد اعلیٰ) ابراہیم کو (جو تمھارے تمام مناقب و مفاخر کا سرچشمہ ہیں) اُن کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تھا۔ تو (انھوں نے تمھاری طرح سرکشی اور نافرمانی نہیں کی تھی۔ بلکہ) انھوں نے اُن کو پورا کر دیا تھا۔ (اس امتحان میں کامیاب ہو جانے پر حق تعالیٰ نے اُن سے) کہا۔ کہ میں تم کو لوگوں کا مقتدا بنانے والا ہوں۔ اُنھوں نے کہا۔ اور میری اولاد میں سے جواب ملا کہ میرا یہ عہدہ ظالموں کو نہیں پہونچ سکتا (ہاں غیر ظالموں کو بیشک مل سکتا ہے۔ یہ واقعہ تم کو اس لئے یاد دلایا گیا ہے کہ اس سے تم دو باتیں معلوم کرو۔ اول یہ کہ ابراہیم تمھارے جد اعلیٰ کا برتاؤ حق تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ اور اُس کا اُنکو کیا نتیجہ ملا۔ اور دوسرے یہ کہ جن کا برتاؤ اس برتاؤ کے خلاف ہے جنکو ظالم کہا گیا ہے وہ کس نتیجہ کے مستحق ہیں سو ابراہیم حق تعالےٰ کی عبادت کرتے تھے اور اُس کا ثمرہ اُن کو یہ ملا کہ اُن کو امامت کا عہدہ دیا گیا۔ اور جس کا برتاؤ اُن کے خلاف ہو وہ ہمیشہ کے لئے اس عہدہ سے محروم کر دیا گیا۔ اب تم ان واقعات میں غور کرکے اپنی اصلاح کرو) اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جبکہ ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور (محل) امن بنایا اور (حکم دیا کہ) مقام ابراہیم سے جائے نماز بناؤ (یعنے یہاں نماز پڑھا کرو) اور ابراہیم اور اسمٰعیل کو ہدایت کی کہ تم میرے اس گھر کو باہر سے آنیوالوں اور یہاں کے رہنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو (اور انھوں نے ان ہدایتوں پر عمل کیا۔ یہ واقعات اس لئے یاد دلائے گئے ہیں کہ تم سوچو کہ جو مکان خدا کے نزدیک اتنا محترم ہے اور جس کا نگراں تمھارے اجداد کو بنایا گیا تھا اُس کے ساتھ تمھارا کیا برتاؤ ہے۔ پس تم ان واقعات کو یاد کرکے اپنی روش کو بدلو) اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جبکہ ابراہیم نے کہا تھا کہ اے میرے رب اس شہر کو پر امن بنا دیجئے۔ (کہ لوگ اس میں چین سے زندگی بسر کریں) اور اس کے رہنے والوں کو (طرح طرح کے) پھلوں کی غذا دیجئے۔ (میں سب کو نہیں کہتا بلکہ) اُن ہی کو کہتا ہوں) جو ان میں سے خدا اور آخرت پر ایمان لائیں۔ (رہے وہ لوگ جو ایسا نہ کریں سو اُن کے متعلق آپ کو اختیار ہے چاہو دیں چاہے نہ دیں) جواب ملا کہ (ایمان والوں کے ساتھ تو وہی برتاؤ کیا جائے گا جس کی تم نے درخواست کی ہے) اور جو کفر کرے گا اُس کو (اول) میں تھوڑے دنوں (دنیا میں منافع دنیویہ سے) نفع پہونچاؤں گا۔ اُس کے بعد (جب وہ مر جائے گا تو) زبردستی اُس کو

عذاب دوزخ میں لیجاؤں گا. اور وہ برا مرجع ہے (خدا بچائے. یہ واقعہ اس لئے یاد دلایا جاتا ہے کہ تم چند امور پر غور کرو اول یہ کہ تمھارے جد اعلےٰ کو اس گھر او ر اس شہر سے کیسا تعلق تھا اور تمھارا اُس کے ساتھ کیا برتاؤ ہے. دوم یہ کہ تمھارے جد اعلیٰ کفر کو کتنا بڑا گناہ سمجھتے تھے. کہ کفار کے لئے دنیوی منفعت کی درخواست بھی کرتے ہوئے ڈرے. اور لفظ اہل جو اپنے عموم سے کفار کو بھی شامل تھا اُس کو من آمن منہم سے خاص کر دیا تاکہ ضمناً بھی کفار درخواست میں داخل نہ ہو جائیں اور تم اس کو کیا سمجھتے ہو. سوم یہ کہ اس واقعہ میں کفار کے لئے وعید مذکور ہے. جو ابتدا ہی میں تم کو سنادی گئی تھی. پس تم ان واقعات پر غور کر کے اپنی حالت درست کرو. اور اس وعید کے مستحق نہ ہو) اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جبکہ ابراہیم اور (اُن کی شرکت میں) اسمٰعیل (بھی) خانہ کعبہ کی دیواریں اُٹھا رہے تھے (انھوں نے کہا تھا کہ) اے ہمارے رب (یہ خدمت) ہم سے قبول فرمایئے بلاشبہ آپ سننے والے جاننے والے ہیں. (اور اس لئے ہماری درخواست کو سنتے اور ہماری نیتوں کو جانتے ہیں) اے ہمارے رب (آپ یہ بھی کیجئے) اور (اس کے ساتھ) ہم کو اپنا فرماں بردار بھی بنائے رکھئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک اپنی تابعدار جماعت بنایئے. اور ہم لوگوں کو ہمارے عبادت کے طریقے بتلایئے اور (ہماری کوتاہیوں سے درگزر کر کے) ہم پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرمایئے (کیونکہ) واقعی آپ بڑی (رحمت کے ساتھ) توجہ فرمانے والے اور رحمت والے ہیں. اے ہمارے رب (آپ یہ بھی کیجئے) اور (اس کے ساتھ) ان (اہل مکہ) میں انہی میں سے ایک رسول بھیجئے جو آپ کی آیتیں ان کے روبرو پڑھے اور انھیں (آپ کی) کتاب اور شریعت سکھایا وے اور (اس طرح) ان کو (ناپاک خیالات اور گندے افعال سے) پاک صاف کرے کیونکہ آپ (ہر چیز پر) قابو یافتہ حکمت والے ہیں (اور جو چاہتے ہیں اُس کو پختگی کے ساتھ کرتے ہیں جس میں کوئی خلل انداز نہیں ہو سکتا. اس لئے آپ ایسا کرنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں. یہ واقعات اس لئے یاد دلائے گئے ہیں کہ تم سوچو کہ تمھارے اجداد کو حق تعالےٰ کی اطاعت کس درجہ منظور تھی. اور وہ اپنی اولاد کو کس حالت میں دیکھنا پسند کرتے تھے. اور تمھاری حالت وہی ہے یا نہیں. نیز جب وہ عظیم الشان رسول آیا جس کی ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے درخواست کی تھی تو تم نے اُن کے ساتھ کیا برتاؤ کیا. الغرض تم ان تمام وقعات پر گہری نظر ڈالو. اور سمجھو کہ یہ تھا ابراہیم کا مذہب واقعی یہ مذہب نہایت صحیح تھا.)

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ

اور (اس) مذہب ابراہیم سے کون منہ پھیرے گا بجز اُس کے جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو. اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ جس کا وہ مذہب ہے اُس کی یہ حالت ہے کہ) ہم نے دنیا میں اُن کو اپنا برگزیدہ (بندہ) بنایا اور آخرت میں وہ اہل صلاح میں داخل ہیں. (کیونکہ اُن کی اطاعت اور فرمانبرداری کی یہ حالت تھی کہ) جب اُن کے پروردگار نے اُن سے

مُسْلِمُونَ ۝ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ
حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ
مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي ۖ قَالُوا
نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ
وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا
وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ تِلْكَ أُمَّةٌ
قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ
وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ
تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُولُوا آمَنَّا
بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ
إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ
وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ
وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ
بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝
فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ

کہا کہ آپ اطاعت قبول کیجیے (تو فوراً بلا کسی چون و چرا کے اُس کے جواب میں) کہا کہ میں نے رب العالمین کی اطاعت قبول کی (تو جس کے مرتبہ کی یہ حالت ہو اور جس کا مذہب یہ ہو جو ابھی معلوم ہوا اُس کے مذہب سے اعراض کرنے والا احمق نہ ہو گا تو اور کیا ہو گا۔ لہذا بنی اسرائیل کو چاہیے کہ اس مذہب کو اختیار کریں کیونکہ یہ مذہب ایک تو فی نفسہ اچھا ہے۔ دوسرے یہ مذہب ابراہیم کا تھا۔) اور (تیسرے) اس کی وصیت ابراہیم نے اپنی اولاد کو کی تھی۔ اور یعقوب نے بھی (چنانچہ فرمایا تھا کہ) اے میرے بیٹو اللہ نے تمہارے لیے دین منتخب کیا ہے (جو کہ اطاعت حق ہے) پس تم ہرگز ہرگز کسی حالت میں نہ مرنا بجز اس حالت کے کہ تم (حق تعالی کے) مطیع ہو۔ بلکہ عہ تم لوگ اس وقت موجود عہ تھے جبکہ یعقوب علیہ السلام کے انتقال کا وقت ہوا جبکہ انھوں نے اپنی اولاد سے دریافت کیا کہ تم بعد میرے کس کی پرستش کروگے تو انھوں نے کہا کہ ہم آپ کے خدا اور آپکے باپ دادوں ابراہیم اور اسمعیل کے خدا کی ایسی حالت میں

عہ اس مقام پر ابتدا سے یہ غلطی ہوتی چلی آتی ہے کہ کلام کو استفہام انکاری کے معنی میں لیا جاتا ہے اور عبارت میں غور نہیں کیا جاتا کہ یہ معنے چسپاں بھی ہیں یا نہیں واضح ہو کہ اگر یہ استفہام انکاری ہوتا تو کلام یوں ہونا چاہئے تھا کہ تم جو دعوے کرتے ہو کہ یعقوب یہودی یا نصرانی تھے اور انھوں نے اپنی اولاد کو یہودیت یا نصرانیت کی وصیت کی تھی تو کیا تم اُسوقت موجود تھے جبکہ انھوں نے یہ وصیت کی تھی۔ کہ تم یہودی یا نصرانی ہونا حالانکہ کلام یوں نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ یہ استفہام انکاری نہیں ہے بلکہ ام حرف بل انتقالیہ کے معنی میں ہے اور کلام خبر ہے نہ کہ استفہام کما قررنا۔ رہی یہ بات کہ ام صرف بل کے معنی میں آتا بھی ہے یا نہیں سو اسکا ثبوت رضی میں ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ وقد یجئ بمعنی بل وحدہ کقولہ تعالیٰ. انا خیر من ہذا الذی ہو مہین اذ لا معنی للاستفہام ہہنا اھ افسوس یہ غلطی ابن جریر کے زمانہ سے ابتک برابر چلی آرہی ہے اور کسیکو تنبہ نہیں ہوا اور اگر کسیکو ہوا ہو تو ہمیں علم نہیں۔ ۱۲ منہ

عہ یہ خطاب قومی حیثیت سے ہے اور معنی یہ ہیں کہ تم لوگ یعنے تمھارے ہم قوم جو کہ تمھارے آباؤ اجداد ہیں اُسوقت موجود تھے، اور شخصی حیثیت سے خطاب نہیں تاکہ یہ شبہ ہو سکے کہ اُسوقت مخاطبین کہاں موجود تھے۔ ۱۲ منہ

فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

پرستش کریں گے کہ وہ تنہا معبود ہو گا (اور اُس کے ساتھ عبادت میں کسیکو شریک نہ بنایا گیا ہو گا) اور ہم اسی کے فرمانبردار ہوں گے (پس تمھیں خوب معلوم ہے کہ یعقوب اور اُن کی اولاد کا مذہب حق تعالیٰ کی اطاعت تھا۔ اس لئے تم کو اس مذہب سے گریز نہ چاہئے۔ اور نہ جان بوجھکر جھوٹ بولنا چاہئے کہ یعقوب یہودی یا نصرانی تھے۔ اور انھوں نے اپنے بیٹوں کو اس کی وصیت کی تھی۔ خیر یہ بحث محض اتمام حجت کے لئے تھی۔ ورنہ اس تفتیش کی ضرورت ہی نہیں کہ یعقوب کا مذہب کیا تھا۔ اور ابراہیم کا مذہب کیا تھا کیونکہ) وہ ایک جماعت تھی۔ جو گذر گئی اُس کے اعمال اُس کے لئے ہیں اور تمھارے اعمال تمھارے لئے اور تم سے اُن کاموں کے متعلق سوال نہ ہو گا۔ جو وہ کیا کرتے تھے (اس لئے خواہ وہ یہودی ہوں یا نصرانی یا مسلمان۔ تم اس بحث کو چھوڑ کر یہ سوچو کہ خود یہودیت یا نصرانیت یا اسلام کیسے ہیں۔ اور ان میں کون قابل اعتبار ہے اور کون قابل ترک۔ مگر یہ لوگ ایسا نہیں کرتے) اور (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ تم یہودی یا نصرانی ہو جاؤ۔ تم کہدو کہ (یہودی یا نصرانی نہیں) بلکہ ابراہیم کے مذہب کو اختیار کرو جس میں بالکل کجی نہیں۔ (جو کہ یہودیت و نصرانیت میں ہے) اور نہ وہ (یہود و نصرے کیطرح) مشرک تھے (اور خوب وضاحت کے ساتھ) کہدو کہ ہم خدا کو مانتے ہیں اور اس (کتاب) کو (مانتے ہیں) جو ہماری طرف نازل کی گئی۔ اور ان (کتابوں) کو بھی (مانتے ہیں) جو ابراہیم اور اسمعیل اور اسحٰق اور یعقوب۔ اور (اُن کی) اولاد کی طرف نازل کی گئیں۔ اور ان (کتابوں) کو بھی (مانتے ہیں) جو موسیٰ اور عیسےٰ کو دی گئیں۔ اور اُن کو بھی (مانتے ہیں) جو اور نبیوں کو اُن کے رب کی جانب سے دی گئیں۔ اور اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے (جیساکہ تم لوگ کرتے ہو) اور ہم اُس کے بالکل مطیع ہیں۔ (نہ کہ تمھاری طرح نافرمان) اب اگر وہ بھی اُسیطرح ایمان لے آئیں جسطرح تم ایمان لے آئے تب تو (سمجھو کہ) وہ بھی راہ پر آگئے۔ اور اگر (اب بھی) وہ روگردانی کریں تو سمجھلو کہ وہ برسر مخالفت ہیں (اور اُن کو حق منظور ہی نہیں۔) سو (تم اُن کی مخالفت کی پروا نہ کرو) حق تعالیٰ اُن سے تمھاری طرف سے نمٹ لیں گے۔ اور وہ سننے اور جاننے والے ہیں (اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اہل کتاب مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم یہودی یا نصرانی ہو جاؤ۔ اور اُس کے اندر

دو مضمون[ع] تھے۔ ایک یہ کہ تم اپنا مذہب بدل دو۔ اور دوسرا یہ کہ تم بھی اسی زرد پانی میں اپنے آپ کو رنگو جس میں ہم اپنے کو رنگ کر پاک ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے یہاں دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو ایک زرد پانی میں نہلاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اب یہ پاک ہو گیا۔ پس حق تعالیٰ نے اُن کے پہلے مضمون کو تو یوں رد فرمایا تھا۔ قل بل ملۃ ابرٰھیم حنیفًا۔ اور اس کا بیان فی لو اٰمنا باللہ سے کیا تھا پھر اس پر ایک ضمنی استطرادی تفریع فان اٰمنوا سے کی تھی۔ اب صبغۃ اللہ سے دوسرے مضمون کا جواب دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ تم یہ بھی کہو۔ کہ تم جو ہم سے یہ کہتے ہو کہ تم نصرانی ہو جاؤ۔ جس کا دوسرے الفاظ میں یہ مطلب ہے کہ تم ہمارے رنگ میں رنگکر پاک ہو جاؤ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ) ہم کو اللہ نے رنگ دیا (اور پاک کر دیا ہے) اور خدا سے اچھا رنگنے والا اور کون ہو سکتا ہے (تو پھر ہم تمھارے رنگ میں کیونکر رنگ جائیں۔ ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے) اور ہم اسی کے پرستار رہیں گے (اس پر بھی اگر وہ حجت سے باز نہ آئیں تو) اُن سے کہد و کہ کیا تم ہم سے خدا کے معاملہ میں مجادلہ کرتے ہو۔ حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمھارا بھی۔ (کس قدر نازیبا اور ناشایستہ حرکت ہے۔) اور (اگر اب بھی تم باز نہ آؤ تو تمھیں اختیار ہے جو چاہو کرو) ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمھارے اعمال تمھارے لئے (پس جیسا ہم کریں گے ہم بھریں گے اور جیسا تم کرو گے تم بھگتو گے۔ ہم تو خدا کو نہیں چھوڑ سکتے۔) اور ہم تو اُسی کے مخلص رہیں گے (اُس کے سوا کسی کو نہیں مان سکتے۔) کیا تم یہ کہتے ہو۔ کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اُن کی اولاد سب کے سب یہودی یا نصرانی تھے۔ (اللہ اکبر کس قدر بہتان عظیم ہے) ان سے کہو کہ تم زیادہ واقف ہو۔ یا خدا (ظاہر ہے کہ خدا زیادہ واقف ہے۔ پس جبکہ وہ خود کہتا ہے کہ وہ یہودی یا نصرانی نہ تھے۔ تو تم کو اس کا کیا حق ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ تم دھوکے میں ہو۔ بلکہ تم واقعہ کو جانتے ہو اور خود گواہ ہو کہ وہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ بلکہ پکے مسلمان تھے۔ مگر دانستہ چھپاتے ہو۔) اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا۔ جو اس گواہی کو چھپاوے جو اس کے پاس خدا کی جانب سے (محفوظ) ہے (اور جس کے ادا کرنے کا وہ مامور ہے) اور (ہم کہے دیتے ہیں کہ) جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُس سے بے خبر نہیں ہے (اور وہ تم کو ضرور ان کی سزا دے گا۔ خیر یہ بحث کہ ابراہیم اور اسمٰعیل وغیرہ کا کیا مذہب تھا۔ محض اتمام حجت کے لئے ہے۔ ورنہ ہم پھر کہتے ہیں کہ اس کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ) وہ ایک جماعت تھی جو گذر گئی۔ اُن کے لئے اُن کے اعمال ہیں۔ اور تمھارے لئے تمھارے اعمال۔ اور تم سے اُن اعمال کی نسبت سوال نہ ہو گا۔ جو وہ کرتے تھے (بلکہ خود تمھارے اعمال کی نسبت سوال ہو گا لہٰذا اس بحث کو چھوڑو کہ وہ کیا کرتے تھے۔ اور یہ دیکھو کہ تم کیا کرتے ہو۔ اور جو کچھ کرتے ہو وہ اچھا ہے یا برا اب حق تعالیٰ تحویل قبلہ کا حکم دینا چاہتے ہیں۔ مگر اس خوبی کے ساتھ کہ مضمون بالا کا سلسلہ بھی نہ ٹوٹنے پاوے اور چونکہ اوپر سے اہل کتاب کی لغویات کو رد فرماتے آرہے ہیں۔ اس سے اس مضمون تحویل قبلہ کو اس تمہید کے ساتھ شروع فرماتے ہیں۔)

[ع] مضمون اول یہود و نصاریٰ دونوں میں مشترک ہے۔ اور مضمون ثانی نصاریٰ کے ساتھ خاص ہے۔ ۱۲ منہ

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ
عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلّٰهِ
الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَكَذٰلِكَ
جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ
عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ
شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي
كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ
الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ
وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ
هَدَى اللّٰهُ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ
إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ
رَحِيمٌ ۝ قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ
فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۚ
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ
وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ
شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ
لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۗ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ۝
وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ
بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا
أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ
بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ
أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ
مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظّٰلِمِينَ ۝
الَّذِينَ آتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُونَهُ
كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا

عنقریب (جبکہ تم کو تحویل قبلہ کا حکم دیا جاوے گا) احمق لوگ (اہل کتاب) یوں کہیں گے کہ وہ کونسی بات تھی جس نے ان کو ان کے اس قبلہ سے پھیر دیا. جس پر یہ لوگ (ابتک قائم) تھے آپ ان سے کہدیجئے کہ (سبب اس کا یہ ہے کہ) مشرق و مغرب (اور کل جہات) اللہ کی (ملک) ہیں (اور اس لئے اُسے حق ہے کہ ان میں مالکانہ تصرف کرے جس کو چاہے قبلہ بنادوے جس کو چاہے نہ بناوے اور جب تک چاہے بناوے اور جب چاہے اُسکے قبلہ ہونے کو منسوخ کردے. پس قبلہ کا بدل دینا حق تعالیٰ کا ایک جائز حق تھا. اور اس لئے اُس نے بدل دیا. دوسری بات یہ ہے کہ) وہ جسکو چاہتے ہیں سیدھا رستہ بتاتے ہیں (سو چونکہ اس وقت سیدھا رستہ یہ تھا کہ مسجد حرام کی جانب رُخ کیا جاوے اس لئے اُس نے ہمیں یہ رستہ بتلایا. اور ہم اُس سیدھے رستہ پر چلنے کے لئے بیت المقدس سے پھر گئے اب رہی یہ بات کہ یہ سیدھا رستہ کیوں تھا. اس کا جواب یہ ہے کہ سیدھا رستہ وہ ہے. جو حق تعالیٰ کا تجویز کیا ہوا اور پسند کیا ہوا ہو اور استقبال مسجد حرام ایسا ہی ہے لہذا وہ سیدھا رستہ ہے اب رہی یہ بات کہ حق تعالیٰ نے اسے کیوں تجویز فرمایا اُس کا جواب یہ ہے کہ اُس کی وجہ اس کا مالک مشرق و مغرب ہونا ہے جو کہ اُس کو ہر قسم کی تجویز کا حق دیتا ہی پس اُس نے اپنے ایک جائز حق کی بنا پر اسے تجویز کیا. اور بعد تجویز کے وہ صحیح رستہ تھا. اور صحیح رستہ بننے کے بعد وہ رستہ اُس نے ہمکو بتلایا. اور ہم اُس کے بتلانے سے اُس پر چلے. یہ سبب تھا ہمارے قبلہ سابق سے پھرنے کا. اب حق تعالیٰ استغراداً فرماتے

مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝

ہیں) اور یوں (یعنی سیدھا رستہ بتا کر) ہم نے تم کو امت عادل بنایا تاکہ تم (قیامت میں) لوگوں کے مقابلہ میں (اپنی عدالت کے سبب انبیاء کی طرف سے گواہ بنو. اور یہ رسول (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) تم (لوگوں کے قابل اعتبار اور تمھاری گواہی کے سچا ہونے) پر گواہ ہوں (واضح ہو کہ قیامت میں امت محمدیہ کا انبیاء کی طرف سے اُن کی امتوں کے مقابلہ میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے گواہی دینا. اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اُن کی تصدیق فرمانا یہ واقعات حدیثوں میں وارد ہیں. اور اس شہادت کو جو ہدایت کی غایت بتلایا گیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہی ایک غایت ہے. بلکہ یہ بھی ایک ہے منجملہ دوسری غایات کے. اور حاصل یہ ہے کہ ہم نے تم کو ہدایت دی. جس سے تم کو علاوہ دوسرے فوائد کے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ تم عادل بن گئے. اور اس سے یہ فائدہ ہوا. کہ تم حق تعالےٰ کی عدالت میں سرکاری گواہ بننے کے شرف سے مشرف ہوئے. اور اس جگہ اس غایت کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ اس جگہ ان مجرمین سے خطاب ہو رہا ہے جن کے مقابلہ میں یہ شہادت دی جائے گی. پس اس طرح ان کو سنانا مقصود ہے کہ احمقو جن سے　　تم جھگڑ رہے ہو. اور جن کے سامنے تم جرم کا ارتکاب کر رہے ہو تم جانتے نہیں یہ کون ہیں. یہ وہ سرکاری گواہ ہیں جو عدالت میں تمھارے جرائم کی شہادت دیں گے. پس تم علاوہ ارتکاب جرم کے یہ بھی ایک حماقت کر رہے ہو کہ گواہوں کے سامنے ارتکاب جرم کرتے ہو. اس استطرادی مضمون کے بعد اس سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں. کہ ہم نے مانا کہ حق تعالیٰ کو مالکانہ حیثیت سے ہر طرح کا اختیار ہے لیکن اس میں کیا مصلحت تھی کہ چند روز کے لئے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کر کے اُس کو منسوخ کر دیا. اور فرماتے ہیں) اور ہم نے وہ قبلہ جس پر تم اب تک (قائم) تھے محض اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہمیں (عملی طور پر) اُن لوگوں میں جو رسول کا اتباع کرتے ہیں. اور اُن لوگوں میں جو اس سے پیچھے ہٹتے ہیں، امتیاز ہو جاوے (سو وہ غرض حاصل ہو گئی) اور (ثابت ہو گیا کہ) وہ (قبلہ بیت المقدس عرب لوگوں پر) گراں ہوا (کیونکہ وہ لوگ بوجہ اولاد اسمٰعیل ہونے کے کعبہ کا قبلہ ہونا چاہتے تھے.) باستثناء اُن لوگوں کے جن کو حق تعالیٰ نے ہدایت دی (اور انھوں نے سمجھا کہ ہم کو کسی خاص قبلہ سے کیا غرض ہمیں تو حق تعالیٰ کی اطاعت مقصود ہے. غرض اس قبلہ مقرر کرنے میں یہ مصلحت تھی) اور خدا کو یہ منظور نہ تھا کہ (غیر قبلہ کو قبلہ ظاہر کر کے) تمھارا ایمان برباد کرے (کیونکہ جب وہ حقیقت میں قبلہ نہ ہوگا اور ایسی حالت میں اُس کی طرف نمازیں پڑھی جائیں گی. اور اُس کے قبلہ ہونے پر ایمان لایا جائے گا تو وہ نمازیں بھی اکارت ہوں گی. اور اُس کے قبلہ ہونے پر ایمان بھی برباد ہو گا. بلکہ وہ اُس وقت میں صحیح تھا جس کی طرف نمازیں بھی مقبول تھیں. اور اُس کے قبلہ ہونے پر ایمان بھی. کیوں نہ ہو) واقعی وہ لوگوں پر نہایت مہربان اور بڑے رحم کرنے والے ہیں (یہاں تک تمہیدی مضمون بیان فرما کر اصل مقصود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں. اور فرماتے ہیں کہ اے نبی) ہم تمھارا آسمان کی طرف بار بار منہ کرنا دیکھ رہے ہیں (اور جانتے ہیں کہ

تم قبلہ کی تبدیل چاہتے ہو) سو ہم تمہارا رخ اُسی قبلہ کی طرف پھیرے دیتے ہیں جس کو تم پسند کرتے ہو۔ اچھا تم اپنا منہ (آج سے) مسجد حرام کی طرف کیا کرو اور (صرف مدینہ ہی میں نہیں بلکہ) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا منہ اُسی طرف کرو (اس حکم پر اہل کتاب میں شورش پھیل گئی۔ اور کہنے لگے کہ یہ کیسے نبی ہیں کہ انبیاء کے قبلہ کو چھوڑ کر مشرکین کے قبلہ کو اختیار کر رہے ہیں۔ اور لوگوں کو ورغلانا شروع کیا۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں) اور اہل کتاب خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ (تبدیل ناجائز اور خود تمہاری طرف سے نہیں۔ بلکہ وہ) واقعی (اور) حق تعالیٰ کی طرف سے ہے (مگر وہ شرارت سے یہ شورش پھیلاتے ہیں) اور حق تعالیٰ ان کی کارروائیوں سے بے خبر نہیں ہیں۔ (پس وہ اُن کو سزا دیں گے۔) اور ہم تم سے کہے دیتے ہیں کہ (ان کا عناد اس مرتبہ پر پہنچا ہوا ہے کہ) اگر تم ان اہل کتاب کے سامنے ہر ایک نشانی (اپنے صدق کی) پیش کر دو گے تب بھی وہ تمہارے قبلہ کو نہ مانیں گے اور (یہ کچھ تمہارے ہی ساتھ نہیں ہے بلکہ) وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کو ماننے والے نہیں ہیں (پس تم اُن کے راہ راست پر آنے کی بجز تبلیغ کے دوسری فکر نہ کرنا) اور اگر بعد اس کے کہ تم کو حقیقت معلوم ہو چکی ہے تم نے (ان کی شورشوں سے متاثر ہو کر قبلہ کے بارہ میں) اُن کی خواہشات کا اتباع کیا تو اُس وقت (جبکہ تم ایسا کرو) آپ کا شمار ظالموں میں ہو گا (ہم مزید تاکید کے لئے دوبارہ کہتے ہیں کہ) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس (تحویل[عہ] قبلہ) کو (بذریعہ اپنی کتابوں کے یا بذریعہ حقانیت اسلام کے دلائل عامہ کے) یوں ہی (یقین کے ساتھ) جانتے ہیں۔ جس طرح وہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں۔ اور (حقیقت یہ ہے کہ) ان میں ایک جماعت امر واقعی کو جان بوجھ کر چھپاتی ہے۔ لہٰذا تم کو ان کی ذرا بھی پروا نہ ہونی چاہیئے۔ (ہم پھر کہتے ہیں کہ یہ قبلہ) بالکل صحیح اور تمہارے رب کی جانب سے ہے۔ اس لئے تم کو اُن میں سے نہ ہونا چاہیئے جو اس میں شک کرتے ہیں (نہ اعتقاداً نہ عملاً۔ اور تم کو اہل کتاب کی لا یعنی باتوں کی طرف ذرا التفات نہ ہونا چاہیئے۔

ف۔ چونکہ عصمت انبیاء نہ منافی تکلف ہے اور نہ منافی وعدہ وعید۔ اس لئے ان آیات میں تاویل بالکل لا یعنی بلکہ خلاف ادب ہے جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ جب خدا نے خود اپنے رسول کو مخاطب بنایا اور اُنکو امر اور نہی فرمائی تو ہمیں کیا حق ہے کہ ہم کہیں کہ یہ خطاب رسول کو نہیں بلکہ امت کو ہے۔ ۱۲ منہ)

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ

اور (شک کی کیا بات ہے آخر ان شور مچانیوالوں میں سے) ہر ایک (فریق) کے لئے ایک (جداگانہ) جہت ہے جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے (اور وہ قبلہ بھی تو واقع میں یا اُن کے زعم میں خدا کا ہی مقرر کیا ہوا ہے اُس کی ذات تو قبلہ ہونے کو مقتضی نہیں ہے

عہ کذا فسرہ ابن جریر وروایۃ عبد اللہ بن سلام لیست بتفسیر لہذہ الآیۃ فتدبر۔ ۱۲ منہ

مِنْ رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝
وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ
فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ
لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ
وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ۝ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ
رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا
وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ
الْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا
تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا
لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝

پس اسیطرح تمھارے لئے بھی خدا نے ایک قبلہ مقرر کردیا اس میں شک وشبہ کی کیا بات ہے اور جبکہ معاملہ بالکل صاف ہے) تو (تم ان لایعنی باتوں کو چھوڑ دو اور) چستی کے ساتھ اچھے کاموں میں لگو۔ (کیونکہ) تم جہاں بھی ہوگے خدا (وہیں سے) تم کو لے آئے گا۔ (اور تمھارے اعمال کا محاسبہ کرے گا اسکو تم بعید نہ سمجھنا۔ کیونکہ) اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور (چونکہ مسجد حرام کی طرف رخ کرنا بھی اچھا کام ہے اور متعدد[عہ] وجوہ سے اندیشہ ہے کہ مبادا تم کسی شبہ یا مغالطہ میں پڑ کر اس میں تساہل کرو۔ اس لئے مزید تاکید کے طور پر تم سے کہا جاتا ہے کہ) جہاں کہیں سے بھی تم نکلو (اور جہاں کہیں بھی جاؤ) مسجد حرام کی جانب رخ کیا کرو۔ اور (اس میں کسی قسم کا اندیشہ نہ کرو کیونکہ) بلاشبہ یہ امر واقعی اور تمھارے خدا کی طرف سے ہے اور (یہ واضح رہے کہ) جو کام تم کرتے ہو خدا اُس سے غافل نہیں ہے (پس اگر اس میں ذرا سا بھی تساہل کروگے تو اچھا نہ ہوگا) اور (اے نبی مزید تاکید کے لئے تم سے پھر کہا جاتا ہے کہ) تم جہاں کہیں سے بھی نکلو (اور جہاں کہیں بھی جاؤ سو) اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کیا کرو اور (اے مسلمانو) تم لوگ (بھی) جہاں کہیں بھی جاؤ مسجد حرام کی طرف رخ کرو تاکہ لوگوں کی حجت تم پر (قائم) نہ ہو (اور وہ یہ نہ کہیں کہ جب ان لوگوں کا دعوی تھا کہ ہم نے خدا کے حکم سے قبلہ بدلا ہے اور اس کے خلاف خدا نے کوئی حکم نہیں دیا تو بلا حکم خدا اُنھوں نے خدا کے اس مقرر کئے ہوئے قبلہ کو کیوں چھوڑ دیا) بجز اُن لوگوں کے جو ظلم پر کمربستہ ہیں (کیونکہ وہ تو اس حالت میں بھی اعتراضات سے باز نہ آئیں گے اور کہیں گے کہ ان پر آبائی رسم

عہ اس جگہ اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ حق تعالٰی کے کلام میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ایسے واقعات کافی طور پر موجود تھے جنکی بنا پر اندیشہ تھا کہ مبادا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اجتہاداً اور مسلمانوں سے تساہلاً قبلہ کے معاملہ میں کوئی لغزش ہوجاوے۔ اسی لئے حق تعالٰی نے اس مسئلہ میں جسقدر زور دیا ہے غالباً دوسرے کسی فرعی مسئلہ میں زور نہیں دیا۔ جیساکہ مکرر سہ کرر اور مختلف عنوانوں سے اس کا حکم دینا اُس سے انحراف پر وعید بیان فرمانا اُس میں شک وشبہ کرنے سے بار بار منع کرنا وغیرہ اس پر شاہد ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ واقعات کیا تھے سو اسکا علم ہم لوگوں کے لئے نہایت دشوار ہے اور نہ اس کی چنداں ضرورت ہے۔ ۱۲ منہ

غالب ہے اور انھوں نے انبیائے قبلہ کو چھوڑ دیا وغیرہ وغیرہ) سو تم ان سے نہ ڈرنا (کہ ان کی لغو باتوں سے متاثر ہوکر اپنے قبلہ کو چھوڑ بیٹھو) اور مجھ سے ڈرنا (اور اس قبلہ کو نہ چھوڑنا. پس ایک وجہ تو اس حکم کی اوپر مذکور ہوئی.) اور (دوسری وجہ یہ ہے) تاکہ میں (تمھاری تعمیل حکم کی وجہ سے) تم پر اپنی نعمت پوری کروں اور (ان ہدایات کے بعد) امید ہے کہ تم (کسی مغالطہ میں نہ پڑوگے اور) صحیح راہ پر رہوگے. چونکہ[عه] ہم نے تم میں تمھیں میں سے ایک ایسا رسول بھیجا ہے. جو تم کو ہماری آیتیں پڑھکر سناتا ہے اور تم کو (برائیوں سے) پاک صاف کرتا ہے اور تمھیں کتاب اللہ اور شریعت سکھلاتا ہے اور تم کو وہ باتیں بتلاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے. (اور یہ ہمارا بہت بڑا انعام ہے) اس لئے تم کو چاہئے کہ تم مجھے (طاعت میں) یاد رکھو. میں تمھیں (جزا میں) یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو (اور چونکہ حق تعالیٰ کا شکر یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور ناشکری نہ کرنے کا حاصل ہے نافرمانی نہ کرنا. اور استقامت علی الاطاعت اور اجتناب عن المعصیۃ میں ضرورت ہے مشقتوں کے برداشت کرنے کی. اس لئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ).

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ
وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝
وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰـكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَىْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ
الْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ
وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ
الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ
مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيْهِ
رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓـئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ
مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ
الْمُهْتَدُوْنَ ۝ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ

اے مسلمانوں (اگر تم کو اس شکر و عدم کفر میں دشواریاں پیش آئیں جن کا پیش آنا ایک لازمی امر ہے تو) تم تحمل اور نماز سے مدد لو (کیونکہ تحمل کا اس باب میں موثر ہونا تو ظاہر ہے. اور نماز اس لئے موثر ہے کہ اگر اس کو باقاعدہ ادا کیا جاوے تو اس میں خاصیت ہے تعلق مع اللہ کی اور اس میں اثر ہے قوت قلب کا جس سے تحمل مشاق سہل ہو جاتا ہے پس جبکہ تم صبر و تحمل سے کام لوگے تو حق تعالیٰ کی مدد تمھارے ساتھ ہوگی. کیونکہ) بلاشبہ حق تعالیٰ صبر و تحمل سے کام لینے والوں کے ساتھ (اور انکے معین. و مددگار) ہیں اور (یہ ضرور ہے کہ اس استقامت میں کچھ لوگ مارے بھی جائیں گے مگر) تم ان لوگونکو

عـــه قال فی القاموس وللتعلیل عند قوم منہ کما ارسلنا فیکم رسولا اے لاجل ارسالنا اھ اقول وہو الصواب عندی وہذا ہو مراد ابن ابی نجیح و مجاہد حیث قالا انہا للشرط لان التعلیل قد یتضمن معنی الشرط کما ہہنا فما قال الطبری انہ من انکر اللغات واجہلہا مبنی علے عدم فہمہ مرادہما والا فہو نفسہ معترف بمجئی الکاف للتعلیل حیث فسر قولہ تعالےٰ.
واذکروہ کما ہداکم. بقولہ لما ہداکم. واللہ اعلم ۱۲ منہ

مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ
اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ
بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ
شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ
مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى
مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ
اُولٰۗىِٕكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا
فَاُولٰۗىِٕكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
مَاتُوْا وَھُمْ كُفَّارٌ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ
وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝
وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ
الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝

جو خدا کی راہ میں مارے جائیں مردہ نہ کہنا (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں مگر تم کو (اُن کی حیات کی) خبر نہیں اور (علاوہ قتل فی سبیل اللہ کے) ہم تم کو کسی قدر خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے بھی آزمائیں گے (لہذا تم اس پر بھی صبر کرنا تم لوگوں کو تو یہ حکم دیا جاتا ہے) اور (اے ہمارے رسول تم کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ) تم ان صبر کرنیوالوں کو جن کی حالت یہ ہے کہ جب اُن کو کوئی مصیبت پہونچتی ہے تو وہ (بزبان حال یا بزبان قال) یہ کہتے ہیں کہ (جان گئی یا مال آبرو گئی۔ یا آرام۔ جو کچھ بھی گیا کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ وہ بھی اللہ ہی کی تھی اور اللہ کے پاس چلی گئی۔ اور) ہم بھی اللہ ہی کے ہیں۔ اور ہمیں بھی اُسی کے پاس واپس جانا ہے۔ یہ لوگ ہیں جن پر اُن کے پروردگار کی (خاص خاص) رحمتیں (بھی) ہوں گی اور (عام) رحمت بھی۔ اور یہ لوگ ہیں جو صحیح رستہ پر ہیں (چونکہ

اوپر ہدایت کی تھی معصیت سے بچنے کی۔ اور مسلمان ایک ایسے فعل کو جو معصیت نہ تھا اپنی غلطی سے معصیت سمجھ گئے تھے اس لئے حق تعالیٰ اُس غلطی کو رفع فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ) صفا و مروہ (جو مکہ میں دو پہاڑ ہیں) حق تعالیٰ کی (مقرر کی ہوئی) یادگاروں میں سے ہیں۔ سو جو کوئی خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے اُس پر اس امر میں کوئی گناہ نہیں۔ کہ ان دونوں کے درمیان (باقاعدہ) آوے جاوے (لہذا تم ضرور یہ کام کیا کرو اور ذرا اندیشہ نہ کرو کیونکہ یہ تو واجب ہے) اور (ہمارا تو قانون ہے کہ) جو کوئی خوشی سے اچھا کام کرے تو (ہم اُس کی بھی قدر کرتے ہیں کیونکہ) حق تعالیٰ قدردان (بھی ہیں اور) جاننے والے (بھی ہیں) (آپ کو اس مسلسل بیان سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اصل بحث تحویل قبلہ کی تھی اور اُس کے سلسلہ میں دوسرے مضامین استطراداً بیان ہوئے تھے۔ اب پھر حق تعالیٰ اسی بحث کی طرف عود فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ اہل کتاب امر قبلہ کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور دانستہ اسے چھپاتے ہیں۔ اب تم سنو کہ) بلاشبہ جو لوگ ان چیزوں کو چھپاتے ہیں جنکو ہم نے نازل کیا ہے یعنے دین کی کھلی کھلی باتیں اور ہدایت کی باتیں بعد اس کے کہ ہم نے ان کو اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے صاف صاف بیان کر دیا ہے (جیساکہ یہ اہل کتاب کرتے ہیں) وہ ایسے ہیں کہ ان پر حق تعالیٰ بھی لعنت کرتے ہیں اور (دوسرے) اور لعنت

کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں بجز اُن لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی (اور اُن باتوں کو جنکو وہ اب تک چھپاتے رہے ظاہر کردیا) سو میں اُن لوگوں پر رحمت کے ساتھ توجہ کروں گا۔ اور میں نہایت رحمت سے ساتھ توجہ کرنے والا اور رحم والا ہوں (برخلاف اُس کے) جنھوں نے کفر کیا اور کفر ہی کی حالت میں مرگئے (اور توبہ نہیں کی) اُن پر خدا کی بھی لعنت ہے اور فرشتوں کی بھی۔ اور لوگوں کی بھی۔ سب کے سب کی درحالیکہ وہ ہمیشہ اسی لعنت میں رہیں گے۔ نہ اُن پر سے عذاب ہلکا کیا جاوے گا اور نہ اُن کو مہلت دی جاوے گی (کہ وہ دم لے لیں۔) اور (چونکہ سب سے بڑا کفر شرک ہے۔ اس لئے تم کو بتلایا جاتا ہے کہ) تمھارا معبود (جو کہ تمھاری عبادت کا مستحق ہے) ایک معبود ہے (اور) اس رحمٰن ورحیم کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں (یہ ایک دعوی ہے جس کے لئے صرف ایک دو دلیلیں نہیں بلکہ بہت سے دلائل ہیں چنانچہ)

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيٰتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ۗ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ۝ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذٰلِكَ يُرِيهِمُ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۝

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے آنے جانے میں اور ان کشتیوں میں جو کہ دریا میں وہ اشیاء لیکر چلتی ہیں جو آدمیوں کو نفع پہونچاتی ہیں۔ اور اُس پانی میں جس کو اللہ تعالے نے آسمان سے اتار کر اُس کے ذریعے سے زمین کو اُس کے خشک ہوجانے کے بعد تر و تازہ کیا اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کو گردش دینے میں اور اس ابر میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مقید رہتا ہے۔ بہت سے دلائل ہیں (مگر) اُن ہی لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔ (کیونکہ ان چیزوں کے اندر غور کرنے والا اگر سمجھدار ہے تو سمجھ لے گا کہ ان کا بنانے والا کوئی نہایت عظیم الشان اور بڑا صاحب علم اور صاحب قدرت اور صاحب حکمت و حکومت ہے۔ اور اپنی حکومت وغیرہ میں منفرد ہے۔ کیونکہ اگر کوئی دوسرا ان باتوں میں اُس کا شریک ہوتا تو یہ نظام قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لئے کہ اس صورت میں ہر ایک دوسرے کو دبانے اور اپنا حکم چلانے کی کوشش کرتا جس کا نتیجہ جنگ ہوتا۔ اور جنگ کا نتیجہ فساد

نظام ہوتا۔ اور یہ احتمال کہ ممکن ہے کہ چند خدا ہوں اور وہ اس نظام پر متفق ہوں۔ اس لئے جھگڑے کی نوبت نہ آئی ہو محض بے عقلی ہے۔ کیونکہ اس احتمال سے بجائے اس کے کہ چند خداؤں کا ثبوت ہو۔ ایک بھی خدا نہیں رہتا۔ کیونکہ خدا کے اوصاف میں سے جس طرح کمال علم وغیرہ ہے۔ یوں ہی کمال ملک کمال قدرت کمال حکومت کمال اختیار بھی ہے۔ اور صورت مفروضہ میں نہ کسی کے لئے کمال ملک ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں دوسرا برابر کا شریک ہے۔ اور نہ کمال قدرت وغیرہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک کسی حکم کے نافذ کرنے میں دوسرے کا محتاج ہے جب تک دوسرا رضامند نہ ہو کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس لئے کوئی بھی خدا نہ رہا۔ پس لازم ہوا کہ جب دو خدا ہوں تو ہر ایک اپنے لئے کمال حکومت اور کمال اختیار وغیرہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ تاکہ اس کی خدائی مسلم ہو۔ اور اس کا نتیجہ جنگ ہے۔ اور جنگ کا نتیجہ فساد عالم۔ پس ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد لو کان فیہما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا برہان قطعی ہے اور کلام خطابی نہیں ہے۔ جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تک حق تعالیٰ توحید کو ثابت کر کے مشرکین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں) اور کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو (باوجود اس قدر دلائل توحید کے موجود ہونے کے) خدا کے علاوہ اوروں کو بھی شریک بناتے ہیں۔ جن سے وہ ایسی ہی محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے (کس قدر حماقت ہے خیر یہ تو ان کی حالت ہے) اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ خدا سے محبت ہے (کیونکہ مقتضائے ایمان یہی ہے اور جن مسلمانوں میں یہ بات نہیں اُس کا منشا ضعف ایمان و غلبۂ خصائل کفر یعنی معاصی ہیں۔ پس یہ حکم اصل مقتضائے ایمان کی بناء پر کلیتہً صحیح ہے اور عوارض کی وجہ سے اس کا بعض افراد میں نہ پایا جانا مضر نہیں۔ اس جملہ معترضہ کے بعد حق تعالیٰ پھر مشرکین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں) اور کاش یہ ظالم لوگ اُس وقت جبکہ یہ کوئی مصیبت دیکھیں (جن سے ان کے معبود ان کو نہ بچا سکیں) یہ سمجھیں کہ تمام قوت حق تعالیٰ ہی کو حاصل ہے (اور اُن کے تراشے ہوئے معبودوں کو کچھ بھی قوت نہیں) اور (سمجھیں) کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے (یہ شدت عذاب اُس وقت ہو گی) جبکہ متبوعین اپنے تابعین سے بیزاری ظاہر کریں گے۔ اور عذاب کا مشاہدہ کریں گے اور اُن کے تمام تعلقات (رشتہ داری و دوستی وغیرہ) منقطع ہو چکے ہوں گے اور (تابعین) کہتے ہوں گے کہ کاش ایک مرتبہ اور ہم کو (دنیا میں) واپس جانا نصیب ہو جاوے۔ (وہاں جا کر) ہم بھی ان سے یوں ہی بیزاری ظاہر کریں جس طرح آج انھوں نے ہم سے بیزاری ظاہر کی (غرض) یوں حق تعالیٰ ان کو ان کے اعمال دکھلائیں گے بجائیکہ وہ اُن کے لئے حسرتوں کے موجب ہوں گے اور (بجز حسرتوں کے اور کوئی نتیجہ نہ ہو گا کیونکہ) وہ آگ سے (کسی طرح) نہ نکل سکیں گے۔

(جب شرک و اہل شرک کی یہ حالت ہے تو)

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝	اے لوگو تم (شرک اور رسوم شرک کو چھوڑ دو۔ اور) زمین کی حلال اور پاک چیزیں کھاؤ (اور ناجائز طور پر حلال کو حرام کر کے یا خواہ مخواہ حلال کو حرام سمجھ کر)

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ
وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا
اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ
شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ
اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ
فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ
وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ
تَعْبُدُوْنَ ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ
وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ
بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ
وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ
بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ
فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ
اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ
بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ
بِالْحَقِّ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا
فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ
بَعِيْدٍ ۝

شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔ کیونکہ وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے وہ تمہیں ان ہی باتوں کی ہدایت کرتا ہے جو بُری اور گندی ہیں اور اس کی بھی کہ اللہ کے ذمہ وہ بات لگاؤ جس کی تم کو خبر نہیں (اب چونکہ نہایت صاف اور سچی بات ہے اس لئے اس کا مقتضٰے یہ تھا کہ وہ اُس کو مانتے اور اُس پر عمل کرتے مگر اُن کی حالت اس کے برخلاف ہے) اور جب کہ ان سے کہا جاتا ہے کہ ان (احکام) کا اتباع کرو. جو خدا نے نازل کئے ہیں تو کہتے ہیں (کہ ہم اُن کا اتباع نہ کریں گے) بلکہ ہم اُن ہی (رسموں) کا اتباع کرینگے جن پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے (اب ہم کہتے ہیں کہ کیا ان کا یہ اتباع مناسب ہے) اگرچہ اُن کے باپ دادا نہ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ صحیح رستہ پر ہوں (خدا کی پناہ ایسی جہالت سے) اور ان کافروں کی حالت ایسی ہے جیسے کوئی اُس (جانور) پر چلائے جو بجز بلانے اور پکارنے کے کچھ نہیں سنتا (پس جسطرح وہ جانور محض آواز سنتا ہے اور اُس کا مقصود نہیں سمجھتا اور نہ اُس پر کاربند ہوتا ہے۔ یوں ہی یہ لوگ محض گفتگو سنتے ہیں اور نہ اسکا مطلب سمجھتے ہیں اور نہ اُس پر کاربند ہوتے ہیں. اور چونکہ یہ سننا بھی بوجہ غیر نافع ہونے کے کالعدم ہے اس لئے) یہ لوگ بہرے گونگے اندھے ہیں. لہذا وہ کچھ نہیں سمجھتے اے مسلمانو (ہم نے پیشتر مشرکین کو حکم دیا تھا کلوا مما فی الارض حلالا طیبا الخ مگر اُنھوں نے اس کو نہ مانا. اب تم سے کہا جاتا ہے. کہ تم تحریم حلال میں مشرکین کی تقلید نہ کرنا اور جن حلال چیزوں کو انھوں نے حرام کر رکھا ہے تم اُن کو حرام

سمجھکر اُن سے احتراز نہ کرنا بلکہ) جو عمدہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں اُن کو (اباحت کے طور پر) کھانا اور خدا کا شکر کرنا اگر تم اسی کی پرستش کرتے ہو (جیسا کہ واقعہ ہے کیونکہ صرف خدا کی عبادت کا مقتضے یہ ہی ہے۔ کہ صرف اُس کے احکام کو مانا جاوے اور اُس کے خلاف کسی دوسرے کی بات نہ مانی جاوے اب ہم تم کو بتلاتے ہیں کہ اللہ نے کس کس چیز کو حرام کیا ہے سو) اللہ تعالیٰ نے تم پر (اُن چیزوں کو حرام نہیں کیا جنکو یہ مشرکین حرام بتلاتے ہیں۔ بلکہ) صرف مردار اور خون اور سور کے گوشت اور اُن چیزوں کو حرام کیا ہے جو خدا کے سوا کسی اور کے نامزد کی جاویں۔ (جنکو یہ مشرکین حلال جانتے ہیں۔ پس تم ان چیزوں کے کھانے سے احتراز کرو۔ اور جن عمدہ چیزوں کو ان لوگوں نے بلا وجہ حرام کر رکھا ہے اُنکو کھاؤ۔ (ف) اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اِنَّمَا حَرَّمَ میں قصر قلب اضافی ہے اور قصر حقیقی نہیں ہے۔ فتنبہ لہ) پھر جو شخص (ان کے کھانے کے لئے بھوک کی وجہ سے یا اکراہ کے سبب سے) مجبور ہو بحالیکہ نہ وہ (اُن کی حرمت کا انکار کرکے حق تعالیٰ کے مقابلہ میں) سرکشی کرنے والا ہو اور نہ (بلا ضرورت یا ضرورت سے زیادہ کھاکر) حد سے آگے بڑھنے والا ہو اُس پر (ان کے کھانے میں) کوئی گناہ نہیں کیونکہ حق تعالےٰ بہت بڑی معاف کرنیوالی اور بڑی رحمت والی ہیں (اس لئے اُنھوں نے اس جرم کو اپنی رحمت سے معاف کردیا اور اس کی حرمت کو اٹھاکر ایسی حالت میں اس کو جرم ہی نہیں رکھا اس جگہ یہ بات بھی جان لینی چاہیئے کہ) جو لوگ اُس کتاب کو (کلاً یا جزءً) چھپاتے ہیں جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ اور بعوض اس کے معمولی قیمت لیتے ہیں (اُن کا یہ مال بھی حرام ہے اور) وہ لوگ اپنے پیٹوں میں محض آگ کھاتے ہیں اور نہ خدا اُن سے قیامت کے دن (محبت سے) کلام کرے گا (مجرمانہ باز پرس اور شے ہے) اور نہ (اُن کے گناہ معاف کرکے) اُن کو پاک صاف کرے گا۔ اور ان کو تکلیف دہ عذاب ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے عوض گمراہی۔ اور مغفرت کے بدلے عذاب مول لیا (اللہ اکبر) یہ لوگ کس بلا کے آتش (دوزخ) کے متحمل ہیں (کہ ان کو ذرا بھی خوف نہیں) یہ (کتمان پر سزا) اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو ٹھیک ٹھیک اُتارا ہے اور (یہ ایک واقعہ ہے کہ) جو لوگ اس کتاب کے باب میں (جس کو حق تعالیٰ نے ٹھیک ٹھیک اتارا ہے) بے راہی اختیار کریں۔ وہ حق تعالیٰ کی ایسی مخالفت میں (مبتلا) ہیں جو کہ (حق سے) بہت دور (اور سراسر ناجائز) ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں مذکورہ سزا بالکل صحیح ہے۔ اور وہ لوگ ایسی ہی سزا کے مستحق ہیں۔ اے اہل کتاب تم اپنی کتابوں کی اُن تصریحات کو چھپاتے ہو جو تمھارے لئے مضر ہیں۔ اور قبلہ کے متعلق بحث کرکے مسلمانوں کو دین حق سے پھیرنے کی کوشش کرتے ہو۔ تمھاری ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیکی صرف یہی ہے کہ مغرب کی طرف منہ کرلیا جائے جیسا کہ یہود کرتے ہیں۔ یا مشرق کی طرف منہ کرلیا جاوے۔ جیسا کہ نصاریٰ کرتے ہیں۔ مگر ہم تم کو بتلاتے ہیں کہ)

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى	خود یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ مشرق اور مغرب کی طرف منہ کرو (کیونکہ یہ اگر نیکی بنتی ہیں تو ایمان اور طاعت سے) بلکہ (حقیقی) نیکی اُس کی نیکی ہے جو کوئی اللہ پر اور قیامت پر اور فرشتوں پر اور خدا کی کتابوں پر

حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ
وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي
الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ
وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ
وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ
وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ
الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ
فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ
بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ
ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ
فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ۝ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ
يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝
كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ
لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ
حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ
مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ
يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝
فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا
فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور انبیاء پر ایمان لائے اور (اس کے ساتھ) مال کو باوجود اس کے محبت کے رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں اور سائلوں کو اور غلاموں کے بارہ میں (اُن کو آزاد کرانے کے لئے) دے۔ اور باقاعدہ نماز پڑھے اور زکوۃ دے۔ اور جو لوگ جس وقت کوئی (جائز) عہد کرلیں تو اپنے عہد کو پورا کریں۔ اور (خاصکر) جو لوگ تنگدستی اور بیماری اور لڑائی کے وقت صبر و تحمل سے کام لیں یہ لوگ وہ ہیں جو کہ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں (پس تم اس بحث کو چھوڑکر ان اوصاف کے حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہو تاکہ تم سچے اور متقی بن جاؤ۔ جیسے کہ مسلمان ہیں اُس کے بعد مسلمانوں کو خطاب فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں) اے مسلمانو (تم یہ کام تو کرتے ہی ہو جن کا اوپر ذکر ہوا۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے احکام بھی تم کو بتلائے جاتے ہیں تاکہ تم ان پر بھی عمل کرو سو واضح ہو کہ) تم پر مقتولین (بقتل عمد) کے باب میں قصاص مقرر کیا گیا ہے (جس کی تفصیل یہ ہے کہ) آزاد آدمی دوسرے آزاد آدمی کے عوض میں (قتل کیا جاوے) اور غلام غلام کے بدلے میں۔ اور عورت عورت کے بدلے میں (لیکن اگر قاتل و مقتول میں کوئی ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو۔ یا کوئی ایک مرد اور دوسرا عورت ہو تو اس کا حکم اس وقت نہیں بتلایا جاتا۔ بلکہ دوسرے وقت بتلایا جاوے گا۔ چنانچہ دوسرے دلائل سے ان کا حکم بھی بتلا دیا گیا۔ کہ ان صورتوں میں بھی قصاص ہے اور معاملہ قصاص میں دبیار مقتول کو معافی کا بھی حق دیا گیا ہے) سو جس شخص کو اس کی فریق کی جانب سے کچھ (قصاص کل یا جزء) معاف کردیا جاوے (خواہ بعوض مال یا بلا عوض۔ اور اس معافی کی صورت میں مال واجب ہو۔ جیسا کہ کل قصاص

بعوض مال معاف کر دیا جاوے یا اُس کا کوئی حصہ بعوض یا بلا عوض معاف کر دیا جاوے) تو (اس صورت میں اولیاء کی جانب سے) معقول طور پر مطالبہ ہونا چاہیئے اور (قاتل کی جانب سے اس مال کو اس صاحب حق کو) خوبی کیساتھ ادا کرنا (یہ قانون مقرر کر دیا گیا ہے) لہذا جو کوئی اس (قانون) کے بعد (اس قانون کی) حد سے آگے بڑھے گا اُس کو تکلیف دہ عذاب ہوگا. اور اے عقل والو (تم کو یہ قانون ناگوار نہ ہونا چاہیئے کیونکہ) قصاص (کے قانون) میں تمہارے لئے زندگی ہے (کیونکہ اس سے امن قائم ہوتا ہے اور تمہاری جانیں محفوظ رہتی ہیں) امید ہے کہ تم لوگ (ناگواری سے) پرہیز رکھوگے (اور دوسرا حکم یہ ہے کہ) تم پر ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے مناسب طور پر وصیت کرنا فرض کیا گیا ہے اُس وقت جبکہ تم میں سے کوئی مرنے لگے اگر اُس نے مال چھوڑا ہو. یہ حکم ثابت ہے پرہیز گاروں پر (لہذا ان کو اس پر عمل کرنا چاہیئے رہے غیر متقین سو اُن کے لئے اس کا وجود اور عدم برابر ہے کیونکہ اُن کو اس کی پرواہی نہ ہوگی) پس (جب کہ باقاعدہ وصیت ہو چکی ہو. تو اُس کے بعد) جو کوئی اُس کے سننے کے بعد اس میں (کسی قسم کا) تغیر کرے (خواہ یہ تغیر غلط بیانی سے ہو. مثلاً یہ کہ اُس نے فلاں کے لئے اتنی وصیت کی ہے اور وہ واقع کے خلاف ہو یا فعل سے. مثلاً یہ کہ جتنی وصیت کسی کے لئے کی تھی اُتنا اُس کو نہ دیا جاوے. بلکہ کم یا زیادہ دیا جاوے) تو اس کا گناہ (موصی پر نہ ہوگا بلکہ) اُنہی پر ہوگا جو اس میں تغیر کریں (کیونکہ) حق تعالیٰ سننے والے اور جاننے والے ہیں (لہذا وہ جانتے ہیں کہ قانون کے خلاف ورزی کرنے والا کون ہے) ہاں جس کو وصیت کنندہ کی جانب سے (غلطی سے) حق سے انحراف. یا (دانستہ) گناہ کا علم ہو. اور وہ (لوگوں کو سمجھا بجھا کر تقسیم شرعی پر راضی کر دے اور اس طرح) اُن کے درمیان صلح کرا دے. تو اس کو کوئی گناہ نہیں (کیونکہ یہ تغیر اپنی طرف سے نہیں بلکہ بحکم شرع ہے) اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں (اور اس لئے وہ مجرموں کو چھوڑ دیتے ہیں. پھر بے گناہوں پر کیا مواخذہ کرتے.

ف - اس جگہ یہ جان لینا چاہیئے کہ بعد اجراء قانون میراث یہ احکام وصیت منسوخ ہو چکے ہیں)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ
كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ ۚ فَمَنْ كَانَ
مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ
أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ
طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ
خَيْرٌ لَهُ ۚ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ ۖ إِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي
أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ
وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ

اے مسلمانو تم پر چند روز روزہ رکھنا (بھی) فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا. امید ہے کہ تم (اس پر عمل کر کے معصیت سے) بچوگے. پھر جو کوئی تم میں سے بیمار یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں سے چند روز (سہی) اور جو روزہ کی قوت رکھتے ہیں (اور روزہ نہیں رکھنا چاہتے) اُن پر فدیہ ایک مسکین کا کھانا لازم ہے (یہ مقدار تو ضروری ہے) اور جو کوئی اپنی خوشی سے بہتر کام کرے (اور اُس مقدار واجب سے زیادہ دیدے.) تو اُس کے لئے بہتر ہے. اور (گو فدیہ کی اجازت دیدی گئی ہے.

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۗ
وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ
مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ
وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا
الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ
عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ
الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا
بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ
الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ
لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۗ عَلِمَ
اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ
فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوا
هُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا
وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ
مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا
الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ
وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ
اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ
آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ وَلَا تَأْكُلُوا
أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا
بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ
النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

مگر) روزہ رکھنا تمھارے لئے بہتر ہے. اگر تم علم رکھتے ہو (یہ رخصت ابتدا تھی بعد کو منسوخ ہوگئی اور ہر مستطیع پر روزہ فرض ہوگیا ہے. خوب سمجھ لو.) رمضان کا مہینہ وہ (زمانہ) ہے جس میں قرآن ایسی حالت میں نازل کیا گیا ہے. کہ وہ لوگوں کا رہنما اور ہدایت اور امتیاز (بین الحق والباطل) کی کھلی کھلی باتوں کا مجموعہ ہے (اور وہ اپنے اس شرف کی وجہ سے اسکے قابل ہے کہ اُس کو روزوں کیلئے مخصوص کیا جاوے) لہذا تم کو چاہئے کہ جو کوئی تم میں سے وہ مہینہ پاوے اُس (تمام مہینہ) کے روزہ رکھے. اور جو کوئی بیمار یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں سے چند روز (سہی. اتنی تھوڑی مدت مقرر کرنے اور اُس کے ساتھ مریض و مسافر کو افطار کی اجازت دینے سے) حق تعالی تمھارے متعلق آسانی چاہتے ہیں (اور تم پر تنگی نہیں چاہتے) اور (اُس نے ایسا اس لئے بھی کیا ہے.) تاکہ تم تعداد مقررہ پوری کردو ورنہ اگر روزوں کے لئے طویل زمانہ مقرر کیا جاتا یا مریض و مسافر کو اجازت افطار نہ دی جاتی تو بہت ممکن تھا کہ تم اُس تعداد کو پورا نہ کرتے) اور (ایسا اُس نے اس لئے بھی کیا ہے) تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی کرو. کہ اُس نے تمھاری رہنمائی کی (اور اپنی عبادت کا ایک خاص طریق بتلایا) اور اس توقع پر بھی (ایسا کیا) کہ تم شکر کرو گے. اور (اے رسول) جبکہ میرے بندے (میرے احکام کو سنکر. اور یہ خیال کرکے کہ اگر خدا دور ہوا. اور دور ہونے کی وجہ سے اُسے خبر نہ ہوئی کہ ہم نے اُس کی اطاعت کی ہے تو محنت رائگاں ہوگی.) میری نسبت تم سے سوال کریں (کہ خدا دور ہے یا نزدیک) تو (ان سے کہدو کہ) میں پاس ہوں (اور مجھے ہر بات کا علم ہے. چنانچہ) جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو اُس پکارنے والے کی بات کا جواب دیتا ہوں. (اور جب واقعہ یہ ہے) تو اُن کو چاہئے کہ وہ (بلا تردد) میرے احکام کو قبول کریں. اور مجھے مانیں. امید ہے

کہ وہ (ان احکام کی تعمیل کرکے) سعادت[ع] حاصل کریں گے (یہ ایک استطرادی مضمون تھا اس کے بعد پھر روزے کے بعض احکام بیان ہوتے ہیں) تمھارے لئے روزہ کی شب میں اپنی عورتوں سے مشغول ہونا جائز کر دیا گیا (جو کہ ابتک ناجائز تھا کیونکہ) وہ تمھارا اوڑھنا بچھونا ہیں۔ اور تم اُن کا اوڑھنا بچھونا ہو (اس لئے ایک دوسرے سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ) حق تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم خود اپنی خیانت کرتے تھے۔ (اور بیویوں سے خلاف قانون روزے کی شب میں صحبت کرکے معصیت کا ارتکاب کرتے تھے۔ اور پھر پشیمان ہوتے تھے۔) لہذا اُس نے تمھاری توبہ قبول کی۔ اور تمیں معافی دی۔ اچھا اب اُن سے ملو ملاؤ۔ اور جو کچھ تمھارے لئے خدا نے لکھدیا ہے (لڑکا یا لڑکی) اُس کو (بذریعہ جماع کے) طلب کرو۔ اور کھاؤ پیو تاوقتیکہ صبح کا سفید ڈورا (رات کے) سیاہ ڈورے سے ظاہر ہو جاوے (حاصل یہ کہ صبح صادق طلوع ہو جاوے) اس کے بعد روزے کو رات تک پورا کرو۔ اور جس حالت میں کہ تم مساجد میں معتکف ہو اُس حالت میں تم ان سے مباشرت نہ کرنا۔ یہ خدا کی (قائم کی ہوئی) حدیں ہیں سو ان کے پاس نہ جانا یوں (صفائی کے ساتھ) اللہ تعالیٰ اپنے احکام لوگوں سے بیان کرتے ہیں اس امید پر کہ وہ (ان کی خلاف ورزی سے) بچیں گے۔ اور تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ اور نہ ان مالوں (کے مقدمات) کو حکام کے یہاں اس غرض سے دائر کرو کہ تم لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ جان بوجھکر گناہ کے ذریعہ سے کھا جاؤ۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ
مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ
بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ
الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا
وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَقَاتِلُوْا
فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ
لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝
وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ
اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ
اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ
عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی يُقٰتِلُوْكُمْ
فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ
جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

(اے رسول) لوگ تم سے چاندوں کی بابت بھی دریافت کرتے ہیں (کہ وہ کیوں بنائے گئے اور ان کے گھٹنے بڑھنے میں کیا مصلحت ہے) تم (اُن کے جواب میں) کہدو کہ (ان کا فائدہ یہ ہے کہ) وہ لوگوں کے۔ اور حج کے لئے تعین اوقات کے ذرائع ہیں (جن سے لوگ اپنے کاموں کے اوقات مقرر کرتے ہیں۔ اور جن سے حج کا زمانہ معلوم ہوتا ہے) اور یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم (احرام کی حالت میں) گھروں کے پچھواڑوں سے آؤ (جیسا کہ تمھارا معمول ہے) بلکہ نیکی یہ ہے۔ کہ آدمی گناہوں سے بچے اور (جبکہ یہ کوئی نیکی نہیں ہے۔ تو) تم (بے تکلف) اُن کے دروازوں سے آیا کرو۔ اور خدا سے ڈرو (اور اپنی طرف سے احکام نہ تراشو بلکہ جو حکم تم کو دیا جاوے اُس کی تعمیل کرو۔) امید ہے کہ

ع؎ ہذا المعنی ماخوذ مما فی روح المعانی ان اصل الباب اصابۃ الخیر کما فی ہامش بیان القرآن ۱۲ منہ

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ
فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ ؕ فَاِنِ انْتَھَوْا
فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ۝
اَلشَّھْرُ الْحَرَامُ بِالشَّھْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ
قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا
عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۝
وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا
بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ
اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ
وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ

تم (اس پر عمل کرکے) کامیابی حاصل کروگے۔ اور (چونکہ اب تک تم میں مقابلہ کی قوت نہ تھی، اس لئے اب تک تم کو لڑائی بھڑائی سے روکا جاتا تھا ہے۔ لیکن اب چونکہ تم میں خدا کے فضل سے مقابلہ کی قوت پیدا ہوگئی ہے اس لئے اب حکم دیا جاتا ہے کہ) جو لوگ[ع] تم سے جنگ کریں تم بھی خدا کی راہ میں (اور محض تعمیل حکم کے لئے بغیر اس کے کہ اُس میں تمھاری ذاتی غرض جیسے حکومت و ملک گیری اور غلامی سے متکبرانہ استنکاف اور حریت کی نفسانی خواہش وغیرہ شامل ہو) اُن سے جنگ کرو اور (دیکھو) حد سے نہ بڑھنا (کہ جن باتوں کی تم کو اجازت نہیں وہ باتیں کرنے لگو

ع‍ـہ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم میں الذین یقاتلونکم سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ کفار سے ابتداء بالقتال ناجائز ہے کیونکہ الذین یقاتلونکم احترازی قید نہیں ہے بلکہ اغرا و تحریض کے لئے ہے۔ جیسا کہ اخرجوہم ...... من حیث اخرجوکم میں قید من حیث اخرجوکم۔ دوسرے الذین یقاتلونکم سے مراد مطلقاً جنگی لوگ ہیں یعنے مرد اور اس سے مقصود عورتوں اور بچوں سے احتراز ہے مطلب یہ ہے کہ جنگی لوگوں سے جنگ کرو اور جو جنگ نہیں کرسکتے جیسے عورتیں اور بچے اُن سے جنگ نہ کرو۔ کذا قال عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ و رجحہ ابن جریر علاوہ ازیں قید الذین یقاتلونکم سے مقاتلین کے ساتھ جنگ کا حکم مفہوم ہوتا ہے۔ اور غیر مقاتلین اس جگہ مسکوت عنہم ہیں۔ اُن کا حکم دوسرے دلائل سے معلوم ہو جاویگا۔ پس اس سے ابتداء بالقتال کی ممانعت نہیں مفہوم ہوتی بلکہ یا وجوب ثابت ہوتا ہے یا وہ مسکوت عنہم ہیں۔ لہذا یہ کسی ایسی آیت یا حدیث یا عمل صحابہ کے معارض نہیں جس سے ابتداء قتال ثابت ہو۔ لہذا بصورت نہ ہونے معاہدہ کے کفار سے ابتداء بالقتال جائز ہے اور معاہدہ کی صورت میں کفار کو اس کی اطلاع کرکے کہ اب ہم اُس معاہدہ کو قائم رکھنا نہیں چاہتے اور اب ہم میں اور تم میں معاہدہ نہیں ہے اُن سے ابتداء قتال کرسکتے ہیں لیکن اگر معاہدہ کسی میعاد معین کے لئے ہو تو اُس میعاد کا پورا کرنا ضرور ہے بشرطیکہ کفار کی جانب سے عہد شکنی نہ ہو[سہ]۔ لیکن اس جگہ معاہدہ اور وعدہ میں فرق ضروری ہے معاہدہ فریقین کی رضامندی سے ہوتا ہے۔ اور وعدہ میں ایک فریق مستقل ہوتا ہے اور وہ اس کا تبرع سمجھا جاتا ہے۔ اس فرق کو بہت سے لوگ نہیں سمجھتے۔ اور وعدہ خلافی کو نقض عہد سے تعبیر کرتے ہیں۔ خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ ۱۲ منہ

سہ حاشیۃ الحاشیہ۔ باقی اگر اس مدت کا پورا کرنا کسی اسلامی مصلحت کے خلاف ہو تو اعلان نقض کرکے اور اُنکو اتنی مہلت دیکر جسمیں وہ اُس سامان کو جمع کرسکیں جسکو صلح کی بنا پر منتشر کردیا تھا محاربہ کرنا جائز ہے۔ کذا فی ردالمختار میں کہتا ہوں کہ قواعد سے ایسا ہی غور کرکیا جاوے ۱۲ حضرت مولانا عم فیضہم

مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى
يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ
مَرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ
مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ
اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ
فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ
فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ
اِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ
ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۵

کیونکہ) حق تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اور جہاں انھیں پاؤ وہیں مارو۔ اور جہاں سے انھوں نے تمھیں نکالا ہے۔ وہاں سے تم بھی انھیں نکالو۔ اور (یہ خیال نہ کرنا کہ قتل بُری بات ہے کیونکہ) شر تو قتل سے کہیں زیادہ سخت ہے (قتل میں تو مصلحتیں اور منفعتیں بھی ہوتی ہیں۔ اور شر میں تو کوئی مصلحت ہی نہیں پس جبکہ وہ ہر وقت شر پر کمر بستہ ہیں، اور لوگوں کے گمراہ کرنے۔ اور مسلمانوں کی ایذا رسانی میں برابر منہمک ہیں تو تم قتل سے کیوں ڈرو۔) اور اس کا لحاظ رکھو کہ تم مسجد حرام کے قریب (تا حد حرم) ان سے جنگ نہ کرنا تاوقتیکہ وہ خود اس (رقبہ) میں تم سے جنگ نہ کریں اب اگر (اسی رقبہ میں) وہ تم سے لڑیں تو تم بھی (اسی رقبہ میں) اُنھیں مارو۔ ان کافروں کی یہی سزا ہے۔ اب اگر وہ (تمھارے جنگ سے مرعوب ہو کر یا کسی اور وجہ سے تم سے لڑنے سے) باز آجائیں (اور حق تعالیٰ سے معافی چاہیں) تو (ہم اُن کو معاف کرتے ہیں۔ کیونکہ) حق تعالیٰ بہت بڑے معاف کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں (اُن کے لئے اُن کو معاف کر دینا کوئی بات نہیں) اور تم اُن سے اُس وقت تک جنگ کرتے رہو جب تک شر نہ رہے۔ اور پورا دین خدا ہی کا ہو جاوے (اور دین الٰہی کے سوا ملک عرب میں اور کوئی دین نہ رہے) اب اگر وہ (شر سے) باز آجائیں تو (پھر ان پر کوئی زیادتی نہ کی جاوے کیونکہ) زیادتی اُنھی پر ہے جو ظلم پر کمر بستہ ہیں (اور باز ہی نہیں آنا چاہتے۔ رہا شہر حرم[عنہ] میں جنگ کا سوال سو اس کا جواب یہ ہے کہ) شہر حرام کا مقابل شہر حرام ہے۔ اور حرمت کا بدلہ حرمت۔ پس (اگر وہ اشہر حرم کا احترام کریں تم بھی کرو۔ اور اگر وہ احترام نہ کریں تو) جیسے زیادتی کوئی تم پر کرے ویسی ہی زیادتی تم اُس پر کرو۔ اور خدا سے ڈرو (کہ ناحق زیادتی نہ کرو) اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ (خدا سے) ڈرنے والوں کے ساتھ (اور اُن کے حامی و مددگار) ہیں اور خدا کی راہ میں (خرچ کی ضرورت ہو تو) خرچ بھی کرو اور (بخل کرکے) اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہی میں نہ ڈالو اور (جو) کام (کرو) اچھی طرح کرو۔ کیونکہ حق تعالیٰ اچھی طرح کام کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں اور حج

عنہ یہ سوال مضمون سابق سے طبعی طور پر پیدا ہوتا ہے اس لئے اُس کا جواب دیدیا گیا۔ اور اگر ان آیات کا نزول عمرہ قضا میں ثابت ہو تو یہ مسلمانوں کے اس خطرہ کا جواب بھی ہوگا۔ کہ اگر ہم عمرہ کے لئے گئے اور کفار نے ہم پر حملہ کر دیا۔ تو ہم کیا کریں گے مگر یہ حکم اس وقت منسوخ ہے کیونکہ اسوقت اشہر حرم کی حرمت باقی نہیں۔ ۱۲ منہ

اور عمرہ کو خالص خدا کے لئے پورا پورا (بغیر اس کے کہ ان کے فرائض و واجبات وغیرہ میں کمی ہو) ادا کیا کرو۔ پھر اگر تم (بعد احرام حج یا عمرہ کے کسی مرض یا دشمن کی جانب سے حج یا عمرہ سے) روک دیئے جاؤ تو (فی الحال بجائے حج یا عمرہ کے) جو قربانی کا جانور میسر ہو (وہی سہی۔ اُس کو خود یا دوسرے کی معرفت حرم میں ذبح کرا کر باقاعدہ احرام سے نکل جاؤ۔ بعد کو اُس کی قضا کر لینا۔) اور اُس وقت تک سر نہ منڈاؤ۔ (نہ بال کٹواؤ) جب تک قربانی کا جانور اپنی جگہ (حرم میں) نہ پہونچ جاوے (اور وہاں ذبح نہ ہو جاوے۔) پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اُس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (جس کے لئے بال منڈوانے یا کٹوانے کی ضرورت ہو) تو (ایسی حالت میں قبل از وقت بھی سر منڈوا یا بال کٹوا سکتے ہو۔ مگر اُس کا) فدیہ لازم ہے۔ جو کہ (تین) روزے (یا چھ مسکینوں کو بقاعدہ صدقہ فطر) صدقہ یا (حرم میں) قربانی ہے۔ پھر جب تم (مرض یا دشمن سے) بے خوف ہو (خواہ خوف ابتدا ہی سے نہ ہو یا زائل ہو چکا ہو) تو (اُس وقت یہ قانون ہے کہ) جو کوئی (حج کے زمانہ میں) عمرہ سے لیکر حج تک منتفع ہو (بایں معنے کہ حج کے زمانہ میں دونوں کام کئے ہوں۔ خواہ دونوں کا ساتھ احرام باندھا ہو یا یکے بعد دیگرے) تو جو کوئی جانور قربانی کا میسر ہو (اُس کا حرم میں خاص اوقات میں ذبح کرنا لازم ہے) پھر جس کو (ناداری وغیرہ کی وجہ سے قربانی کا جانور) نہ مل سکے تو (اس پر) تین دن کے روزے حج کے زمانہ میں اور سات اُس وقت جبکہ تم (حج وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر) واپس ہوا کرتے ہو (لازم ہیں) یہ پورے دس (روزہ) ہیں یہ (جمع بین الحج والعمرہ کا حکم) اُس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے قرب و جوار میں نہیں رہتے (اور جو ایسے نہیں ہیں اُن کے لئے اس کی اجازت نہیں ہے۔ پس تم ان احکام کی پوری پوری پابندی کرو) اور (ان کی مخالفت میں) خدا سے ڈرو اور جان لو کہ حق تعالیٰ سخت عذاب دینے والے ہیں۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ؗ وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ

حج (کا زمانہ اب بھی) وہی چند مہینے ہیں جو (تم کو پیشتر سے) معلوم ہیں۔ پس جو کوئی ان میں (اپنے اوپر) حج لازم کرے (بایں طور کہ اُس کا احرام باندھے خواہ زمانہ حج میں یا اُس سے پیشتر) تو (اُس کو نہ فحش بات کرنی چاہیئے۔ اور نہ عدول حکمی۔ اور نہ لڑائی جھگڑا۔ کیونکہ قانوناً) نہ حج میں فحش ہے۔ نہ عدول حکمی اور نہ لڑائی جھگڑا۔ اور (اچھے کام جتنے چاہو کرو۔ کیونکہ) جو اچھے کام تم کروگے وہ خدا کو معلوم ہونگے (اور اُن کا بدلہ تم کو اچھا ملے گا۔) اور (حج کو جاتے وقت) توشہ لے لیا کرو۔ کیونکہ توشہ کی (بڑی) خوبی بچاؤ ہے (چوری خیانت ذلت سوال وغیرہ سے

إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَإِذَا قَضَيْتُمْ
مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ
اٰبَاۤءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ
مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ
فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ
النَّارِ ۝ أُولٰۤئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا
كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝
وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْۤ أَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ
فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ
وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ
تُحْشَرُوْنَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ
قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ
عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ۝
وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ
فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ
لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَإِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ
اللّٰهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ
فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۤءَ
مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۝
يٰۤأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ
كَاۤفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ

اور اے ارباب عقول تمہیں (ہر کام میں) مجھ سے ڈرتے رہنا چاہیئے (اور کوئی کام میرے حکم کے خلاف نہ کرنا چاہیئے. اور یہ جو رسم[عہ] ہے کہ عرفات سے روانگی کے بعد تجارت نہیں کرتے اور اس کو برا جانتے ہیں. یا اب جو نیا خیال پیدا ہو گیا ہے. کہ حج میں مطلقاً تجارت بُرا کام ہے. یہ غلط خیالات ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ) تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم (عرفات سے روانگی سے پہلے اور بعد کو بھی بذریعہ تجارت کے) خدا کا فضل (یعنی معاش) طلب کرو (لہذا تم عرفات سی روانگی سے پہلے بھی تجارت کر سکتے ہو. اور بعد کو بھی) پھر جب تم عرفات سے روانہ ہو جاؤ تو (مزدلفہ میں آکر ٹھیرو اور) مشعر حرام کے پاس (مزدلفہ میں) خدا کی یاد کرو اور اُس کو اس لئے[عہ] یاد کرو کہ اُس نے تم کو صحیح رستہ بتلایا اور واقعی تم اس (رہنمائی) سے پہلے صحیح رستہ سے ناواقف تھے پھر (اے قریش تم کو خاص طور پر حکم دیا جاتا ہے کہ) تم لوگ بھی وہیں سے روانہ ہوا کرو جہاں سے اور لوگ روانہ ہوتے ہیں (یعنی براہ تکبر مزدلفہ ہی میں نہ رہ جایا کرو اور وہیں سے واپس نہ ہو جایا کرو. بلکہ اوروں کی طرح تم بھی عرفات پہونچا کرو. اور انہی کی طرح عرفات سے روانہ ہوا کرو) اور (اس نخوت و غرور سے) خدا سے معافی مانگو (حق تعالیٰ معافی دیں گے کیونکہ) حق تعالیٰ بہت بخشنے والے اور بڑے رحم کرنے والے ہیں. پھر جبکہ تم اپنے افعال حج پورے کر چکو تو (اپنے باپ دادوں کے مناقب و مفاخر نہ بیان کیا کرو. جیسا کہ تم اب تک کرتے رہے

عہ فیہ جمع بین الروایات الواردۃ فی الباب ۱۲منہ عہ کون الکاف للتعلیل اختارہ ابن جریر ویحتمل التشبیہ ایضًا واللہ اعلم ۱۲منہ

إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّآ أَنْ يَّأْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُوْرُ ۝

ہو. بلکہ) جس طرح تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کرتے تھے اسی طرح یا اُس سے بھی بڑھکر خدا کا ذکر کرو پھر (سمجھو کہ جو لوگ حج میں خدا کو یاد کرتے ہیں وہ بھی دو طرح کے ہیں) بعض لوگ وہ ہیں جو (آخرت سی بالکل غافل ہیں جیسے کفار مکہ اور) کہتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو (سب کچھ) دنیا میں دیدیجئے. اور (ایسے شخص کا یہ حکم ہے کہ) اُس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں. اور کچھ ان میں وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے اللہ ایک خوبی ہمیں دنیا میں عطا فرمائیے. اور ایک آخرت میں (اُن کا یہ حکم ہے کہ) یہ وہ لوگ ہیں جنکو اُن کے اعمال سے حصہ ملے گا. اور (اُن کو اسکے انتظار میں گھبرانا نہیں چاہئے. کیونکہ) اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے (اور وہ دن بہت جلد آنے والا ہے) اور تم چند گنتی کے دنوں میں (خاص قاعدہ سے) خدا کی یاد کرو (ایام معدودات سے مراد ایام تشریق گیارہویں بارہویں. تیرہویں تاریخیں ذی الحجہ کی ہیں. کما وردت الآثار ودل علیہ نظم القرآن کما لا یخفی علی من تدبر فی قولہ فمن تعجل فی یومین الخ اور خاص قاعدہ ذکر کا یہ ہے کہ ان میں جمار ثلث کی خاص طریق سے رمی کی جاوے اور دسویں کا اس جگہ ذکر نہیں کیا گیا غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں صرف جمرہ عقبہ کی رمی ہوتی ہے. اور ان میں تینوں کی. اس لئے اس کو انکے ساتھ شامل نہیں کیا گیا. واللہ اعلم) پھر جو کوئی (ان تین دنوں میں سے پہلے) دو دنوں میں (منیٰ سے مکہ آنے میں) جلدی کرے (بایں معنے کہ ان دنوں کا کام ختم کرکے تیسرے دن سے پیشتر واپس آجاوے) اُس پر بھی کوئی گناہ نہیں (بایں معنے کہ وہ مغفور لہ ہے. اور حج کا پورا ثواب اُس کو حاصل ہے) اور جو کوئی (تیسرے دن تک) دیر کرے (اور تیسرے دن کا کام ختم کرکے لوٹے) اُس پر بھی کوئی گناہ نہیں. (اور وہ بھی مغفور لہ ہے اور اُس کے بھی تمام گناہ معاف اور اُس کو حج کی پوری فضیلت حاصل ہے. مگر یہ) اسی کے لئے (ہے) جو کہ (حج میں) افعال ممنوعہ سے بچتا رہا ہو. اور تم (لوگ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت) ڈرتے رہو. اور جان لو کہ تم اُسی کے پاس اکٹھے کرکے لائے جاؤ گے (اور وہاں تم کو اپنے افعال کی جواب دہی کرنی ہوگی) اور (ان تنبیہات وتہدیدات پر) کچھ لوگ تو ایسے ہیں (جو انکی پروا نہیں کرتے. بلکہ محض چرب زبانی اور سراسر منافقانہ باتیں کرتے ہیں. اور) جن کی وہ گفتگو جو کہ محض دنیاوی غرض سے ہوتی ہے تم کو پسند آتی ہے اور اپنے مافی الضمیر پر خدا کو گواہ کرتے ہیں. حالانکہ وہ تمھارے نہایت سخت مخالف ہیں. اور جب وہ تمھارے پاس سے جاتے ہیں. تو زمین میں اس غرض سے چلتے پھرتے ہیں کہ اُس میں (کفر پھیلا کر) فساد کریں اور کھیتی اور آدمیوں اور جانوروں کو تباہ و برباد کریں (کیونکہ سعی فی الکفر کا نتیجہ جہاد اور جنگ و جدال ہوگا. اور اس کا نتیجہ فساد مذکور) کیونکہ حق تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے اور جب کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈر (اور فساد مت کر) تو نخوت اُس کو گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے (اور وہ مثلاً کفریات بکنے اور گناہ کے کام کرنے لگ جاتا ہے) سو اُس کو دوزخ کافی ہے اور وہ بُری آرام گاہ ہے. اور کچھ وہ ہیں جو (ان سے متاثر ہوتے ہیں

اور) حق تعالیٰ کی خوشنودی کی طلب میں اپنی جان (تک بیچ) دیتے ہیں۔ اور اللہ ایسے بندوں (کے حال) پر مہربان ہیں (یہاں تک اُن لوگوں کا بیان تھا جو محض منافق یا بالکل مومن تھے اور اُن میں کفر کا شائبہ بھی نہ تھا۔ اب اُن لوگوں کو خطاب فرماتے ہیں جو مسلمان تو خلوص سے ہوئے تھے مگر اپنے دین سے بھی فی الجملہ تعلق باقی تھا۔ اور وہ بھی محض اس لئے کہ وہ اس کو اسلام کے خلاف نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ جو پہلے یہودی تھے اُنھوں نے مسلمان ہونے کے بعد بھی اُونٹ کے گوشت سے نفرت اور سبت کی تعظیم قائم رکھی تھی۔ جس کا منشا یہ تھا کہ دین موسوی میں یہ امور ضروری تھے۔ اور اسلام میں ان کی ممانعت نہیں پس اس میں دونوں مذہبوں کی رعایت ہے۔ پس حق تعالیٰ ایسے لوگوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ) اے مسلمانو تم پورے پورے اسلام میں داخل ہو۔ اور (منسوخ مذہب کے بعض احکام کے پابند رہ کر) شیطان کے قدم بقدم مت چلو (کیونکہ) وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے (جو تم کو دھوکا دیکر گمراہ کرنا چاہتا ہے) اب اگر اس کے بعد بھی کہ تمہارے پاس کھلی کھلی باتیں (دلائل واحکام) آچکی ہیں تم لغزش کھاؤ گے تو جان لو کہ حق تعالیٰ صاحب قوت بھی ہیں اور حکمت والے بھی (صاحب قوت ہونے کی وجہ سے وہ انتقام لیں گے۔ اور حکمت کی وجہ سے اس کو موخر کر دیتے ہیں۔ اب حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اب بھی اگر لوگ اسلام میں داخل نہ ہوں تو ایمان لاتے ہیں) کیا وہ[ع] اس کے سوا کسی اور بات کے منتظر ہیں کہ ابر کے سائبانوں میں خود خدا اور فرشتہ ان کے پاس آئیں (اور کہ براہ راست ان سے درخواست کریں کہ آپ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ دلائل سے تو اتمام حجت پورے طور پر ہو چکا۔ اور ان سے یہ لوگ متاثر نہ ہوئے تو اب یہی صورت رہ گئی کہ خدا اور فرشتے خود آکر انھیں سمجھائیں۔ لہذا وہ اسی کے منتظر ہو سکتے ہیں) اور یہ معاملہ طے ہو چکا ہے (کہ ایسا نہیں ہو سکتا تو اب اُن کے ایمان لانے کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ خیر اگر وہ ایمان نہیں لاتے نہ لاویں حق تعالیٰ خود سمجھ لے گا کیونکہ خدا ہی حاکم ہے) اور خدا ہی کی طرف تمام امور رجوع ہوں گے (جن میں ان کا معاملہ بھی ہے۔ یہاں تک کفار معاندین کا ذکر تھا۔ اور ان میں اہل کتاب کا نمبر بڑھا ہوا تھا۔ اس لئے اُنکو متنبہ فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ)

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰھُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَھُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ	تم بنی اسرائیل سے پوچھو (تو سہی) کہ ہم نے ان کو کس قدر (کثیر) روشن دلیلیں دی تھیں (مگر انھوں نے سب کو کفر سے بدل دیا) اور (ہمارے یہاں کا قانون ہے کہ) جو کوئی خدا کی نعمت کو بعد اس کے کہ وہ اُس کے پاس آچکی ہے (کفر سے) بدلتا ہے تو (اُس کو سخت سزا ملتی ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ نہایت سخت سزا دینے

[ع] علیٰ ہذا التفسیر لا حاجۃ الیٰ صرف الکلام عن الحقیقۃ بحذف المضاف عن لفظ اللہ و عن الظاہر بعطف قضی علیٰ یاتی فلیتدبر ۱۲ منہ

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝
كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ
اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۣ
وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ
بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ
وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ
اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ
بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ
بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ اَمْ حَسِبْتُمْ
اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ
الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ
الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ
الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى
نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝
يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلْ مَآ
اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ
الْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ
السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ
اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ
وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا
شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا
شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

والے ہیں (اس لئے اُن کو کیوں نہ سزا دی جائے
اصل بات یہ ہے کہ) کفار کے لئے دنیاوی زندگی کو
مزین کردیا گیا ہے (اس لئے وہ اسی پر فریفتہ ہیں)
اور مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہیں (اور اُنکو ذلیل
سمجھتے ہیں) حالانکہ یہ خدا سے ڈرنے والے (مومنین
قیامت میں ان سے بڑھے ہوں گے (پس ان کا
ان کو حقیر سمجھنا محض بے جا ہے اور ان کا قیامت
میں ان سے بڑھا ہوا ہونا کچھ مستبعد نہیں. کیونکہ)
حق تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے حساب دیتے ہیں
(اور اُن کو ایسا کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں تو پھر
یہ بات مستبعد کیونکر ہو سکتی ہے. اور یہ عادت ان
لوگوں کی نئی نہیں. بلکہ پہلے سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے
چنانچہ) پہلے سب لوگ ایک جماعت تھے (جن کا
مذہب اسلام و اطاعت حق تھا بعد کو اختلاف
افہام یا اختلاف اہواء سے آپس میں نزاعات پیدا
ہوگئے) تو حق تعالیٰ نے انبیاء کو (مطیعین کو) خوشخبری
دینے والے اور (نافرمانوں کو) ڈرانے والے بناکر
بھیجا. اور اُن کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ وہ لوگوں
کے درمیان ان کے نزاعی امور میں فیصلہ کرے.
(مگر اُنھوں نے اس میں بھی اختلاف کیا) اور (غضب
ہے کہ) اس میں اختلاف اُنہی لوگوں نے کیا جن کو
وہ کتاب دی گئی تھی. (اور وہ بھی) اس کے بعد کہ
اُن کے پاس دلائل آچکے تھے. (اور وہ بھی کسی
مغالطہ کی بناء پر نہیں بلکہ) آپس کی عداوت سے
سو (اللہ تعالیٰ نے اُن کو تو گمراہی میں چھوڑا اور)

جن لوگوں نے اس کو مانا اُن کو اُس نے اپنے فضل سے وہ حق بتلا دیا جس میں لوگوں نے نزاع پیدا کر رکھا تھا
اور (یہ کوئی قابل انکار بات نہیں کیونکہ ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے اور اس لئے) خدا جس کو چاہتا ہے راہ راست

پڑے آفتاب ہے (مگر عادۃً اس کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ آدمی مخالفت عنادی سے مجتنب اور تدبر سے کام لینے والا ہو
یہاں تک کفار کی اہل ایمان کے ساتھ قدیمی مخالفت کا بیان کر کے اب مسلمانوں کو ان کی ایذاؤں پر تحمل کی
ہدایت فرماتے ہیں اور (فرماتے ہیں کہ) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم (یونہی آسانی سے) جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ
تم کو گذشتہ لوگوں کی (سی) حالت پیش نہ آئی ہو (یہ نہیں ہوسکتا) اُن کی حالت یہ تھی کہ اُن پر تنگی اور سختی واقع
ہوئی اور اُن کو خوب جھنجھوڑا گیا۔ جس کا انجام یہ ہوا۔ کہ رسول اور اُن کے ساتھی سب (گھبرا گئے اور) کہنے لگے کہ
خدا کی مدد (نہ معلوم) کب ہوگی (ہماری تکالیف تو ناقابل برداشت ہوگئی ہیں۔ پس اس قاعدہ سے تمہارا بھی امتحان
ہو رہا ہے۔ اور) دیکھو (تم گھبراؤ نہیں) خدا کی مدد قریب ہے (اور وہ عنقریب تمہیں ان تکالیف سے نجات دینے
والے ہیں۔ مگر یہ امتحانات لازمی نہیں ہیں۔ بلکہ جن کو چاہتے ہیں اس سے مستثنےٰ بھی کر دیتے ہیں یہاں تک ضمنی
مضامین بیان فرما کر پھر احکام بیان فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں) لوگ تم سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیا چیز (خدا
کی راہ میں) خرچ کریں تم (جواب میں ان سے) کہدو (کہ خرچ کے لئے نہ کوئی خاص شئے مقرر ہے نہ کوئی خاص
مقدار۔ جو کچھ میسر ہو خرچ کرو مگر) جو مال بھی خرچ کرو تو (اُس کو) ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مساکین
اور مسافروں (غرض اہل حاجت یا اہل قرابت) کے لئے (خرچ ہونا چاہئے۔ اور خرچ کرنے ہی پر اکتفا نہ کرو بلکہ
جو نیک کام بھی ہوسکے کرو کیونکہ) جو نیک کام بھی تم کروگے تو (خدا تم کو اُس کی جزا دیگا کیونکہ) خدا اس سے واقف
ہے۔ تم پر جہاد بھی فرض کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ تم کو (طبعی طور پر) ناگوار ہے اور (حقیقت یہ ہے کہ اس میں ناگواری
کی کوئی بات نہیں کیونکہ) بہت ممکن ہے کہ ایک بات تم کو ناگوار ہو اور وہ تمھارے لئے بہتر ہو (جیسا کہ جہاد) اور یہ
بھی ممکن ہے کہ ایک بات تم کو مرغوب ہو اور وہ تمھارے لئے بری ہو (جیسا کہ ترک جہاد) اور (یہ ہم بتلا ئے
دیتے ہیں کہ تمھارے مصالح و مضار کو) حق تعالیٰ (تم سے) زیادہ جانتے ہیں اور تم (اُنھیں اتنا) نہیں جانتے۔
(لہٰذا تم اپنے اقتضاء طبعی کو چھوڑ کر حق تعالیٰ کے حکم کا اتباع کرو۔ اور سمجھو کہ ہماری بہتری اسی میں ہے)

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ
فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ
وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ
وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَالُوْنَ
يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ
اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ
عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ

لوگ شہر حرام میں جنگ کے متعلق (بھی) تم سے
دریافت کرتے ہیں (اور منشا اس سوال کا اعتراض
ہے مسلمانوں پر جس کی وجہ یہ تھی کہ جہاد میں مسلمانوں کے
ہاتھ سے رجب کی پہلی تاریخ کو جس کو وہ جمادی الثانی
کی تیسویں سمجھے ہوئے تھے۔ ایک کافر مارا گیا تھا) آپ
فرما دیجئے کہ اس میں لڑنا واقعی بڑا (گناہ) ہے اور خدا
کی راہ سے روکنا اور اس کو اور مسجد حرام کو نہ ماننا۔ اور
اس کے رہنے والوں کو اس میں سے نکالنا خدا کے
نزدیک اس سے بھی بڑے (گناہ) ہیں۔ اور (خود)

وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ
هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ يَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ
وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ
لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ
وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلِ
الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۞ فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ
اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ
فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ
مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۞ وَلَا تَنْكِحُوا
الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ
خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا
تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ
مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ
اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ
يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ
وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُوْنَ ۞

شر (ہی) قتل سے بڑھکر ہے (پھر کونسی وجہ ہے کہ تم ان جرائم کو نہیں دیکھتے جن کے تم مرتکب ہو۔ اور مسلمانوں کے ایک ایسے فعل پر اعتراض کرتے ہو۔ جو اول تو اس درجہ کا گناہ نہیں۔ دوسرے اس کا صدور بھی غلطی سے ہوا تھا۔ اس کے بعد حق تعالٰے فرماتے ہیں کہ یہ ان کا ایک مجادلہ تھا) اور وہ (مجادلات ہی تک اپنی کوشش کو محدود نہ رکھیں گے۔ بلکہ وہ) تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے۔ تا آنکہ اگر اُن سے ہو سکے تو وہ تم کو تمھارے دین سے پھیر دیں اور (یہ تم کو واضح رہے کہ) جو لوگ تم میں سے اپنے دین سے پھر جائیں گے اور وہ کفر کی حالت میں مرجائیں گے تو دنیا[عہ] و آخرت میں اُن کے تمام اعمال ضبط ہو جائیں گے (اور اُن کا کوئی کام مستحق اجر نہ رہے گا) اور (اس سے) وہ دوزخی ہوں گے (بایں معنے کہ) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (برخلاف ان کے) جو لوگ مومن ہیں اور جنھوں نے (خدا کے لئے) اپنے گھر بار اہل و عیال عزیز و قریب دوست آشنا مال و دولت وغیرہ چھوڑے اور خدا کی راہ میں (کفار سے) لڑے یہ لوگ خدا کی رحمت کے امیدوار رہیں۔ اور (اُن کی یہ امیدواری بالکل بجا ہے۔ کیونکہ) اللہ بڑے مغفرت کرنے والے اور رحم والے ہیں (اور اس لئے وہ ان کے گناہوں کو معاف کرکے ان پر رحمت فرماویں گے) لوگ تم سے شراب (خواری)

عہ دنیا میں اعمال کے ضبط ہونے کا اثر یہ ہے۔ کہ جو مراعات اُس کو ایمان کی بدولت حاصل تھیں جیسے عصمت دم توارث من المسلمین۔ مسلمانوں کے ساتھ بیاہ شادی وغیرہ۔ یہ تمام مراعاتیں اُس سے مسلوب ہو جائیں گی۔ اور آخرت میں ضبط ہونے کا نتیجہ ظاہر ہے۔ ۱۲ منہ۔

اور قمار (بازی) کے متعلق (بھی) سوال کرتے ہیں آپ اُن سے کہدیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے. اور لوگوں کے لئے دنیاوی منفعتیں بھی ہیں. اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑھا ہوا ہے (اس لئے مقتضائے عقل یہی ہے کہ اُن کو بُرا سمجھ کر چھوڑ دیا جاوے) اور لوگ تم سے یہ بھی دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیا چیز خرچ کریں. آپ اُن سے کہدیجئے کہ جتنا آسان ہو (صرف کرو کوئی تحدید و تعیین نہیں ہے. دیکھو) حق تعالیٰ یوں صاف صاف احکام بیان فرماتے ہیں اندیشہ کہ تم غور کروگے (اور سمجھوگے کہ ان میں کس قدر سہولت اور مصالح کی رعایت ہے. اور یہ سوچ کر ان پر عمل کروگے) اور لوگ یتیموں کی بابت بھی آپ سے سوال کرتے ہیں (کہ ان کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا جاوے) آپ ان سے کہدیجئے کہ (ہر حال میں) اُن کی مصلحت کا لحاظ رکھنا بہتر ہے اور اگر تم اُن سے (کھانے پینے وغیرہ میں) میل رکھو (اور اُن کا خرچ کھانا پینا وغیرہ الگ اور اپنا الگ نہ کرو) تو (کچھ مضائقہ بھی نہیں کیونکہ آخر) وہ تمھارے دینی بھائی ہیں (اگر بلا تعمد کچھ تھوڑا بہت تم نے اُن کا کھا پی لیا. یا انھوں نے تمھارا کھا پی لیا تو کچھ برائی نہیں) اور اللہ اُن کو بھی جانتا ہے جنکو (یتیموں کا) بگاڑ مقصود ہے (اور اس لئے وہ اُن کا مال خورد برُد کرتے ہیں) اور اُن کو بھی جنکو (اُن کی) مصلحت مدنظر ہے. (اور اُن کا مال بدنیتی سے نہیں کھاتے لہٰذا تم ضروری احتیاط رکھو اور خواہ مخواہ پریشان نہ ہو) اور (یہ حق تعالیٰ کی عنایت ہے کہ اُس نے تم کو گنجائش دیدی ورنہ) اگر خدا چاہتا تو (اس باب میں سخت سخت احکام جاری کر کے) تمہیں دقت میں ڈالدیتا (مگر اُس نے تمھاری کمزوریوں پر نظر کر کے ایسا نہیں کیا. کیوں نہ ہو) اللہ تعالیٰ صاحب قوت بھی ہے (اس لئے جو چاہتا ہے حکم نافذ کرتا ہے) اور (ساتھ ہی) حکمت والا بھی ہے (کہ ان میں مصالح کی رعایت بھی رکھتا ہے) اور تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرنا تاوقتیکہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور (یاد رکھو کہ) مومن لونڈی (آزاد) مشرکہ سے بہتر ہے. اگرچہ وہ تمھیں بھلی معلوم ہو. اور (اسی طرح) مشرکین سے بھی (اپنی عورتوں کا نکاح نہ کرنا تاوقتیکہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور (یہ یاد رکھو کہ) مومن غلام بہتر ہے (آزاد) مشرک سے اگرچہ وہ تمہیں بھلا معلوم ہو (کیونکہ) یہ (مشرکین و مشرکات لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے ہیں. اور خدا (لوگوں کو) اپنے فضل سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے (اور اس وجہ سے ان میں اور خدا میں مخالفت ہے. اور یہ مخالفت خود بھی مقتضی ہے اس کو کہ ان سے بیاہ شادی کے تعلقات نہ رکھے جائیں اور ایسے تعلقات میں گمراہی کا اندیشہ بھی ہے جو کہ حق تعالیٰ کے خلاف ہے. اس سے یہ شبہ بھی دفع ہو گیا. کہ اگر کسی مشرک یا مشرکہ کے نکاح میں دین کے فساد کا خطرہ نہ ہو. تو اس سے شادی جائز ہونی چاہئے کیونکہ اول تو یہ ہی غیر مسلم ہے کہ ایسا ہے غایت ما فی الباب یہ کہ اس وقت خطرہ نہیں ہے. مگر دوسرے وقت میں یہ خطرہ پیدا ہو سکتا ہے. دوسرے یہ کہ کسی قانون کے منشاء کا ہر جگہ موجود ہونا ضروری نہیں. چنانچہ ہیضہ کے دنوں میں امرود وغیرہ کا بیچنا قانوناً منع کر دیا جاتا ہے. حالانکہ یہ ضروری نہیں. کہ امرود کھانے سے سب لوگ مر ہی جاویں اور بیچنا ہر شخص کے ہاتھ جرم ہوتا ہے. تیسرے مشرکین اور حق تعالیٰ کی باہمی عداوت

واحتمال ضرر. دونوں اس کا منشا ہیں کہ ان سے ایسے تعلقات نہ پیدا کئے جائیں. اور صورت مذکورہ میں گو احتمال ضرر نہیں مگر شدت عداوت موجود ہے. اب رہا یہ سوال کہ پھر کتابی عورتوں کے ساتھ نکاح کی کیوں اجازت دی گئی. حالانکہ وہ بھی خدا کے دشمن اور داعی الی النار ہیں. سو اس کا جواب یہ ہے کہ بوجہ اُن کے اقرب الی الاسلام ہونے کے اُن کی عداوت بھی مشرکین کی بہ نسبت ضعیف ہے. اور عورت او مغلوب شوہر ہونے کی وجہ سے اس کی دعوت بھی ضعیف ہے. اس لئے اس کا اعتبار نہیں کیا گیا. بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ بمقتضائے عقل اس کا احتمال غالب ہے. کہ مرد کے اثر سے عورت کی اصلاح ہوگی نہ کہ عورت کے اثر سے مرد خود خراب ہوگا. اور گو یہ احتمال مشرک عورت میں بھی ہے کہ وہ مرد کے اثر سے متاثر ہو. مگر چونکہ اس کو اسلام سے بہت بعد اور حق تعالیٰ کے ساتھ سخت عداوت ہے. اس لئے اس پر نظر نہیں کی گئی الحاصل مشرک مرد میں شدت عداوت اور دعوت الی النار دونوں پورے طور پر موجود ہیں اور مشرک عورت میں شدت عداوت پوری طرح موجود ہے گو دعوت الی النار کمزور ہو اور کتابی مرد میں شدت عداوت تو نہیں مگر دعوت الی النار قوی ہے. ان وجوہ سے ان لوگوں سے مناکحت ناجائز قرار دی گئی. اور کتابی عورت میں نہ شدت عداوت ہے نہ کامل دعوت الی النار. اس لئے اس سے نکاح کی اجازت دی گئی یہ گفتگو محض تبرعاً ہے ورنہ حق تعالیٰ کے احکام میں علتیں ڈھونڈھنا اور چون و چرا کرنا ہی خلاف عقل ہے اور وہاں مقتضائے عقل ہی یہ ہے کہ ان کو بلا چون و چرا مان لیا جاوے[۵] اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو لوگ احکام اسلام کی نسبت یہ کہتے ہیں. کہ اسلام کا فلاں حکم خلاف عقل ہے. اُن کا یہ کہنا ہی اس کی دلیل ہے کہ اُن کو عقل نہیں. اور جب کہ اُن کو عقل ہی نہیں. تو وہ خدا کے حکم کو کیسے جانچ سکتے ہیں کہ یہ خلاف عقل ہے یا موافق عقل) اور وہ (حق تعالیٰ) اپنے احکام لوگوں کے لئے صاف صاف بیان فرما رہے ہیں. امید ہے کہ وہ نصیحت مانیں گے

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۖ قُلْ هُوَ
أَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ
وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَإِذَا
تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ
اللّٰهُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ
الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ
فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ ۖ وَقَدِّمُوْا
لِأَنْفُسِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا

اور لوگ تم سے حیض کے متعلق بھی سوال کرتے ہیں (کہ اس میں صحبت کی جاوے یا نہیں) آپ کہہ دیجئے کہ وہ ایک گندگی ہے. لہذا تم حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہا کرو. اور ان سے قربت نہ کیا کرو تاوقتیکہ وہ (انقطاع حیض کے ذریعہ سے) پاک نہ ہو جائیں. پھر جب وہ پاک صاف ہو جائیں تو پھر ان کے پاس آجاؤ جہاں سے تم کو خدا نے اجازت دی ہے (اور اگر غلطی سے اس گناہ میں مبتلا ہو جاؤ

---

[۵] ماشاء اللہ حکم کی حکمت بھی خوب بیان کی اور اسکے بعد اس حکمت کی روح اس سے بڑھکر بیان کی. فللہ درکم ۱۲ اخترعلی

اٰتِيْكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝
وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً[1] لِّاَيْمَانِكُمْ
اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ
وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ لَا يُؤَاخِذُكُمُ
اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ
يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ
مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ
فَاِنْ فَاۗءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝
وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ
قُرُوْۗءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ
اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ
بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ
وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠
وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

تو توبہ کرو. کیونکہ) حق تعالیٰ اُن کو بھی پسند کرتے ہیں جو (قصور ہو جانے کے بعد) توبہ کر لیتے ہیں. اور اُن کو بھی جو (سرے سے گناہ ہی سے) پاک بنتے ہیں تمہاری عورتیں تمہارے کھیت ہیں لہذا تم (کو اجازت ہے کہ تم) اپنے کھیتوں میں جس طرح چاہو آؤ (مگر اس شرط سے کہ محل اتیان وہی مقام ہو جو اتیان کے لئے موضوع ہے اور خلاف وضع فطری نہ ہو. اور یاد رکھو کہ یہ لذائذ مقصود اصلی نہیں ہیں. بلکہ مقصود اصلی اعمال صالحہ ہیں پس تم ان میں پورے طور پر منہمک نہ ہو اور) تم کو چاہیئے کہ اپنے لئے (نیکیاں) آگے بھیجتے رہو. اور خدا سے ڈرتے رہو. اور یہ جان لو کہ تم ایک روز اُس سے ملنے والے ہو (پس اگر تم نے اُس کے احکام کی تعمیل نہ کی تو اُس کے سامنے کیا منہ لیکر جاؤ گے. یہ احکام تو عام مومنین کو تھے) اور (اے رسول تم کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ) تم اُن لوگوں کو جو (ان احکام اور ان کے علاوہ دوسرے احکام کو) مانیں (جنت کی) خوشخبری دیدو (اس ضمنی خطاب کے بعد پھر مسلمانوں کو خطاب فرماتے ہیں. اور کہتے ہیں) اور تم لوگ خدا کو اپنی قسموں کا نشانہ[1] نہ بناؤ (اس خوف سے کہ تم کوئی نیکی کر بیٹھو اور کسی گناہ سے بچ جاؤ. اور لوگوں کے درمیان صلح کرا دو (یعنے تم نیکی سے بچنے اور گناہ کرنے کے لئے خدا کی قسمیں نہ کھایا کرو کہ وہ قسمیں تمہارے لئے عذر بن جائیں اور تم یہ کہدو کہ کیا کہیں ہم مجبور ہیں کیونکہ ہم قسم کھا چکے ہیں) اور (یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ سننے والا. اور جاننے والا ہے (اس لئے وہ تمہاری قسموں کو بھی سنتا اور تمہاری نیتوں کو بھی جانتا ہے. پس اگر تم نیکیوں سے بچنے اور گناہ کے ارتکاب کے لئے ایسے حیلے تراشو گے تو تم کو سزا دیگا. کیونکہ) حق تعالیٰ تم پر تمہاری قسموں میں لغو واقع ہونے پر تو مواخذہ نہ کرے گا. ہاں وہ تم پر اُن پر مواخذہ کرے گا جنکو تمہارے دلوں نے کمایا ہے (اس جگہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ قسم کئی طرح کی ہوتی ہے. ایک تو

---

[1] قال النیسابوری من اکثر ذکر شی فی معنے من المعانی فقد جعلہ عرضۃ ای معرضا لہ قال فلا تجعلونی عرضۃ للوائم. اھ وہذا ہو الحق عندی واما غیر ہذا فلا یخلو عن تکلفات. واللہ اعلم ۱۲ منہ

وہ جس سے قسم مقصود نہ ہو۔ بلکہ بطور تکیہ کلام کے صادر ہو جیسے عرب میں لا واللہ بلی واللہ۔ اور ہندوستان کے بعض شہروں میں ہر بات پر قسم مروج ہے۔ یہ وہ ہے جس کو بنا بر تفسیر عائشہ صدیقہ و شعبی قرآن میں لغو کہا گیا ہے۔ اسمیں نہ گناہ ہے نہ کفارہ خواہ فعل ماضی سے متعلق ہو یا مستقبل[۵] سے دوسری وہ کہ قصداً کسی گذشتہ فعل پر قسم کھائی جاوے اور وہ خلاف واقع ہو۔ مگر قسم کھانے والا اُس کو واقع کے خلاف نہ سمجھتا ہو۔ یہ وہ قسم ہے جس سے میرے نزدیک آیت میں نہیں تعرض کیا گیا۔ اور قوانین شرعیہ کلیہ کے ذریعہ سے اس دوسری قسم کا حکم یہ ہے کہ اس میں بھی نہ گناہ ہے نہ کفارہ۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ رفع عن امتی الخطاؤ النسیان اور قرآن میں ہے لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔ تیسری قسم وہ ہے جو کسی گذشتہ فعل پر قصداً قسم کھائی جاوے اور واقع میں بھی خلاف واقع ہو۔ اور قسم کھانے والا بھی اُس کو واقع کے خلاف جانتا ہو۔ میرے نزدیک اس کا بھی قرآن میں ذکر نہیں بلکہ اس کا حکم بھی عمومات شرعیہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ جھوٹ ہونے کے سبب گناہ ہے۔ اور جس طرح اور جھوٹوں میں کفارہ نہیں یونہی اس میں بھی نہیں۔ اور چوتھی قسم وہ ہے جو آئندہ فعل کے متعلق قصداً منعقد کیجاوے یہ وہ قسم ہے جو میرے نزدیک اس جگہ مَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ سے اور سورۂ مائدہ میں مَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ سے مراد ہے۔ اس تقریر پر اس آیت اور سورہ مائدہ کی آیت میں بالکل مطابقت ہو جاوے گی۔ اور نہ اس میں کسی تکلف[۶] کی حاجت رہے گی۔ اور نہ وہ مذہب حنفی کے خلاف ہوگی۔ غایت مافی الباب یہ کہ قسم کے کل افراد کا احاطہ نہ ہوگا۔ سو یہ کچھ مضر نہیں بالخصوص جب کہ دوسرے دلائل سے ان کا حکم معلوم ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ رہا یہ شبہ کہ یمین منعقدہ فی نفسہا موثم نہیں بلکہ موثم حنث ہے اور یہاں مواخذہ سے مراد یقیناً گناہ ہے کیونکہ کفارہ مذکور نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یمین منعقدہ بھی بعض اوقات موثم ہوتی ہے۔ چنانچہ اوپر وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ میں یمین منعقدہ ہی کی ممانعت ہے اور اسیکو جرم قرار دیکر اس سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ اور جو قسمیں فی نفسہ موثم نہیں ہیں وہ بھی بواسطہ حنث موثم ہیں۔ واللہ اعلم ۱۲) اور (یہ عدم مواخذہ بر یمین لغو اس لئے ہے کہ) حق تعالیٰ بڑے معاف کرنیوالے ہیں اور (باوجود ماکسبت قلوبکم پر مواخذہ کے فوراً مواخذہ نہ کرنا اس لئے ہے کہ وہ) بردبار ہیں (اور چونکہ قسم کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے صحبت کی قسم کھالے۔ اس لئے حق تعالیٰ اُس کا بھی حکم بیان فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ) جو لوگ اپنی بیویوں سے (صحبت کی) قسم کھالیں اُن کو حق ہے چار مہینے (گذرنے) کے انتظار کا (بایں معنے کہ وہ قانوناً چار مہینے تک اپنی قسم پر قائم رہ سکتے ہیں۔ لیکن اگر انھوں نے ایسا کیا تو پورے چار مہینے پر

---

[۵] ہذا الاطلاق نقلہ فی الفتح و فی رد المحتار بحکایۃ محمد عن ابی حنیفۃ و قیدہ صاحب البدائع بغیر المستقبل والمفسر یرجح الاطلاق نبہت علیہ للتحقیق ۱۲۔ اشرف علی۔

[۶] جو کہ ان لوگوں کی تقریروں میں ہے جو کبھی یمین غموس کو لغو میں داخل کرتے ہیں اور کبھی اس سے خارج۔ فافہم ۱۲ منہ

اس کا اثر یہ ہوگا کہ فوراً نکاح ٹوٹ جاوے گا. اور اگر چار مہینہ کے اندر انھوں نے اپنی قسم کو توڑ دیا تو نکاح باقی رہے گا اور کفارہ دینا ہوگا. اسی مضمون کو حق تعالیٰ یوں بیان فرماتے ہیں) پھر اگر وہ (قسم کھانے کے بعد چار مہینہ کے اندر اس قسم سے) پلٹ گئے (اور اپنی قسم کے خلاف اپنی بیوی سے صحبت کر لی) تو (خیر حق تعالےٰ ان کا قصور کفارہ کے ذریعہ سے معاف کر دے گا. کیونکہ) اللہ تعالےٰ بڑا بخشنے والا. اور رحمت والا ہے. اور اگر انھوں نے طلاق ہی کی ٹھان لی ہے (اور اس لئے چار مہینہ کے اندر صحبت نہیں کی تاکہ چار مہینے گذر جانے سے حسب قانون شرعی طلاق پڑ جاوے) تو (طلاق پڑ جائے گی کیونکہ) حق تعالےٰ سننے والے بھی ہیں اور جاننے والے بھی ہیں (اس لئے انھوں نے اس کی قسم کو سنکر اور اس کے ارادہ کو جان کر یہ حکم دیدیا کہ چار مہینہ گذرنے سے طلاق ہو گئی) اور جن عورتوں کو (خاص شرائط[۵] کے ساتھ اور خاص حالت میں) طلاق دی گئی ہے وہ عورتیں اپنے متعلق تین حیضوں کا انتظار کریں (اور جب تک تین حیض نہ گذر جائیں اس وقت تک وہ دوسری جگہ شادی نہ کریں) اور ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اُس کو چھپالیں جو اللہ نے اُن کے رحموں میں پیدا کیا ہے.

(مثلاً یہ کہ وہ حاملہ ہیں اور اپنے حمل کو چھپا کر دعویٰ کریں کہ ہمیں تین حیض آچکے. یا یہ کہ اُن کو تین حیض آچکے ہیں اور وہ ان حیضوں کا اخفا کریں. اور کہیں کہ ہمیں حیض نہیں آئے اور عدت نہیں گذری. سو یہ دونوں باتیں ناجائز ہیں. اور ان کو ایسا نہ کرنا چاہئے) اگر وہ (درحقیقت) خدا اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں (جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے) اور ان کے خاوند اس (مدت انقضائے حیض ثلثہ) میں (بشرطیکہ طلاق بائن یا مغلظہ نہ ہو) اُن کے واپس لے لینے کے (بہ نسبت ان کے اپنے نفس میں تصرف کے) زیادہ حقدار ہیں (اور اس لئے وہ اس عرصہ میں رجعت کر سکتے ہیں خواہ وہ عورتیں رضامند ہوں یا غیر رضامند) بشرطیکہ اُن کا مقصود اصلاح ہو (اور عورتوں کو ناحق تکلیف دینا اور پریشان کرنا مقصود نہ ہو. لیکن یہ شرط اجازت ہے نہ کہ شرط صحت رجعت کیونکہ رجعت تو ہر حالت میں صحیح ہے خواہ مقصود کچھ ہو. مگر اس شرط کے خلاف رجعت کرنے میں گنہگار اور مستحق سزا ہوں گے) اور (اس اجازت کو مشروط بارادہ اصلاح اس لئے کیا ہے کہ) جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں. یوں ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر بھی ہیں (مثلاً یہ کہ اُن کو ناحق تکلیف نہ دی جاوے اور ان کے ساتھ انسانیت کا برتاؤ کیا جاوے) اور (اس سے پوری مماثلت نہ سمجھنا. کیونکہ) مردوں کو عورتوں پر ایک (خاص) فوقیت ہے (وہ یہ کہ یہ حاکم ہیں وہ محکوم. یہ متبوع ہیں وہ تابع) اور یہ تفاوت کوئی قابل اعتراض بات نہیں. کیونکہ) اللہ تعالیٰ صاحب قوت و حکمت ہیں (اور قوت کی بنا پر اُن کو ایسا کرنے کا اختیار ہے اور حکمت کی بنا پر اُس میں اعتراض کی گنجائش نہیں. اب یہ بتلاتے ہیں کہ مرد کو حق رجعت کب تک رہتا ہے سو کہتے ہیں. کہ)

---

[۵] وہ شرائط یہ ہیں کہ مطلقہ حرہ ہو اُسے حیض بھی آتا ہو. خاوند اُس سے صحبت کر چکا ہو. ۱۲ منہ

الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ
اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ
اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا
اِلَّا اَنْ يَّخَافَا اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ
فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ
تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ
وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا
تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ
فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ
يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ
اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ
يَّعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ
فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ
اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ
ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ
اللّٰهِ هُزُوًا ؗ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ
وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

ایسی طلاق دو مرتبہ (تک) ہے (جس میں رجعت ہو سکتی ہے) اب (ان طلاقوں تک جب تک کہ تم تیسری طلاق نہ دو۔ عدت کے اندر تمھارے لئے) خواہ (انکو) عمدگی کے ساتھ روک رکھنا ہے۔ یا خوبی کے ساتھ چھوڑ دینا (یعنے یا تو رجعت کرکے اپنے نکاح میں رہنے دو یا عدت گذر جانے دیکر نکاح سے باہر کردو) اور (چونکہ طلاق دینے والے یہ بے ضابطگی کرتے ہیں کہ جو مال انھوں نے نکاح کی حالت میں دیا تھا اُس کو طلاق کے بعد عورت کی بلا رضامندی واپس کر لیتے ہیں اس لئے کہا جاتا ہے کہ) تمھارے لئے[۵] جائز نہیں کہ (جبراً عورت سے) اُس (مال میں) سے کچھ لو جو تم نے (بطور مہر کے یا کسی اور طریق سے) اُن کو دیا ہے۔ بجز اس صورت کے کہ ان (خاوند اور بیوی) کو اندیشہ ہو کہ وہ حدود الٰہیہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے (اور قوانین مقررہ شرعیہ پر عمل نہ کر سکیں گے۔ پس اس حالت میں ایک خاص طریق سے تم اُن سے مال لے سکتے ہو۔ آگے اُس طریق کو بیان فرمایا ہے اور کہا ہے کہ) سو اگر تم کو اندیشہ ہو کہ وہ حدود الٰہیہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو (اس صورت میں) اُس مرد پر اُس مال کے لے لینے میں کوئی گناہ نہیں جس (کو بخوشی دیکر اُس) کے ذریعہ سے اُس (عورت) نے اپنی جان چھڑائی ہے (اندیشہ کی شرط گناہ سے بچنے کیلئے ہے

۵ اس آیت کے جزو اول میں طلاق علی مال یا خلع کی ممانعت نہیں۔ بلکہ بلا شرط اور بلا معاوضہ مال لینے پر انکار ہے۔ جیسا کہ آج کل بھی دیکھا جاتا ہے کہ عورت سے سب کچھ چھین کر اُس کو نکال دیتے ہیں۔ اور جزو ثانی میں طلاق علی مال اور خلع کی اجازت ہے اور استثنا منقطع ہے جیسا کہ تفسیر سے ظاہر ہے اور یہ تمام مضمون استطرادی اور بطور جملہ معترضہ کے ہے اور فان طلقہا الطلاق مرتان سے مرتبط ہے۔ ۱۲ منہ

نہ کہ قضاءً صحت کیلئے) یہ خدا کی (قائم کردہ) حدیں ہیں سو تم اس سے آگے نہ بڑھنا۔ اور (ظالم نہ بننا کیونکہ ہمارا قانون ہے کہ) جو لوگ خدا کی قائم کردہ حدوں سے آگے بڑھیں سو وہ سراسر ظالم ہیں (یہ ایک مناسب مقام ضمنی مضمون تھا۔ اب ہم مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ) پھر (دو طلاق دینے کے بعد) اگر اُس نے اسے (تیسری) طلاق دی تو اب وہ اُس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ اُس کے سوا دوسرے خاوند سے (باقاعدہ) شادی نہ کرے (اور وہ اُس سے صحبت نہ کرے) پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اسے طلاق دیدے تو اُن پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ وہ دونوں حالت سابقہ کی طرف لوٹ جاویں (اور بدستور سابق تعلق زن وشوئی پیدا کرلیں) بشرطیکہ وہ سمجھتے ہوں کہ خدا کی مقرر کردہ حدوں کو قائم رکھیں گے (یہ شرط گناہ کی نفی کے لئے ہے۔ صحت نکاح کے لئے نہیں۔ نکاح بہرحال صحیح ہے) اور یہ اللہ تعالےٰ کی قائم کی ہوئی حدیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے بیان کرتا ہے۔ جو علم رکھتے ہیں (اور گو بیان سب کے لئے ہے۔ مگر چونکہ نافہم لوگ اس سے منتفع نہیں ہوتے اس لئے اُن کے حق میں بیان کالعدم ہے) اور جس [۵] وقت تم لوگ اپنی عورتوں کو طلاق (رجعی) دیدو اور وہ اپنی (عدت کی) میعاد (مقررہ) تک پہونچنے کو ہوں تو (اُس وقت تم کو دونوں اختیار ہیں خواہ) اُن کو عمدگی کیساتھ روک لو (اور رجعت کے ذریعہ سے اُن کو اپنے نکاح سے نہ نکلنے دو) یا خوبی کے ساتھ اُن کو چھوڑ دو (اور ترک رجعت سے اپنے نکاح سے نکل جانے دو۔ غرض امساک یا تسریح جو کچھ بھی ہو خوبی کے ساتھ ہو۔ اور اس سے عورت کو ضرر پہونچانا مقصود نہ ہو) اور تم اُن کو ضرر رسانی کے لئے نہ روکنا تاکہ تم (اُن کو روک کر اُن پر) زیادتی کرو۔ اور (یاد رکھو کہ) جو کوئی ایسا کرے گا وہ (حقیقت میں) خود اپنا نقصان کرے گا (کیونکہ ایسا کرنے سے وہ سخت سزا کا مستحق ہوگا) اور تم خدا کے احکام کو دل لگی بھی نہ بنانا (بلکہ پختگی کے ساتھ عمل کرنا) اور خدا کی جو نعمت تم پر ہے اُس کو۔ اور جو کتاب اور شریعت اُس نے تم پر ایسی حالت میں نازل کی ہے کہ وہ اُس کے ذریعہ سے تم کو نصیحت کرتا ہے اُس کو (ان دونوں کو) یاد رکھنا (اور ان کے مقتضا پر عمل کرنا) اور خدا سے ڈرتے رہنا۔ اور یہ سمجھتے رہنا کہ حق تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَٰلِكَ

اور جس وقت تم عورتوں کو طلاق دیدو۔ اور وہ اپنی میعاد مقررہ تک پہونچ جاویں (یعنے زمانہ عدت گذر جاوے اور وہ دوسرے آدمیوں سے نکاح

[۵] یہ مضمون اوپر آچکا ہے۔ مگر چونکہ وہاں تبعاً تھا اور مقصود اُن طلاقوں کا بیان تھا۔ جن کے بعد رجعت ہو سکتی ہے اور یہاں خود رجعت کا بیان مقصود ہے نیز وہاں یہ حکم بالاجمال مذکور تھا۔ اور یہاں بالتفصیل۔ نیز جاہلیت میں اس معاملہ میں کوتاہیاں بھی ہوتی تھیں اس لئے اس مضمون کو دہرایا گیا ہے لہذا یہ تکرار فائدہ سے خالی نہیں اور اس لئے مضر نہیں اسکے علاوہ یہ مضمون آئندہ مضمون کے لئے تمہید بھی ہے ۱۲ منہ

يُوعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ
وَاَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ
حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ
الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ
وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا تُكَلَّفُ
نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌ
بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۤ وَ
عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا
فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ
اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ
اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ
بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ
مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاۗءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ
اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ
وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ
اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۥ وَلَا تَعْزِمُوْا
عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ

کرنا چاہیں) تو تم اُن کو اس بات سے نہ روکنا کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کریں جب کہ وہ آپس میں باقاعدہ رضامند ہو چکے ہوں۔ یہ وہ بات ہے جس سے اُس کو نصیحت ہوگی جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہے (واضح ہو کہ) یہ تمھارے لئے زیادہ صفائی اور پاکی کی بات ہے (اور اس کے خلاف میں تمھارا تلوث محتمل ہے۔ کیونکہ اگر تم نے ان کو نکاح کرنے پر مجبور کیا۔ تو خود تمھاری نسبت بھی یہ احتمال ہے کہ اُن سے ناجائز تعلق پیدا کر لو۔ اور اُن کی نسبت بھی یہ احتمال ہے کہ وہ تم سے یا کسی اور سے ناجائز تعلق پیدا کر لیں) اور (یہ بھی واضح ہو۔ کہ) اللہ تعالیٰ (مصالح و مفاسد کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (پس تم اُس کے احکام میں مزاحمت نہ کرو۔ اور عملی طور پر بھی اور اعتقادی طور پر بھی انکو مانو) اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔ یہ (حکم) اُن کے لئے ہے جو (مدت) رضاعت پوری کرنا چاہیں (ورنہ یہ مدت فی نفسہ لازم نہیں ہے بلکہ اس سے کم دودھ پلانا بھی جائز ہے) اور بچے کے باپ کے ذمہ ان کا کھانا اور کپڑا ہے (مگر) عمدگی کے ساتھ (جس میں اُن کو تنگی اور تکلیف نہ ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ باپ کی استطاعت کا لحاظ نہ کیا جاوے گا۔ کیونکہ) کسی شخص کو اس کی استطاعت کے موافق ہی مکلف کیا جا سکتا ہے (اور اس کی استطاعت سے بڑھکر اُس کو تکلیف نہیں دی جا سکتی۔ لہٰذا) نہ ماں کو اُس کے بچے کے ذریعہ سے تکلیف دی جا سکتی ہے (کہ اُس کو مجبور کیا جاوے کہ تم مفت یا تنگی کے ساتھ کھانا

فَاٰخذُوْهُ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (کپڑا لیکر دودھ پلاؤ) اور نہ اُس کو جس کا وہ بچہ ہے اُس کے بچہ کے ذریعہ سے تکلیف دی جا سکتی ہے (کہ اُس کو مجبور کیا جاوے کہ تم اپنی استطاعت سے زیادہ صرف کرکے بچہ کو دودھ پلاؤ۔ اب اگر مرد تنگدست ہو تو قاضی عورت کو حکم دے گا کہ تم قرض لیکر صرف کرو اور وہ قرضہ مرد سے دلوایا جائے گا کیونکہ کما کر قرض کا ادا کرنا مرد کی قدرت میں ہے۔ اور عورت کو تنگی برداشت کرنے کے لئے مجبور نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں عورت کو تکلیف دینا ہے جو کہ بحکم لَا تُضَآرَّ وَالِدَۃٌ بِوَلَدِھَا منفی ہے) اور (بصورت باپ کے نہ ہونے کے بچہ کے ذو رحم محرم) وارث پر ایسا ہی (یعنی کھانا کپڑا دینا بقدر میراث) لازم ہے۔ اب اگر وہ آپس کی رضامندی اور باہمی مشورہ سے (دو سال سے کم میں) بچہ کا دودھ چھڑانا چاہیں تو اس میں اُنپر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر تم (کسی مصلحت سے ماں کے سوا کسی اور سے) دودھ پلوانا چاہو تو (اس میں بھی) کوئی گناہ نہیں (بشرطیکہ ماں کو ناحق تکلیف دینا مقصود نہ ہو) بشرطیکہ جو دینا ٹہر چکا ہے اُس کو عمدگی کے ساتھ اُن کے حوالہ کردو۔ اور خدا سے ڈرتے رہنا (ایسا نہ ہو کہ تم اُس کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرو) اور یہ جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُس کو دیکھتا ہے اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں۔ اور بیویاں چھوڑ جائیں (ان کی بیویوں کے متعلق یہ حکم ہے کہ) وہ اپنے متعلق چار مہینے اور دس دن کے (گذرنے) کا انتظار کریں (اور اُس وقت تک نکاح وغیرہ نہ کریں) پھر جب وہ اپنی مقررہ میعاد تک پہونچ جاویں (یعنے چار مہینے دس دن گذر جائیں) تو (اُن کو نکاح کا حق ہے اور) تم پر اس تصرف میں کوئی گناہ نہیں جو وہ خوبی کے ساتھ اپنے نفسوں میں کریں۔ (یعنے شرعی قاعدہ سے وہ کسی سے نکاح کرلیں۔ یا دوسری جگہ چلی جائیں۔ اور جبکہ اُن کو ایسا کرنے کا حق بھی ہے اور اُن کے ایسا کرنے میں تم پر کوئی گناہ بھی نہیں پھر کونسی وجہ ہے کہ تم اُن کو روکو۔ لہذا تم کو ایسا نہ کرنا چاہیئے) اور (واضح رہے کہ) جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُس سے واقف ہے (اس لئے کوئی کام اُس کی مرضی کے خلاف نہ کرنا چاہیئے) اور تم کو اُس پیغام شادی میں بھی گناہ نہیں جو تم (بیوہ) عورتوں کو (عدت کے زمانہ میں بلاصراحت کے اور) بتعریض کے ساتھ دو (یا اُس کو) (اپنے دل میں چھپائے رکھو۔ کیونکہ خدا جانتا ہے کہ تم اُنہیں (اُس زمانہ میں) یاد کروگے (اس لئے تمھارے لئے اتنی سہولت پیدا کردی تاکہ تم پر تنگی نہ ہو) ہاں تم کو اُن سے (اُس زمانہ میں) خفیہ طور پر (نکاح کا) قول و قرار نہ کرنا چاہیئے۔ بجز اس کے کہ تم اُن سے اچھی بات کہو (جس کی تم کو شرعًا

سے مطلب یہ ہے کہ یہ دیکھا جاوے گا کہ اگر موجودہ حالت میں بچہ مرجاوے اور صرف ذو رحم محرم وارث چھوڑے تو اُن میں سے کس کو کتنا حصہ پہونچے گا۔ پھر صورت مفروضہ میں وہ جس قدر حصہ کا مستحق ہے اُتنا ہی اُس سے نفقہ لیا جاوے گا مثلاً اگر ذو رحم محرم صرف دو بھائی یا دو بہن ہیں تو دونوں سے نصف نصف لیا جاوے گا۔ اور اگر ایک بھائی اور ایک بہن ہے تو بھائی سے دو ثلث اور بہن سے ایک ثلث۔ وہکذا۔ ۱۲ منہ

اجازت ہے (یعنے تعریض خطبہ) اور اُس زمانہ میں عقد نکاح کی بھی نہ ٹھان لینا۔ تاوقتیکہ نوشتا الٰہی (عدت) اپنی میعاد (مقررہ) کو نہ پہونچ جاوے (یعنے عدت میں نکاح بھی نہ کر لینا۔ بلکہ عدت کے بعد کرنا۔ چونکہ اوپر تعریض خطبہ کی اجازت دی تھی۔ اس لئے احتمال تھا کہ شاید ایک طرف سے تعریض خطبہ ہو۔ اور دوسری طرف سے رضامندی ظاہر ہونے پر عدت ہی میں نکاح ٹھن جاوے اس لئے اس کو روک دیا گیا) اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں کی باتیں بھی جانتے ہیں (تمہارے ظاہری افعال تو درکنار) پس تم اُس سے ہوشیار رہنا (اور کوئی کام اُس کی مرضی کے خلاف نہ کرنا) اور یہ جان لینا کہ اللہ تعالیٰ غفور بھی ہیں اور حلیم بھی (اور اس لئے اُس کے گرفت نہ کرنے کا منشا کبھی مغفرت ہوتی ہے اور کبھی حلم۔ پس تم عدم مواخذہ سے دہوکا نہ کھانا۔)

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ
مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ
فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ
قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ ج مَتَاعًا
بِالْمَعْرُوفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝
وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ
وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ
مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ
الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَ
أَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنْسَوُا
الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرٌ ۝ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَ
الصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ ق وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ۝
فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۚ فَإِذَا
أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ
مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ وَالَّذِينَ
يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا ۚ
وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى
الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ

تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم (کسی مصلحت سے) عورتوں کو طلاق دیدو جب تک تم نے اُن کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا جب تک کہ اُن کے لئے مہر نہ مقرر کیا ہو۔ اور (جب کہ یہ طلاق دینا جائز ہے اور اس لئے تم نے ایسا کیا تو جس صورت میں مہر مقرر نہیں کیا گیا۔ اور قبل از وطی طلاق ہو گئی تو اس صورت میں) خوبی کے ساتھ اُن کو نفع پہونچاؤ (یعنی ایک جوڑا دو) یہ جوڑا صاحب وسعت پر اُس کی حیثیت کے موافق ہے۔ اور تنگدست پر اُس کی حیثیت کے موافق (یہ دینا) واجب ہے اچھے کام کرنے والوں (یعنی مسلمانوں) پر۔ اور اگر تم اُن کو اس سے پیشتر طلاق دیدو کہ اُن کو ہاتھ لگاؤ۔ حالانکہ تم مہر بھی مقرر کر چکے ہو۔ تو پھر تمھارے ذمہ جو تم نے مقرر کیا ہے اُس کا آدھا ہے۔ بجز اس صورت کے کہ عورتیں (اپنا حق نصف مہر) چھوڑ دیں یا وہ شخص جس کے اختیار میں عقد نکاح ہے (یعنے خاوند جس کو حق ہے اُس کو باقی رکھنے نہ رکھنے کا اپنا حق نصف مہر) معاف کر دے (اور عورت کو پورا دیدی) اور (اے مردو) تمہارا معاف کر دینا۔ (اور عورتوں کو پورا مہر دیدینا) اقرب الی التقویٰ ہے (کیونکہ اس میں اُس معاہدہ کا صورۃً بھی ترک نہیں ہے۔ جو کہ عورت سے بوقت عقد ہوا تھا۔ اور اس کے خلاف

مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

میں یعنے نفقہ دینے میں صورۃً اس کی خلاف ورزی ہے گو حقیقۃً نہیں) اور (یہ ضرور ہے کہ اس میں تمہارا نقصان ہے مگر) تم آپس کی رواداری کو نہ بھولو (اور یہ سوچو کہ یہ نفع کسی غیر کو نہیں ہو رہا۔ بلکہ اُس کو ہو رہا ہے جو تمہاری بیوی تھی۔ دیکھو یہ تمہارا نقصان بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ) جو کچھ تم کرتے ہو حق تعالےٰ اُس کو دیکھتے ہیں (پس تمہارا یہ سلوک بھی اُس کی نظر میں ہے اور وہ تم کو اس کا اجر دیگا) اور تم (انہی دنیاوی قصّوں میں نہ پھنسے رہنا۔ بلکہ) نمازوں کا اور (بالخصوص) نماز وسطیٰ کا (جو کہ نماز عصر ہے) پورا پورا خیال رکھنا۔ اور نمازوں میں حق تعالیٰ کے سامنے عاجزی کی حالت میں کھڑے ہونا پھر اگر تم کو (نماز پڑھنے میں دشمن وغیرہ کا) اندیشہ ہو تو پھر پیادہ یا سوار (جس حالت میں بھی ہو سکے نماز پڑھنا) پھر جبکہ تم کو کوئی خطرہ نہ ہو تو تم اسیطرح اللہ کی یاد کرو جسطرح اُس نے تم کو وہ باتیں تعلیم کی ہیں جنکو تم نہ جانتے تھے۔ (یعنے افعال صلوۃ اس تنبیہ کے بعد ہم پھر احکام معاملات بیان کرتے ہیں) اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں۔ اور بیویاں چھوڑ جاویں اُن کو چاہئے کہ وہ اپنی بیویوں کے لئے ایک سال تک بلا نکالے ہوئے (نان ونفقہ سے) نفع اٹھانے کی وصیت کر دیں پھر اگر وہ (عدت گذر جانے کے بعد) خود نکل جائیں (اور سال بھر نہ ٹھہریں) تو (اس کا اُن کو حق ہے اور) تم پر اس (تصرف) میں کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنے نفسوں میں خوبی کے ساتھ کریں (مثلاً شوہر متوفی کے گھر سے چلا جانا یا دوسری جگہ نکاح کر لینا وغیرہ) اور اللہ تعالےٰ صاحب قوت وحکمت ہیں۔ (اس لئے باختیار خود اور بلازمۂ حکمت مناسب احکام تجویز فرماتے ہیں۔

ف - قانون میراث کے ذریعہ سے یہ قانون وصیت منسوخ ہو چکا ہے) اور طلاق دی ہوئی عورتوں کو بھی خوبی کے ساتھ نفع پہونچایا جاوے (اس نفع کی تفصیل کتب فقہیہ میں ہے) یہ نفع پہونچانا ثابت ہے خدا سے ڈرنے والوں (یعنی مسلمانوں) پر (خواہ وجوباً خواہ استحباباً۔ دیکھو) حق تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام یوں صاف صاف بیان فرماتے ہیں امید ہے کہ تم سمجھو گے (یہاں تک احکام معاملات مذکور تھے۔ اب حکم جہاد کو ایک تمہید کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ اور گو احکام کے بیان میں تناسب کا لحاظ ضرور نہیں مگر اس جگہ یہ خاص مناسبت ہے۔ کہ اوپر موت اور طلاق کے احکام تھے۔ اور جہاد کا موت سے تعلق تو ظاہر ہے اور موت کے واسطے طلاق سے مناسبت ہے۔ کیونکہ دونوں قاطع نکاح ہیں۔ پس اس کی تمہید یوں شروع کرتے ہیں)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ

کیا تم نے انھیں نہیں دیکھا جو موت کے خوف سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے تھے اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے (اُن کی تنبیہ کے لئے) اُن سے کہا تھا تم مر جاؤ (یعنے اُن کے لئے موت کا حکم دیا تھا اور وہ مر گئے تھے) اس کے بعد اللہ تعالےٰ

اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝
مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ
يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝
اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ
مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ
ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ
قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا
نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ
دِيَارِنَا وَاَبْنَاۗىِٕنَا ۭ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ
الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ
اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ۭ
قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ
اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً
مِّنَ الْمَالِ ۭ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ
وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۭ
وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ
وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ
اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ
فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا
تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ
الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

سے اُن کو زندہ کیا تھا (جس سے یہ مقصود تھا کہ اُن پر یہ بات ظاہر ہو جاوے کہ موت و حیات اللہ کے قبضہ میں ہیں اور نہ اسباب عادیہ پر موت کا مدار ہے نہ حیات کا. اور اس ذریعہ سے اُن کے دل سے موت کا خوف نکل جاوے اور وہ موت کے خوف اور زندگی کی خواہش سے احکام خداوندی کی تعمیل میں کوتاہی نہ کریں. اور چونکہ یہ تمام انعامات تھے۔ اس لئے حق تعالیٰ استرداداً فرماتے ہیں کہ) واقعی حق تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے (کہ اُنکی مصالح کا لحاظ رکھتا ہے) مگر بہت سے لوگ شکر نہیں کرتے (اور پھر بھی اُس کی مخالفت کئے جاتے ہیں. پس تم اس ذریعہ سے عبرت پکڑو. اور ان لوگوں کی طرح موت سے مت ڈرو) اور خدا کی راہ میں جنگ کرو. اور جان لو کہ حق تعالیٰ سننے والے اور جاننے والے ہیں (اس لئے اُن کو تمہاری پوری حالت معلوم ہے (اور بلا اُس کی مشیت کے تم کو کوئی ضرر نہیں پہونچا سکتا) کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے (یعنی نیک نیتی کیساتھ خدا کی راہ میں صرف کرے) اور اللہ اُس کو اس کیلئے بہت مرتبہ بڑھا دے. (اے مسلمانو بول اٹھو کہ ہم ہیں اور اُس کی راہ میں خرچ کرو) اور (اس خرچ کرنے میں تم کو تنگی کا خیال نہ ہونا چاہئے کیونکہ تنگی و فراخی خرچ سے نہیں ہوتی بلکہ یہ دونوں باتیں حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں. اور) اللہ ہی (رزق کو) تنگ کرتا ہے اور وہی فراخ کرتا ہے اور (نہ خواہ مخواہ عدول حکمی کرنا چاہئے. کیونکہ) اسی کی طرف تم واپس لوٹائے جاؤ گے (اور وہ تم سے اس پر مواخذہ کرے گا.

اس کے بعد حق تعالیٰ بنی اسرائیل کا ایک قصہ بیان فرماتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو عبرت ہو اور وہ جہاد سے

جان نہ چرائیں اور فرماتے ہیں) کیا تم نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا (کہ انھوں نے کیا نالائقی کی کہ جہاد کی خود درخواست کی اور پھر اس سے جان چرائی. اور جنہوں نے جان نہیں چرائی. اس کا اُن کو کیا نتیجہ ملا بستو اُن کا قصہ یہ ہے کہ) جب اُنھوں نے اپنے ایک نبی سے کہا کہ آپ ہمارے لئے کوئی بادشاہ بنادیجئے ہم خدا کی راہ میں لڑیں گے. تو انھوں نے (اس کے جواب میں) کہا کہ کیا یہ بھی ممکن ہے اگر تم پر جہاد فرض کردیا جاوے کہ تم جنگ نہ کرو (اگر ایسا ہو تو خواہ مخواہ اپنے اوپر مصیبت نہ ڈالو) اُنھوں نے کہا (بھلا ایسا کیونکر ہوسکتا ہے) اور ہمارے لئے کونسی وجہ ہے کہ ہم خدا کی راہ میں جنگ نہ کریں. حالانکہ ہم کو ہمارے گھروں سے اور ہمارے بال بچوں میں سے نکالا گیا ہے. پس جبکہ (ان کی اس پختگی پر) ان پر جنگ فرض کی گئی. تو سب کے سب پھر گئے. بجز انمیں سے تھوڑے سے لوگوں کے اور (اُن کو اس کی سزا ملے گی کیونکہ) حق تعالیٰ ان ظالموں سے بخوبی واقف ہے (یہ تو اس قصہ کا اجمال تھا) اور (تفصیل اس کی یہ ہے کہ) اُن کے نبی نے (اُن کے جہاد پر پختگی ظاہر کرنے کے بعد) کہا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمھارے لئے بادشاہ مقرر کیا ہے (سو تم اُس کی اطاعت قبول کرو مگر) انھوں نے حجت شروع کردی اور کہا کہ اس کو ہم پر حق حکومت کیسے حاصل ہوسکتا ہے حالانکہ ہم اُس سے زیادہ حکومت کے مستحق ہیں اور اُس کو (ہماری طرح) مالی وسعت نہیں دی گئی. ان کے نبی نے کہا کہ (یہ حجت لایعنی ہے. اول تو) حق تعالیٰ نے اسے تمھارے مقابلہ میں انتخاب کیا ہے اور (دوسرے) اُس کو بجائے وسعت مال کے وسعت علم اور قوت جسم تم سے زائد دی ہے اور (تیسرے) حق تعالیٰ کو حق ہے کہ وہ اپنا ملک جسے چاہے دے. اور (چوتھے) اللہ تعالیٰ صاحب وسعت ہیں (اور ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہیں) اور صاحب علم (وسیع ہیں (اس لئے وہ خوب جانتے ہیں کہ کون اہل ہے اور کون نااہل. ان وجوہ سے تم کو اس بارہ میں حجت زیبا نہیں) اور ان کے نبی نے ان سے یہ بھی کہا. کہ اس کی سلطنت (منجانب اللہ) کی یہ نشانی ہے کہ تمھارے پاس (طالوت کے یہاں سے) وہ صندوق جس میں تمھارے رب کی جانب سے تسکین اور اُن اشیاء کا بقیہ ہیں جنکو آل موسیٰ و آل ہارون نے چھوڑا تھا اس حالت میں آئیگا کہ فرشتے اُس کو تمھارے پاس لاتے ہوں گے. اس واقعہ میں تمھارے لئے ایک نشانی ہے اگر تم ماننے والے ہو (چنانچہ ایسا ہی ہوا. اور انھوں نے طالوت کی حکومت تسلیم کرلی اور جہاد کو روانہ ہوگئے.)

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ
مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ
مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ
اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ
إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَ
الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا
الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ

پس جبکہ طالوت اپنے لشکر سمیت (اپنی جگہ سے) جدا ہوئے (اور جہاد کے لئے چل دئے) تو انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ایک نہر کے ذریعہ سے تمھاری جانچ کرے گا (کہ تم کہاں تک اطاعت گزار اور تحمل مشاق پر آمادہ ہو) پس جو شخص اُس میں سے پانی پی لیگا اُس کو مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور جو اس کو نہ چکھے گا وہ میرا ہے. باستثناء اُس کے جو اپنے ہاتھ سے

يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُوا اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ
قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ
وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَمَّا بَرَزُوا
لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا
صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكَافِرِينَ ۝ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ قف
وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ
وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ
اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ
الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝
تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ
وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۘ
مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ ۖ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۚ
وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ
بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ
الَّذِينَ مِن بَعْدِهِم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ
الْبَيِّنَاتُ وَلَٰكِنِ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ
وَمِنْهُم مَّن كَفَرَ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا
وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۝

ایک چلوا ٹھالے سو (جب وہ نہر آئی تو) سب نے
خوب پانی پیا. باستثنا تھوڑے سے آدمیوں کے
(اور امتحان میں ناکامیاب ہوئے) اس کے بعد
جب وہ (طالوت) اور اُن کے ساتھ وہ لوگ جو
ایمان لائے تھے نہر سے آگے بڑھے تو انھوں نے کہا
کہ ہم میں تو آج جالوت اور اُس کے لشکر سے لڑنے کی
تاب نہیں ہے (اور لڑائی سے ہمت ہار دی. مگر) جو
لوگ سمجھتے تھے کہ ہمیں خدا سے ملنا (اور اُس کے روبرو
جانا) ہے انھوں نے کہا کہ (ہمت ہارنے کی کوئی بات
نہیں) کس قدر مختصر جماعتیں ہیں جو بحکم خدا جماعت
کثیرہ پر غالب آچکی ہیں. اور اللہ صبر کرنے والوں کے
ساتھ ہیں (اور یہ کہکر مرنے پر آمادہ ہوگئے) اور جب
جالوت اور اُس کے لشکروں کے مقابلہ میں میدان
میں آئے تو کہا. کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر (غیب
سے) صبر نازل فرما. اور ہمارے قدم جمائے رکھ. اور
ہمیں ان کافر لوگوں پر فتح دے. پس انھوں نے
خدا کے حکم سے اُن کو شکست دی. اور داؤد علیہ السلام
نے جالوت کو مار ڈالا. اور اللہ تعالیٰ نے (طالوت کے
بعد) اُن کو سلطنت اور نبوت عطا کی. اور (اس کے
علاوہ) اور امور بھی جو چاہے سکھلائے (جیسے زرہ
بنانا جانوروں کی زبان سمجھنا وغیرہ) اور (یہ تمام کارروائی محض دفع شر کے لئے تھی کیونکہ) اگر اللہ تعالیٰ بعض کے ذریعہ
سے بعض کی مدافعت (و مزاحمت) نہ کرتا تو تمام زمین خراب ہو جاتی (اور اہل باطل غلبہ پاکر اہل حق کو تباہ کر دیتے
پھر آپس میں شر و فساد کرتے جس کا انجام تباہی تھا) مگر حق تعالیٰ تمام جہان پر فضل کرنے والے ہیں (اس لئے
انھوں نے قانون جہاد مقرر کر دیا. تاکہ باقی شر کفار یا فنا ہو جاویں یا مغلوب ہو کر فساد سے باز رہیں) یہ خدا کی
آیات ہیں جنکو ہم تمھیں صحیح صحیح پڑھکر سناتے ہیں. اور (یہ دلیل ہے اس بات کی کہ) یقیناً آپ خدا کے پیغمبروں
میں سے ہیں (ورنہ اتنے پرانے واقعات بغیر وحی کے بالکل صحیح صحیح آپ کو کیسے معلوم ہو سکتے تھے. اور یہ
احتمال کہ آپ نے دوسروں سے سنکر یہ باتیں معلوم کی ہوں محض عقلی ہے. اور احتمالات عقلی واقعات کی ثبوت

میں مضر نہیں ہوتے. ہاں اگر کوئی اس کا مدعی ہو کہ آپ نے کسی سے سنکر یہ واقعات بیان کئے ہیں تو ثبوت اُس کے ذمہ ہے پس ثابت ہوا کہ جو لوگ آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں. اب ہم اُس غلطی کا منشا بتلاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ)

وہ پیغمبر (جن میں کے ایک فرد آپ بھی ہیں) ان کی یہ حالت ہے کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر (خاص خاص فضیلتیں دی ہیں (چنانچہ) ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے حق تعالیٰ نے کلام کیا ہے (جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام) اور کسی (کو یہ شرف تو نہیں دیا. بلکہ دوسرا شرف دیا کہ اُس) کے دوسرے مراتب بلند کئے. اور عیسیٰ بن مریم کو (یہ فضیلت دی کہ اُن کو اُن کے نبوت کے مخصوص) روشن دلائل عطا کئے (جیسے احیاء موتیٰ و ابراء اکمہ و ابرص) اور روح القدس کے ذریعہ سے اُن کو قوت پہونچائی (اور یہ خصوصیات لوگوں کی جہالت اور زیادتی سے اُن کے اختلاف و نزاع کا باعث ہوگئیں. کیونکہ جب ایک نبی کے پیرؤوں نے دوسرے نبی میں وہ خاص خصوصیتیں نہ پائیں جو اُس میں تھیں. تو انھوں نے اس کا انکار کیا اور جنگ و جدل تک نوبت پہونچی. مگر خدا کو یونہی منظور تھا.) اور اگر خدا کو (ان کا بجبر روکنا) منظور ہوتا تو جو لوگ ان رسولوں کے بعد ہوئے وہ بعد اس کے کہ انکے پاس دلائل واضح آچکے تھے (جو کہ عدم اختلاف کو مقتضی ہونے کے باوجود ان کی شرارت سے رفع نزاع کے لئے کافی نہ ہوئے حق تعالیٰ کے جبر سے) آپس میں جنگ نہ کرتے (بلکہ حق تعالیٰ کے سامنے گردن جھکانے پر مجبور ہوتے) مگر (حق تعالیٰ کو بغرض امتحان مجبور کرنا منظور نہ تھا اس لئے) انھوں نے آپس میں اختلاف کیا. سو بعض تو ان میں سے وہ تھے. جو ایمان لائے. اور کچھ ان میں سے ایسے تھے جنھوں نے کفر کیا. اور (کوئی یہ نہ کہے کہ خدا انکو جب روک سکتا تھا. تو کیوں نہ روکا. کیونکہ یہ بیشک صحیح ہے کہ) اگر خدا چاہتا تو وہ جنگ نہ کرتے. مگر (اس پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ پھر اُس نے کیوں نہ روکا کیونکہ) خدا (حاکم مطلق ہے وہ) جو چاہتا ہے کرتا ہے (اُس پر اعتراض کا کسی کو حق نہیں یہ ضرور ہے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے اُس میں حکمتیں ہوتی ہیں. مگر اُس سے حکمت بھی نہیں پوچھی جا سکتی. پس جب کہ تلك آیٰت اللہ نتلوھا سے لوگوں کا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار اور تلك الرسل فضلنا الخ سے اُس مخالفت کی علت اور کفار کا مسلمانوں کے ساتھ حسب قاعدہ مستمرہ جنگ کرنا مفہوم ہوا اور جنگ میں ضرورت ہوتی ہے خرچ کی اس لئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْـحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ لَا تَاْخُذُهٗ سِـنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

اے مسلمانو تم خدا کی راہ میں جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرو اس سے پیشتر کہ وہ دن آئے جس میں نہ بیع ہوگی (کہ تم نیکیاں خرید لو) اور نہ دوستی ہوگی (کہ بلا معاوضہ کوئی اپنی نیکیاں دوست سمجھکر تم کو دیدے) اور نہ (بلا اجازت حق تعالیٰ) سفارش ہوگی (کہ سفارش سے کوئی

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ
یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ
وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا
شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ
الْعَظِیْمُ ۵ لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ قَدْ
تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ
بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ
اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ۗ لَا
انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۵ اَللّٰهُ
وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۵ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا
اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ
النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۵

چھوڑا دے۔ اور نیکیوں کی ضرورت نہ رہے۔ بلکہ وہاں صرف نیکیاں کام آئیں گی۔ پس تم کو چاہئے کہ خرچ کرکے خوب نیکیاں کما لو ورنہ اُس وقت پچھتانا پڑے گا۔) اور کافر (جو کہ بالکلیہ اعمال خیر سے روگرداں ہیں) وہ ہی ظالم ہیں (پس تم ان جیسے نہ بنو۔ یہی یہ بات کہ کافر کیوں ظالم ہیں اُس کی وجہ یہ ہے کہ) اللہ کی یہ شان ہے کہ (وہ ہی تنہا معبود ہے اور) کوئی معبود نہیں بجز اُس زندہ اور برقرار رہنے والے کے (کمال بیداری کی اُس کی یہ حالت ہے۔ کہ غفلت اضطراری کو بھی وہاں دخل نہیں۔ چنانچہ) نہ اُسے اونگھ آتی ہے نہ نیند (اور غفلت اختیاری کا تو ذکر ہی کیا ہے اور کمال ملک کی یہ حالت ہے کہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اُسی کا ہے (اور کمال ہیبت کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ کون ہے جو اُس کے یہاں کسی کی سفارش کرسکے بجز اس کے کہ وہ سفارش خود اُس کے ایما سے ہو (اور کمال علم یہ ہے کہ) وہ جملہ موجودات کے تمام حاضر و غائب حالات کو جانتا ہے۔ اور مخلوقات اس کے معلومات کے کسی حصہ پر حاوی نہیں ہوسکتیں۔ بجز اُس مقدار کے جس کو وہ خود چاہے ہے، اور وسعت سلطنت و کمال اہلیت سلطنت و انتظام یہ کہ) اُس کی بادشاہی آسمانوں اور زمین کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے اور (وہ ان سب کی حفاظت کرتا ہے اور باوجود اس کے) اُسے ان کی حفاظت ذرا بھی بار نہیں۔ بلکہ اگر ایسے ایسے لاکھوں اور بلکہ کروڑوں آسمان و زمین ہوں تو اُن کی بھی وہ یوں ہی حفاظت کرسکتا ہے۔ جس طرح موجودہ آسمان و زمین کی) اور وہ عالی مرتبہ عظیم الشان ہے (اور جبکہ حق تعالے کی یہ شان ہے۔ تو اُس کو ماننا اور اُس کی اطاعت کرنا ضروری ہوا۔ اور جب کہ اُس کو ماننا اور اُس کی اطاعت کرنا ضروری ہوا تو اسکو نہ ماننا اور اُس کی اطاعت سے سرتابی کرنا۔ جو کہ حقیقت ہے کفر کی۔ بلاشبہ ظلم ہو گا۔ پس اس سے یہ دعوے تو ثابت ہو گیا کہ کافر ظالم ہیں۔ اب یہ سمجھو[سه] کہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر وہ کفار کو ایمان کے لئے مجبور کرے تو وہ ایسا کر بھی سکتا ہے کیونکہ وہ ان پر پوری قدرت رکھتا ہے اور ایسا کرنا اُس کا جائز حق بھی ہے کیونکہ وہ ان کا مالک ہے

سه ماشاء اللہ! اکراہ کی خوب تقریر کی۔ ۱۲ اشرف علی۔

اور مالک کو اپنے ملک میں ہر تصرف کا حق حاصل ہے. مگر چونکہ یہ جبر حکمت کے خلاف تھا کیونکہ اس سے مصلحت ابتلاء فوت ہوتی ہے اس لئے اُس نے ان کو مجبور نہیں کیا. اور فرمایا کہ ہماری طرف سے) دین میں کوئی جبر نہیں ہے (بلکہ ہر ایک کو اختیار دیا گیا ہے. کہ وہ اپنے اختیار کو ایمان کے لئے کام میں لائے. یا کفر کے لئے کیونکہ) ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو گئی ہے (اور اس لئے جبر کی ضرورت نہیں. کیونکہ اس حالت میں اگر کوئی گمراہی اختیار کرے گا. تو وہ خود اپنے کو برباد کرے گا. اور جب وہ خود اپنے کو دیدہ دانستہ تباہی میں ڈال رہا ہے تو کسی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ اسے مجبور کرے کہ تو ایسا نہ کر. ہاں یہ ضرور ہے کہ جو احکام اور آثار ہدایت اور گمراہی اختیار کرنے کے ہیں وہ ان پر دنیا میں بھی مرتب ہوں گے اور آخرت میں بھی. مثلاً مومن کا معصوم الدم ہونا اور کافر کا مباح الدم ہونا. وغیرہ وغیرہ. اور یہ احکام انتفاء اکراہ کے منافی نہیں کیونکہ اگر افعال سیئہ پر دنیوی و اخروی سزاؤں کی دھمکی دینا یا اُن کے ارتکاب کے بعد ان سزاؤں کو نافذ کرنا بھی اکراہ ہو تو ہر شخص گناہ نہ کرنے پر مُکرَہ ہو گا. اور لا اکراہ فی الدین کے کوئی معنی نہ ہوں گے. پس اس سے ثابت ہوا کہ اسلام میں قتل مرتد کا حکم لا اکراہ فی الدین کے خلاف نہیں. کیونکہ وہ نتیجہ ہے اُس کے اختیاری کفر کا. جیسا کہ زنا کا نتیجہ رجم. اور قتل کا نتیجہ قصاص. بلکہ قتل مرتد تو حد زنا اور قصاص سے بھی کمتر ہے. کیونکہ ان کے دفع پر زانی و قاتل کو قدرت نہیں ہے. اور قتل کے دفع پر مرتد کو قدرت ہے کہ وہ ارتداد سے توبہ کر کے قتل سے بچ سکتا ہے. پس جس طرح ارتداد کا ارتکاب اُس نے اپنے اختیار سے کیا تھا یوں ہی سزا بھی اُس پر اس کے اختیار سے جاری کی جاتی ہے. کیونکہ اُس کو قتل کے وقت بھی اختیار دیا جاتا ہے کہ تم اپنی مرضی سے جو راہ مناسب سمجھو اُس کو اختیار کرو خواہ اسلام یا کفر. لیکن اس کے ساتھ ہی ان دونوں کے نتائج کے لئے بھی تیار ہو جاؤ ایسی حالت میں اگر وہ کفر اختیار کرتا ہے اور قتل کو ترجیح دیتا ہے تو یہ اس کا اختیاری فعل ہے. اور وہ اس پر مجبور نہیں. اور اگر وہ توبہ کرے اور مسلمان ہو جاوے تو یہ بھی اُس کا اختیاری فعل ہے اور وہ اس پر مجبور نہیں ہے. رہا مرتد کو اسلام کی دعوت دینا سو وہ محض خیر خواہی اور اتمام حجت کے طور پر ہوتا ہے نہ کہ بطور اکراہ کے. اور اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے زمانہ میں مرزائی جماعت اور نیچری لوگ جو قتل مرتد کو لا اکراہ فی الدین کے خلاف بتاتے ہیں یہ اُن کی جہالت اور بے دینی ہے. اور ہمیں ان لوگوں کی نافہمی پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ قرآن میں قتل کی سزا قصاص ڈکیتی کی سزا قتل اور صلب وغیرہ. اور خود کفر کی سزا دوزخ وغیرہ دیکھتے ہیں اور اس کو لا اکراہ فی الدین کے منافی نہیں سمجھتے اور قتل مرتد کو اس کے منافی سمجھتے ہیں. حالانکہ وہ لوگ جرم کے وقت مختار ہوتے ہیں اور سزا کے وقت مجبور. اور مرتد نہ جرم کے وقت مجبور ہوتا ہے نہ سزا کے وقت اس سے زیادہ کیا بے عقلی اور نافہمی ہو گی. غرض جبکہ ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے. اور معلوم ہو چکا ہے کہ ہدایت ایمان باللہ اور کفر بالطاغوت ہے.) تو جو کوئی شیطان کو نہ مانے اور خدا کو مانے (وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے محفوظ رہیگا. کیونکہ) اُس نے ایک مضبوط کڑے[ع] کو تھام رکھا ہے

[ع] دنیا میں کوئی لفظ اس کا مرادف نہیں ملا اسلئے ترجمہ مقارب سے کیا گیا. ۱۲ منہ میں کہتا ہوں غالباً دستہ ۶ وہ کا مرادف ہے ۱۲ مترجم

جس کے لئے کبھی شکستگی نہیں (یعنی وہ متمسک بالایمان ہے اور جو ایمان کو سنبھالے رہے وہ کبھی ہلاک نہیں ہو سکتا) اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ سننے والے اور جاننے والے ہیں (اس لئے وہ اس کے اقوال کو سنتے۔ اور افعال کو دیکھتے ہیں تو پھر اُس کے لئے خطرہ کی کونسی وجہ ہے اور ایمان باللہ اور کفر بالطاغوت کی اس لئے ضرورت ہے کہ) اللہ سرپرست اور متولی کار ہے مسلمانوں کا (چنانچہ) وہ اُن کو (گمراہی کی) تاریکیوں سے نکال کر (ہدایت کی) روشنی میں لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں اُن کے سرپرست اور متولی کار شیاطین ہیں (چنانچہ) وہ اُن کو (ہدایت کی) روشنی سے نکال کر (گمراہی کی) تاریکیوں میں لاتے ہیں۔ یہ لوگ دوزخی ہیں (بایں معنے کہ) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (اب حق تعالیٰ اسی سلسلہ میں ایک کافر اور دو مومنوں کے قصے بیان کرتے ہیں جو کہ ایمان کی ترغیب اور کفر سے نفرت دلاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ
أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ
الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ
قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ
الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ
الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظَّالِمِينَ ۝ أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ
وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي
هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ
مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ
لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ
مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ
لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَ
لِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ
كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا
تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي
كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ
بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً

کیا آپ نے اُسے نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اپنے پروردگار کے بارہ میں مناظرہ کیا تھا (اس جرم پر) کہ اُس نے اسے سلطنت دی تھی (کہ اُس نے کسقدر نامعقول حرکت کی قصہ اُس کا یہ ہے کہ) جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے (اُس کے مقابلہ میں) کہا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو اُس نے کہا کہ (یہ بات تو میرے اندر بھی موجود ہے اور) میں زندہ بھی کرتا ہوں۔ اور مارتا بھی ہوں (چنانچہ میں کسیکو قتل نہیں کرتا جو کہ اس کا احیاء ہے اور کسیکو قتل کر دیتا ہوں جو کہ اس کا مارنا ہے۔ تو مجھے تمھارا خدا ہونا چاہئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ یہ بہت کوڑمغز ہے اور وہ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ کسی میں حیات اور موت کا پیدا کرنا اور چیز ہے۔ اور حیات حاصلہ سے تعرض نہ کرنا اور موت کا سبب ظاہری بن جانا اور چیز۔ یا وہ سمجھ کر کٹ حجتی کرتا ہے۔ تو انھوں نے دوسری دلیل اختیار کی اور فرمایا کہ اچھا اگر اس دلیل کو تم نہیں سمجھ سکے تو ہم تمہیں دوسری دلیل سے سمجھاتے ہیں جس میں نہ دقت فہم کی ضرورت ہے اور نہ اُس میں کٹ حجتی چل سکتی ہے۔ چنانچہ) ابراہیم علیہ السلام

مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ
جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا
وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو آفتاب کو مشرق سے لاتا ہے (اگر تو خدا ہے) تو مغرب سے لے آ. اس پر وہ کافر مبہوت ہو گیا (اور اُسے کوئی جواب نہ بن آیا) اور (اسکا مقتضیٰ یہ تھا کہ ایمان لے آتا. مگر اُس نے عناد سے کام لیا. اور ایمان نہیں لانا چاہا. اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی اُسے ہدایت نہیں کی کیونکہ) اللہ (کی عادت ہے کہ وہ) ان (کافروں) کو راہ پر نہیں لاتا جو ظلم پر کمربستہ ہیں (اور اس سے رجوع نہیں کرنا چاہتے. یہ حالت تو ایک کافر کی تھی. اب اس کے مقابلہ میں ایک مومن کی حالت بیان فرماتے ہیں. اور کہتے ہیں) یا (کیا تم نے) اس جیسا شخص (یعنے خود وہ شخص نہیں دیکھا) جس کا ایک بستی پر ایسی حالت میں گذر ہوا تھا کہ وہ اپنی چھتوں کے بل گری ہوئی (اور ویران) تھی (اُس کا قصہ یہ ہے کہ) اُس نے (اُس بستی کو ویران اور اُس کے رہنے والوں کو بے نام و نشان دیکھکر حیرت سے) کہا کہ (نہیں معلوم) اللہ تعالیٰ اس (بستی کے رہنے والوں) کو اُن کے مرنے کے بعد کس طرح زندہ کریں گے (اگرچہ یہ امر یقینی ہے کہ وہ اُن کو زندہ کریں گے. لیکن اگر میں اس کا نمونہ بھی دیکھ لیتا تو اچھا ہوتا) اس پر حق تعالیٰ نے اُس کو (موت دیکر) سو برس تک مردہ رکھا. اس کے بعد اسے (موت سے) اٹھایا (اور) کہا کہ (بتلاؤ) تم کتنے دنوں (اس حالت میں) رہے انھوں نے کہا کہ صرف ایک دن رہا یا کچھ کم ایک دن (حق تعالیٰ نے) فرمایا (نہیں) بلکہ تم سو برس اس حالت میں رہے. پس اب تم اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ ان میں ذرا تغیر نہیں آیا. اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو (کہ اس کی کیا حالت ہو گئی ہے. ان کے دیکھنے سے تم کو اس کا بھی اطمینان ہو جاوے گا کہ میں سو برس تک مردہ رہا ہوں. اور یہ استبعاد بھی دور ہو جاوے گا کہ میں سو برس تک اس حالت میں کیونکر رہا. اور اس مجموعہ سے تم کو یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ اللہ تعالیٰ یوں مردوں کو زندہ کریگا. یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ خود تم کو بھی احیاء کا نمونہ معلوم ہو جاوے) اور تاکہ ہم تم کو دوسرے لوگوں کے لئے (بھی) نمونہ بناویں (اور وہ تمھاری حالت معلوم کرکے حشر و نشر کا انکار نہ کریں) اور (اگر اس سے بھی زیادہ اطمینان چاہتے ہو تو اپنے گدھے کی) ہڈیوں کو دیکھو (اور دیکھو) کہ ہم اُن کو کیسے ترکیب دیتے اور اس کے بعد اُن کو گوشت پہناتے ہیں (یہ کہکر اُس کو زندہ کر دیا) پس جبکہ (خود اپنے اوپر گذرنے اور دوسرے کو دیکھنے غرض دونوں طرح سے) ان پر یہ (کیفیت احیاء) منکشف ہو گئی تو انھوں نے کہا کہ اب میں (بحق الیقین) جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور (اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی ہو چکا ہے. وہ یہ کہ) جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار تو مجھے مشاہدہ کرادے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا. تو (چونکہ ظاہر الفاظ سے ایہام ہوتا تھا کہ شاید اُن کو اس پر یقین نہیں اسلئے حق تعالیٰ نے اس ایہام کو دور کرنے کے لئے اُن سے) کہا کہ کیا تمھیں یقین نہیں (کہ میں ایسا کروں گا) انھوں نے کہا کہ یقین کیوں نہ ہوتا (یقین ہے اور میں یقین حاصل کرنے کے لئے درخواست نہیں کرتا) بلکہ اس لئے (کرتا ہوں) کہ میرے قلب کو سکون اور اطمینان ہو جائے (کیونکہ یقین کا تعلق عقل سے ہے. اور وہم کبھی کبھی حکم عقل میں مزاحمت کرکے اس اطمینان میں رخنہ اندازی کر دیتا ہے جو کہ استدلالی یقین سے حاصل ہوتا ہے. اب جب کہ

مشاہدہ ہو جاوے گا تو وہم کو اس رخنہ اندازی کی گنجائش نہ رہے گی اور سکون قلب پورے طور پر حاصل ہو جاویگا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ (جب تم یہ چاہتے ہو تو) اچھا چار جانور لے لو اور اُن کو اپنے سے ملا لو اس کے بعد (اُن کو ذبح کر کے گوشت پوست وغیرہ کو خوب خلط ملط کر کے ان پہاڑوں میں سے جو تمھارے سامنے ہیں) ہر ایک پہاڑ پر ان کا ایک ایک حصہ رکھدو پھر ان کو بلاؤ۔ وہ سب زندہ ہو کر تمھارے پاس دوڑ کر آجائیں گے (الغرض تم اس طریق سے اپنا اطمینان کر لو) اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب اور حکمت والے ہیں (اور غلبہ کی وجہ سے وہ ہر کام کر سکتے ہیں اور باوجود قدرت کے جس کام کو نہیں کرتے اُس میں حکمت ہوتی ہے۔

ضمیمہ

ف۔ اس مقام پر یہ سمجھ لینا چاہیے۔ کہ آیات مذکورہ بالا میں حق تعالیٰ کا ایک شخص کو سو برس تک مردہ رکھکر اُس کو دوبارہ زندہ کرنا۔ اور اُس کے سامنے ہی اُس کے گدھے کو زندہ کرنا صراحۃً ثابت ہیں۔ اسی طرح الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم میں ہزاروں آدمیوں کو مار کر دوبارہ زندہ کرنا صراحۃً ثابت ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل کے متعلق جو فرمایا گیا ہے۔ اذ قلتم یا موسی لن نومن لک حتی نری اللہ جھرۃ فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون ثم بعثناکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون ۔ اس سے بھی بعض بنی اسرائیل کو ایک مرتبہ ہلاک کر کے اُن کو دوبارہ زندہ کرنا صراحۃً ثابت ہے اسی طرح حضرت عیسے کے متعلق واذ تحی الموتی باذنی فرمایا گیا ہے۔ اس سے بھی حق تعالے کے حکم سے نہ کہ اپنی ذاتی قوت سے حضرت عیسی کا مردوں کو زندہ کرنا بخوبی ثابت ہے۔ مگر قادیانی لوگ محض حضرت عیسی کی ضد سے اور اپنے فرضی نبی غلام احمد کی نبوت کو قائم رکھنے کے لئے ان واقعات کا انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ناممکن ہے کہ حق تعالیٰ کسی کو ایک دفعہ مار کر اُس کو دوبارہ دنیا میں بھیجے۔ اور اپنے اس دعوے پر قرآن کی دوسری آیتوں سے استدلال کرتے ہیں۔ جن میں سب سے مہتم بالشان آیت یہ ہے۔ وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون ۔ پس ہم اس آیت پر کلام کرتے ہیں۔ تاکہ اس سے معلوم ہو جاوے کہ اُن کی جملہ استدلالات اسی قسم کی تحریفات پر مبنی ہیں سنئے یہی مرزائی اپنے استدلال میں اس آیت کو بھی پیش کرتے ہیں۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمّٰی اور اس کا ترجمہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کا قبض روح کرتا ہے موت کے وقت اور جو لوگ مرے نہیں اُن کے سونے وقت (ان کا قبض روح کیا جاتا ہے) پھر جن کی نسبت خدا موت کا قطعی حکم صادر کر چکا ہے اُن کو روکے رکھتا ہے (یعنے اس دنیا میں واپس نہیں بھیجتا۔) اور دوسری روحوں کو (یعنے جن کی نسبت موت کا حکم قطعی صادر نہیں ہوا جیسے سونے ہوئے وغیرہ) ان کو ایک وقت مقررہ تک پھر دنیا میں بھیجدیتا ہے۔ اھ

یہ ترجمہ خود مرزائی لوگوں کا ہے جس میں ہمارا ایک حرف نہیں ہے (دیکھو ریویو آف ریلیجنز جلد ۷ نمبر ۲ صفحہ ۴۴) اس ترجمہ سے صاف معلوم ہوا کہ عدم واپسی صرف اُن ہی لوگوں کے لئے مخصوص ہے جن کے لئے موت کا قطعی حکم

صادر ہو چکا ہے۔ یعنے جن کی نسبت حق تعالیٰ طے کر چکا ہے کہ اب اُن کو دوبارہ دنیا میں نہ بھیجا جاوے گا۔ اور یہ حکم عام نہیں ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا گیا ہے۔ جیسے وہ مردے جنکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے طور پر زندہ کیا گیا۔ یا وہ بنی اسرائیل جنکو بذریعہ صاعقہ کے ہلاک کرکے دوبارہ زندہ کیا گیا۔ یا وہ شخص جس کو خدا نے سو برس تک مردہ رکھکر دوبارہ زندہ کیا۔ یا وہ ہزاروں آدمی جنکو حق تعالےٰ نے کہا کہ مر جاؤ۔ اور وہ مر گئے۔ پھر دوبارہ اُن کو زندہ کیا۔ اُن کی موت قطعی نہ تھی۔ بلکہ وہ ایک محدود زمانہ کے لئے تھی۔ پس ان کا زندہ کیا جانا خدا کے قانون کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ خود مرزائیوں کی تسلیم کی بنا پر یہ قانون ان ہی لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ جن کے لئے موت کا حکم قطعی ہو چکا ہے۔ اور موت کا قطعی حکم انہی کے لئے ہوا ہے جنکے لئے حکم انہم لا یرجعون ہو چکا ہے تو جنکے لئے انہم لا یرجعون کا حکم نہیں ہوا۔ اُن کے لئے موت کا قطعی حکم بھی نہیں ہوا۔ اور جب ان کے لئے موت کا قطعی حکم نہیں ہوا تو اُن کی واپسی بھی خلاف قانون نہ ہوگی۔ جب یہ ثابت ہو گیا۔ تو اب احیاء موتیٰ کی آیات میں تحریف کی کونسی وجہ ہے اور اگر مرزائی زبردستی ان آیات میں تحریف کریں تو اُن کے مخالفین کو حق ہوگا۔ کہ جس قسم کی تحریف وہ ان آیات میں کرتے ہیں اسی قسم کی تحریف اُنکے مخالفین مرزائیوں کی پیش کردہ آیات میں کریں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ۔ اذ تحی الموتیٰ باذنی میں موتیٰ سے کفار اور احیاء سے اُن کو مومن بنانا مراد ہے۔ اسی طرح اُن کے مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ حرام علےٰ قریۃ اھلکناھا میں اہلاک سے گمراہ کرنا۔ اور لا یرجعون سے اپنے کفر سے پلٹنا مراد ہے۔ اور ہلاک کا لفظ کفر پر بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں لیہلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ پس حرام علےٰ قریۃ اھلکناھا انہم لا یرجعون کے یہ معنے ہوئے کہ جس بستی کے کافر رہنے کا قطعی طور پر حکم کر دیا ہے۔ وہ کبھی اپنے کفر سے نہیں پلٹ سکتے۔ پس جبکہ اُن کے مخالفین اُن کی پیش کردہ آیتوں میں بھی اس قسم کی تحریفات یا تاویلات کر سکتے ہیں تو اُن کے پاس ان کا کیا جواب ہے اور وہ کس طرح یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ خدا کا یہ قطعی قانون ہے کہ وہ مردوں کو کسی حالت میں دوبارہ دنیا میں نہ بھیجے گا۔ الحاصل مرزائیوں کا یہ دعوے نصوص قرآنیہ سے بھی صراحۃً باطل ہے اور خود اُن کے اصول مسلمہ کی بنا پر بھی۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس گمراہ فرقہ کے مکائد سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ اور اس کے حملہ سے اپنے ایمان کو محفوظ رکھنا چاہئے۔ واللہ الہادی الی صراط مستقیم۔ ۱۲۔

اس استطرادی مضمون کو ختم کر کے ہم پھر تفسیر شروع کرتے ہیں۔ او پر کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے یاایہا الذین آمنوا انفقوا مما رزقناکم میں انفاق کا حکم فرمایا تھا اور بعد کے مضامین اس سلسلہ میں استطراداً مذکور تھے۔ اب ان استطرادی مضامین کو ختم کر کے پھر اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو انفاق کا حکم دیا تھا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ)

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ	جو لوگ خدا کی راہ میں اپنے مال صرف کرتے ہیں اُن (کے خرچ کئے ہوئے مالوں) کی ایسی حالت ہے جیسی اُس دانہ کی حالت جو کہ سات بالیں نکالے۔ جن میں

لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ
يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ
لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ
اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ
خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۭ وَاللّٰهُ
غَنِىٌّ حَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا
صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ
يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۗءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ
عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ
لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَثَلُ
الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۗءَ
مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ
جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا
ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۭ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ
اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ
الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ
ضُعَفَاۗءُ ښ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ
فَاحْتَرَقَتْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ
لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

سے ہر بال میں سو دانہ ہوں (یعنے اُن کو اُن کے مالوں کا سات سو گنا بدلا دیا جاوے گا۔) اور (اہیں تک محدود نہیں بلکہ) خدا تعالیٰ اُس کو اور بھی بڑھائے گا (مگر ہر ایک کے لئے اور لازمی طور پر نہیں بلکہ صرف اُس کے لئے) جس کے لئے چاہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ صاحب وسعت اور صاحب علم ہے (اور صاحب وسعت ہونے کی وجہ سے بڑھانا اُس کے احاطہ قدرت میں ہے اور صاحب علم ہونے کی وجہ سے وہ جانتا ہے۔ کہ کون اس زیادتی کا مستحق ہے) جو لوگ اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ آزار پہونچاتے ہیں اُن کو اُن کے پروردگار کے یہاں ان کا معاوضہ ملے گا۔ اور نہ ان پر کچھ اندیشہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (کیونکہ ان باتوں کا ذاتی مقتضے یہی ہے۔ لیکن اگر ان کے ساتھ موجب خوف وحزن وغیرہ شامل ہو گئے ہیں۔ جیسے کہ انھوں نے اس کے ساتھ معاصی کا بھی ارتکاب کیا اور اُن کے مقتضیات اُن انفاق کے مقتضے پر غالب ہو گئے۔ اور اس وجہ سے خوف وغیرہ ہوا تو وہ دوسری بات ہے۔ نیز) اچھی بات کہنا۔ اور خطا سے درگذر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف ہو اور اللہ غنی اور بردبار ہیں۔ (اور غنا کی وجہ سے وہ کسی صدقہ کے قبول کرنے پر مجبور نہیں ہیں۔ اور بردبار ہونے کی وجہ سے وہ ایسے لوگوں کو فوراً سزا نہیں دیتے۔ پس) اے مسلمانو تم کو چاہئے کہ اپنے صدقوں کو احسان اور تکلیف کے ذریعہ سے اُس شخص کی طرح برباد نہ کیا کرو جو کہ اپنا مال محض لوگوں کے دکھاوے کے لئے صرف کرتا ہے۔ اور خدا اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اور اس لئے اُس کی حالت ایسی ہے جیسے اُس چکنے پتھر کی جس پر مٹی ہو۔ اور اُس پر موسلا دھار بارش پڑی ہو اور اس نے اُس کو صفا چٹ کر چھوڑا ہو۔ کہ جس طرح اس کی تمام مٹی دُھل گئی اور وہ کورا

رہ گیا۔ یوں ہی) ان لوگوں کے ان کی کمائی میں سے کچھ بھی ہاتھ نہ لگے گا (اور اس کا مقتضے یہ تھا کہ وہ اس ریا کو چھوڑ دیتے اور کفر سے باز آجاتے۔ مگر اُن کو یہ منظور ہی نہیں۔ اس لئے خدا بھی اُن کو ہدایت نہیں کرتا۔ کیونکہ) حق تعالےٰ (کی عادت ہے کہ وہ) ان لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا جو کفر پر کمر بستہ ہیں (اور ہدایت چاہتے ہی نہیں) اور (برخلاف ان کے) جو لوگ طلب رضائے حق سبحانہ کے لئے اور اپنے نفسوں کی جانب سے پختگی کی رو سے (یعنی احکام خداوندی پر اعتقاد اور یقین کی جہت سے) اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں۔ اُن کی حالت ایسی ہے جیسے اُس باغ کی حالت جو کہ ٹیکرے پر ہو۔ جس پر موسلا دھار بارش پڑی ہو تو وہ دو تا پھل لایا ہو۔ اور اگر موسلا دھار مینہ نہ پڑے تو اوس بھی کافی ہے (کیونکہ جس طرح وہ باغ بعض حالتوں میں ثمرات کثیرہ سے اور بعض حالات میں کسیقدر کم ثمرات سے بہرہ ور ہے اور کسی حالت میں ثمرات سے خالی نہیں۔ یوں ہی یہ لوگ بھی علی حسب تفاوت مراتب خلوص ثمرات متفاوتہ سے بہرہ یاب ہیں۔ مگر بفضلہ تعالیٰ محروم کسی حال میں نہیں) اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ) جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُس کو دیکھتا ہے (اور اس لئے اُن کی جزا ملنا ضروری ہے۔ پس تم کو چاہئیے کہ اپنے انفاق وغیرہ میں شرائط قبول جیسے رضا جوئی حق سبحانہ اعتقاد راسخ وغیرہ کا لحاظ رکھو۔ اور جو باتیں اُن کو بیکار کرنے والی ہیں۔ جیسے منّ واذیٰ وریا ان سے احتراز کرو تم سوچو تو سہی) کیا تم میں کا کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اُس کے لئے اُس میں ہر قسم کے پھل ہوں۔ اور اس کو بڑھاپا آ لگا ہو اور اس کے کمزور (اور ناقابل کسب) بال بچے بھی ہوں پھر (عین اس حالت میں جب کہ وہ ہر طرح سے اُس باغ کا محتاج ہو) اُس کو ایک بگولہ لگے جس میں آگ ہو۔ اور وہ جل بھن جاوے (ہرگز نہیں۔ تو پھر تم اس کو کیسے پسند کرتے ہو کہ تم اعمال صالحہ کرو۔ اور منّ واذیٰ وریا وغیرہ سے اُن کو بیکار کر دو۔ اور عین اُس حالت میں جبکہ تم کو اُن کے ثمرات کی احتیاج ہو۔ اُن سے محروم ہو جاؤ۔ دیکھو) حق تعالیٰ یوں تمھارے لئے اپنے احکام بیان کرتے ہیں۔ امید ہے کہ تم سوچو گے (اور سمجھو گے۔ کہ ان میں کیا کیا فائدے ہیں۔ اور ان کے ترک میں کیا کیا مضرتیں ہیں)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ
مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ
الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ
وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا
فِيْهِ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝
اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ
بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ
وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّؤْتِي

اے مسلمانو (تم سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ) تم اپنی کمائی کی عمدہ چیزوں میں سے اور اُن چیزوں میں ۔۔۔۔۔۔۔۔ سے جن کو ہم نے تمھارے لئے زمین سے نکالا ہے خرچ کیا کرو۔ اور بُری چیز (کے خرچ) کا ارادہ نہ کرو۔ (کیا) تم اُس میں سے خرچ کرتے ہو حالانکہ (تمھاری یہ حالت ہے کہ اگر خود تم کو وہ چیز دی جائے تو) تم اُس کے لینے والے نہیں ہو۔ بجز اس کے کہ تم اس کے باب میں چشم

الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ
فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو
الْأَلْبَابِ ۝ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ
مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا
لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ
فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ
فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ ۗ
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكَ
هُدَاهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۗ
وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ ۚ وَمَا
تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا
مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۝
لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ
يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ
تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ
إِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ
بِهِ عَلِيمٌ ۝

پوشی کرو (پس جب کہ تم خود اس کو لینا پسند نہیں کرتے تو دوسروں کو کیوں دیتے ہو) اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور محمود الصفات ہیں (اور اُن کو تمھاری اچھی چیزوں کی بھی پروا نہیں۔ تو وہ بُری چیزوں کو کیوں قبول کرینگے) شیطان تم کو (خرچ کرنے کی صورت میں) محتاجی سے ڈراتا ہے اور تمھیں بُری بات (بخل) کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی جانب سے مغفرت اور زیادہ دینے کا وعدہ کرتا ہے اور (اُس کے وعدہ میں تخلف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ) اللہ صاحب وسعت بھی ہے (اور اس لئے وہ اپنے وعدہ کے پورا کرنے پر قدرت بھی رکھتا ہے) صاحب علم بھی ہے (اس لئے وہ تمھارے استحقاق کو بھی جانتا ہے) وہ جس کو چاہتا ہے اُسی کو علم صحیح عطا فرماتا ہے (ہر کسی کو یہ دولت نصیب نہیں اس لئے عام طور پر لوگ ان حقائق کو قبول کر کے اُن پر عمل نہ کر سکے) اور (یہ ایک واقعہ ہے کہ) جس کو علم صحیح عطا ہو جاوے (جیسا کہ دینداروں کو ہوتا ہے) اُسے بڑی دولت مل گئی۔ اور (اس کا مقتضے یہ ہے کہ لوگ علم صحیح حاصل کریں مگر) نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔ (رہے بے وقوف سو وہ اپنے اوہام باطلہ ہی کو حکمت اور علم صحیح سمجھ کر اُسی پر قناعت کرتے ہیں۔ اور علوم صحیحہ کو اپنے توہمات سے رد کرتے ہیں۔ جیسا عوام و خواص بے دین۔ پس ان سے قبول کی کیا توقع ہے) اور (تم کو اس سے بھی آگاہ کیا جاتا ہے کہ) جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے یا جو کچھ بھی تم منت مانو گے وہ حق تعالیٰ کے علم میں ہوگی (اور اس کا ضرور تم کو معاوضہ ملے گا) اور (جو لوگ ظالم ہیں (اور حقوق اللہ وحقوق العباد کے ادا کرنے میں تساہل کرتے ہیں) اُن کا کوئی مددگار نہیں (جو اُن کو سزا سے بچالے۔ اب) اگر تم خیر خیرات کا اظہار کرو تو وہ بھی بہت خوب ہے۔ اور اگر ان کا اخفا کرو اور (چپکے سے) محتاجوں کو دیدو۔ تو یہ تمھارے حق میں (اُس سے بھی) بہتر ہے (کیونکہ اس میں ریا و سمعہ سے بچاؤ ہے) اور یہ تمھارے گناہوں کے ایک حصہ کے تم سے دور کرنیکا[ع]

ع ۵ فیہ اشارۃ الی ان قولہ ویکفر استئناف والعائد فیہ للاخفاء الا للہ ونسبۃ التکفیر الی الاخفاء اسناد۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

بھی سبب ہو جاوے گا۔ اور (یہ خیال نہ کرنا کہ اگر ہم چھپا کر دیں گے تو خدا کو کیا خبر ہوگی۔ کیونکہ) حق تعالیٰ تمہارے تمام کاموں سے بخوبی خبردار ہے (خواہ تم اُن کو ظاہر کرو یا مخفی رکھو۔ چونکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کو خیرات دینے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع فرمادیا تھا۔ تاکہ وہ لوگ یہ دیکھکر کہ مسلمانوں کو خیرات ملتی ہے مسلمان ہو جائیں اور مسلمان کرنے کی یہ ترکیب حق تعالیٰ کو ناپسند تھی اس لئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں) آپ پر ان کی ہدایت کی ذمہ داری نہیں ہے (کہ جس طریق سے بھی ممکن ہو لوگوں کو مسلمان کرو۔ پھر آپ یہ تدبیریں کیوں کرتے ہیں۔ اور اگر آپ یہ تدبیریں کریں بھی تب بھی آپ اُن کو ہدایت نہیں کرسکتے) بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے اسکو ہدایت کرتا ہے (پس جب کہ ہدایت حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے تو تم اپنی طرف سے ہدایت کی تدبیریں کیوں نکالتے ہو۔ ہاں اگر کسی تدبیر کے اختیار کرنے کا خود حق تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو۔ وہ دوسری بات ہے۔

ف ۔ اس سے ہمارے زمانہ کے مبلغین کو ہدایت حاصل کرنی چاہئے۔ جو تبلیغ کے نام سے سیکڑوں بیہودگیاں کرتے ہیں اور اس کو اسلام کا ایک اہم مقصد سمجھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ یہ لوگ اسلام کے معنے سمجھتے ہیں۔ اور نہ تبلیغ کے۔ اے کاش ان کو عقل آئے اور وہ سمجھیں کہ ہم تبلیغ و اشاعت کے نام سے اسلام کو خود اپنے ہاتھوں سے کس قدر ضرر پہونچا رہے ہیں۔ خیر اس ضمنی تنبیہ کے بعد ہم پھر تفسیر کی طرف رخ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہاں تک خاص جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب تھا۔ اب تمام مسلمانوں کو خطاب فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں) اور (اے مسلمانو) تم لوگ جو کچھ مال صرف کرتے ہو اپنے (نفع کے) لئے کرتے ہو (پس تم کو اپنے نفع پر نظر رکھنا چاہئے تمہیں اس سے کیا بحث کہ کوئی مسلمان ہے یا کافر) اور تم کو اس خرچ کرنے سے صرف حق تعالیٰ کا رخ مطلوب ہے (اور وہ تمہیں ہر حالت میں حاصل ہے۔ تو تم کو اس سے کیا غرض کہ کوئی مسلمان ہے یا کافر) اور جو کچھ تم صرف کروگے وہ تم کو پورا پورا دیدیا جاوے گا اور تمھارے حق میں ذرا بھی کمی نہ کی جاوے گی (پھر تمہیں اس سے کیا غرض۔ کہ کون مسلمان ہے کون کافر۔ الغرض تم صرف کرنے میں اپنے نفع اور حق تعالیٰ کی رضا جوئی پر نظر رکھو۔ اور کسی کے اسلام و کفر پر نظر نہ کرو۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ نفس کفر مانع تصدق نہیں ہے۔ اور نہ اسلام کے لئے ان پر اس قسم کا دباؤ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ ہاں اگر خصوصیت صدقہ جیسے مال زکوٰۃ ہونا۔ یا کافر کی خاص حالت جیسے اُس کا محارب ہونا مانع ہوجاوے تو اور بات ہے۔ یہاں تک یہ بتلا کر کہ نفس کفر مانع تصدق نہیں ہے۔ اور نہ صدقہ کو اس مصلحت سے اُن سے روکا جاسکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ اب اُس کا اصلی مصرف بتلاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ گو صدقہ دینا جائز تو کافر کو بھی ہے مگر دراصل وہ) اُن محتاجوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں مقید ہیں (اور دینی کاموں میں مشغولی کی وجہ سے طلب معاش کے لئے) زمین میں چل پھر نہیں سکتے (اور نہ وہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ اور اس لئے) انجان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مجازی واسناد التکفیر الی الاخفاء لایقتضی عدم تکفیر الابداء نعم ذکرہ فی جانب الاخفاء وترکہ فی جانب الابداء یقتضی کونہ مطلوبا مہما معتنی بشانہ وہو المطلوب ۱۲ منہ۔

آدمی اُن کو (اُن کے سوال سے) بےغرضی سے مالدار سمجھتا ہے (لہذا روزی کا یہ ذریعہ بھی اُن کے حق میں مسدود ہے اور اس لئے اسباب ظاہری میں اُن کے معاش کی بجز اس کے کوئی سبیل نہیں کہ واقف حال اشخاص از خود اُن کی مدد کریں اور اُن کو صدقہ دیں.) تم اُن کو (صرف) اُن کی ہیئت سے پہچان سکتے ہو (نہ کہ سوال سے. کیونکہ) وہ (عام[ع] محتاجوں کی طرح) اصرار کے ساتھ سوال نہیں کرتے (اور جب کہ صدقات در اصل ان کا حق ہیں. تو تمھیں چاہئے کہ ایسے لوگوں پر سب سے پہلے صرف کرو) اور جو کچھ مال تم خرچ کروگے (اُس کا تم کو اجر ملے گا کیونکہ) حق تعالیٰ اس سے واقف ہے (خلاصہ کلام یہ کہ)

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ
وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ
عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا
يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ
الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا
إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا ۗ وَأَحَلَّ اللَّهُ
الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ۚ فَمَن جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ
مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَ
أَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ
أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝
يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ ۗ
وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ۝ إِنَّ
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا
الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ
عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا
اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم

جو لوگ اپنے مالوں کو (اُس کے صحیح مصرف میں) صرف کریں رات کو یا دن کو خفیہ یا علانیہ اُن کو اُن کے پروردگار کے یہاں ان کا اجر ملے گا (جس کے وہ مستحق ہیں) اور نہ ان پر کسی قسم کا اندیشہ ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

(یہاں تک انفاق کی بحث ختم کرکے اس کے بعد سود کی بحث شروع کرتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ سود ضد ہے صدقہ کی. کیونکہ صدقہ میں اپنے مال کا جائز طور پر گھٹانا ہوتا ہے. اور سود میں اس کا ناجائز طور پر بڑھانا. اور صدقہ میں اہل حاجت کو نفع پہونچانا ہے. اور سود میں اُن کو ضرر پہونچانا نیز سود مانع تصدق ہے. کیونکہ جب سود لینے کا منشا مال کی اس درجہ محبت ہے کہ وہ اس کے مقابلہ میں حق تعالیٰ کی مخالفت کی بھی پروا نہیں کرتا. تو وہ حق تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اپنے ایسے محبوب کو اپنے سے کیسے جدا کرے گا. اور اگر کہیں اس کے خلاف دیکھا جاوے تو اُس کا منشا کچھ اور ہوگا. مثلاً حب جاہ یا اور کوئی دنیاوی نفع. یا محض حماقت

ع۔ فیہ الاشارۃ الی ان قید الحافا مبنی علی عادۃ السائلین والا فہم لایسئلون اصلا لا الحافا ولا بدونہ کما ظہر من قولہ یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف. وقولہ تعرفہم بسیماہم. ۱۲ منہ

مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ
مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ
رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○
وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۚ
وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○
وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ
تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا
يُظْلَمُوْنَ ○

اب سود کی بحث سنو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں یوں ہی کھڑے ہوں گے جس طرح وہ شخص جس کو شیطان اپنے اثر سے خبطی کردے یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ بیع بھی تو سود ہی جیسی ہے (اگر سود حرام ہے تو بیع کیوں جائز ہے اور اگر بیع جائز ہے تو سود کیوں حرام ہے) اور (واقعہ یہ ہے کہ دونوں یکساں نہیں ہیں کیونکہ) بیع کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے (جو کہ حقائق اشیاء کو جانتا ہے اور اس کی بنا پر وہ اُن کے تماثل و تفارق کو بھی جانتا ہے۔ اس سے یہ شبہ مندفع ہو گیا کہ کفار کا اعتراض تو اسی فرق پر تھا۔ کہ بیع حلال ہے اور ربوا حرام ہے اور جواب میں اسی فرق کا دعوے کیا گیا۔ تو یہ جواب کیا ہوا۔) پس (جبکہ یہ فرق معلوم ہو گیا تو اب) جس شخص کے پاس اُس کے رب کی جانب سے (سود خواری سے بچنے کی) نصیحت آئی اور (اُس نے نص کے مقابلہ میں قیاس کو چھوڑ دیا اور) وہ (سود خواری سے) باز آگیا تو گذشتہ سود اسی کا ہے (اور اس سے واپسی کا مطالبہ[عـہ] نہ کیا جاوے گا) اور اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے (پس اگر اُس نے خلوص اور اعتقاد سے ایسا کیا ہے۔ تو اس پر مواخذہ اُخروی بھی نہیں۔ اور اگر کسی دنیاوی مصلحت سے ایسا کیا ہے تو اس پر آخرت میں مواخذہ ہو گا) اور جو کوئی پھر بھی وہی کرے (یعنے یہی کہے انما البیع مثل الربوا۔ اور وہی کرے جو پہلے کرتا تھا) تو ایسے لوگ دوزخی ہیں۔ (بایں معنے کہ) وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے (یاد رکھو کہ خدا سود کا دشمن ہے اور صدقات کا حامی چنانچہ) اللہ تعالیٰ سود کو ملیامیٹ[عـہ] کرتا ہے (اس طرح بھی کہ وہ اس کو قانوناً حرام کرتا ہے اور اس طرح بھی کہ وہ آخرت میں اس پر سزا دے گا) اور صدقات کو بڑھاتا ہے (یوں بھی کہ وہ لوگوں کو اس کی ترغیب دیتا ہے اور یوں بھی کہ آخرت میں اس کا اجر بڑھاوے گا اور جو کوئی سود کی حمایت کرے اُسکو حق تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ کافر اور گنہگار ہے) اور حق تعالیٰ کسی کافر اور گنہگار کو پسند نہیں کرتے۔

(پہلے بیان کیا ہے کہ حق تعالے کسی گنہگار کافر کو پسند نہیں کرتے۔ اب اُس کے مقابلہ میں مومنین کی حالت بیان فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اور (خاصکر) نماز کو ٹھیک ٹھیک پڑھا اور زکوۃ دی۔ ان (لوگوں) کے لئے ان کا معاوضہ ہے ان کے رب کے یہاں اور ان پر نہ کوئی اندیشہ ہے

عـہ یعنے نزول تحریم سے پہلے جو لیا گیا وہ واپس نہ ہوگا۔ اور جو شخص بعد نزول تحریم و قبل توبہ لے گا۔ اُس کا حکم آیت میں مذکور نہیں۔ کتب فقہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ واپس لیا جاوے گا۔ لیکن قواعد سے یہ حکم ربوا القرض میں معلوم ہوتا ہے۔ ربوا بیع میں نہیں معلوم ہوتا۔ ۱۲۔ اشرفعلی

عـہ نعم التفسیر ۱۲ اشرفعلی

اور نہ وہ مغموم ہوں گے (اس استطرادی مضمون کے بعد پھر اصل مبحث کی طرف عود فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں) اے مسلمانو خدا سے ڈرو اور تمھارا جو کچھ سود (کسی پر) باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو اگر تم (درحقیقت) مومن ہو (جیسا کہ تمھارا دعویٰ ہے کیونکہ ایمان کا مقتضیٰ یہ ہی ہے) اور اگر تم ایسا نہ کرو تو حق تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سُن لو (اور سمجھ لو کہ آج سے تمھارے اور خدا اور رسول کے درمیان حالت جنگ ہے) اور اگر تم (اس کے لینے کے خیال سے) پلٹ جاؤ تو پھر تمھارا راس المال (جو کہ صحیح طور پر تمھارا تمھارے مدیون کے ذمہ واجب الادا ہے) تم کو ملے گا نہ تم (راس المال سے زیادہ لیکر دوسروں پر) ظلم کرسکتے ہو اور نہ (تمھارا راس المال ضبط کرا کر) تم پر ظلم کیا جاسکتا ہے اور اگر وہ (تمھارا مدیون) تنگدست ہو تو گنجائش تک اسے مہلت ہونی چاہئے (کیونکہ ایسی حالت میں تقاضے سے بجز اُس کو دق اور پریشان کرنے کے کوئی فائدہ نہیں آخر وہ بیچارہ کہاں سے دیگا) اور یہ کہ تم اپنا قرض اُسے للّٰہ معاف کردو تمھارے لئے (مہلت دینے سے) بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو (کیونکہ اس صورت میں جو تم کو اُس کا معاوضہ ملے گا اُس سے تمھارے قرض کو کچھ بھی نسبت نہیں) اور تم اُس دن سے ڈرو جس میں تم سب حق تعالیٰ کے حضور میں واپس لے جائے جاؤ گے پھر تم میں سے ہر شخص کو اُس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہ کیا جاوے گا (کہ کسی کے اچھے اعمال کو نظرانداز کردیا جائے یا کسی کے برے اعمال پر غیرواجبی سزا دیجاوے اور اس سے ڈر کر اس کے لئے نیکیوں کا اہتمام کرو جیسے مدیون تنگدست کو قرض معاف کردینا یا مہلت دیدینا وغیرہ۔ اس تمام مضمون سے چند امور ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ سود مطلقاً حرام ہے نہ کہ صرف اضعافاً مضاعفہ۔ جیسا کہ آج کل کے جاہل مجتہدوں کا خیال ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے سود والوں کو راس المال سے ایک حبہ زائد لینے کی اجازت نہیں دی اور اس کو ظلم قرار دیا ہے۔ دوم یہ کہ سود اُن افعال میں سے ہے جن کا قبح مدرک بالعقل ہے اور اس لئے وہ زنا چوری ڈکیتی کی طرح قبل از نہی بھی حرام تھا جیسا کہ ذروا ما بقی من الربا سے ظاہر ہے۔ کیونکہ اگر سود اس سے پہلے جائز ہوتا تو پہلے سود کو چھوڑوانے کے کوئی معنے نہ تھے۔ نیز حق تعالیٰ نے اس کو ظلم فرمایا ہے اور ظلم قبل از ورود نہی بھی حرام ہے۔ اور جو سود وصول ہو چکا ہے اُس کی واپسی کا حکم[عہ] نہ دینا بنا بر تعذر ہے۔

سوم یہ کہ جب کہ سود ظلم ہے اور ظلم ہونے کی وجہ سے قبل از ورود نہی بھی حرام تھا تو دار الحرب میں بھی سود[عہ] جائز نہیں

عہ۔ اور اس بنا پر عجب نہیں۔ کہ وامرہ الی اللّٰہ کے یہ معنے ہوں کہ گو دنیا میں ہم نے واپسی کا حکم نہیں دیا۔ مگر اس سے تم اس معاملہ کو طے شدہ نہ سمجھنا بلکہ یہ معاملہ قیامت میں پھر پیش ہوگا اور جاہلیت کے دوسرے حقوق و مظالم کی طرح اس کا بھی فیصلہ کیا جاویگا لیکن اگر توبہ کرلیجاوے تو دوسرے گناہوں کی طرح معاف بھی ہوسکتا ہے۔ اور میرے نزدیک اقرب یہ ہی مضمون ہے۔ واللّٰہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۱۲ منہ * جس میں اسکی تخصیص نہیں بلکہ جاہلیت کے تمام معاملات حتی کہ دماء محرمہ بھی بعض حدیث موضوع ہیں کیونکہ اسکی تحقیق میں سخت تعذر واثارہ فتن ہے۔ ۱۲ حضرت مولانا۔ عہ یہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر دیکھو۔

ہوسکتا۔ کیونکہ ظلم کسی جگہ جائز نہیں۔ یہاں تک سود کا مسئلہ طے ہو چکا۔ اُس کے بعد دوسرے احکام بیان فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں۔)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ ھُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْـَٔـمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ

اے مسلمانو جب تم کسی خاص اور معین میعاد تک کے لئے ادھار کا لین دین کرو تو اُس کو لکھ لیا کرو۔ اور یہ ضرور ہے کہ تمھارے درمیان میں جو کوئی (اس لین دین کا) لکھنے والا ہو وہ (اُس کو) انصاف کے ساتھ لکھے (اور کسی کے نفع یا ضرر کے لئے کوئی بات واقع کے خلاف نہ لکھے) اور کسی لکھنے والے کو (بلا وجہ) لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہئے (بلکہ) چونکہ حق تعالیٰ نے اُس کو (لکھنا) سکھایا ہے اس لئے اُس کو لکھنا چاہئے (کیونکہ اول تو اس تعلم کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اُس سے اہل حاجت کا کام نکلے دوسرے یہ اس تعلم کا شکر بھی ہے) اور جس کے ذمہ حق ہے اُس کو چاہئے کہ وہ مضمون بتلاوے (کیونکہ بتلانا اقرار ہے اُس حق کا۔ اور وہ اس پر حجت ہو گا برخلاف صاحب حق کے بتلانے کے) اور اُس کو (بتلانے میں) خدا سے ڈرنا چاہئے اور اس (حق) میں کچھ کم نہ کرنا چاہئے۔ پس اگر وہ شخص جس پر حق ہے خفیف العقل (اور مجبور عن التصرف) ہو یا کمزور (اور نابالغ) ہو یا وہ مضمون لکھوا نہ سکتا ہو (اس لئے کہ وہ گونگا ہے یا زبان نہیں جانتا یا اور کوئی وجہ

۱۲

حاشیہ صفحہ گذشتہ ۱ قول وہو مذہب ابو یوسف من ائمتنا واخترناہ لقوتہ بحسب الدلیل لان ظاہر الکتاب والسنۃ موافق لہ واما ابو حنیفۃ و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ فحملوا النصوص علی مال محترم کمال المسلم والذمی والمستامن واما الحربی فمالہ مباح فلا یکون محلا للربوا ولما لم یکن لہذا المحل مستند صحیح ترکنا قولہما الی قول ابی یوسف رح وہو امام من ائمتنا فلا یطعن علینا بالخروج عن المذہب۔

۱۲ منہ

فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰي سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِھٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۭ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۭ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۭ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝

ہو) تو اس کے سرپرست کو چاہئے کہ وہ انصاف کے ساتھ مضمون بتلائے اور (معاملہ قلمبند ہو جانے کے بعد) اپنے میں سے دو مردوں کو گواہ بنا لیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں سہی۔ یہ سب اُن گواہوں میں سے (ہوں) جنکو تم (گواہ ہونے کی حیثیت سے) پسند کرتے ہو (دو عورتیں) اس خیال سے (رکھی گئی ہیں) کہ انمیں سے ایک بھول جاوے تو دوسری اُسے یاد دلادے اور جب گواہوں کو (گواہ بننے کے لئے) بلایا جاوے تو اُن کو انکار نہ کرنا چاہیئے اور تم اس معاملہ کے لکھنے سے اُکتایا نہ کرو (کہ جانے بھی دو کون لکھے) بلکہ اُس کو (شروع سے لیکر) اس کی میعاد تک (تفصیلی طور پر) لکھ لیا کرو خواہ وہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ یہ بات حق تعالیٰ کے نزدیک زیادہ قرین انصاف اور شہادت کے لئے زیادہ ٹھیک رہنے والی اور اُس سے قریب تر ہے کہ تم کو اس معاملہ میں شک و شبہ نہ ہو (یہ حکم کتابت ہر حالت میں ہے)۔ بجز اس صورت کے کہ معاملہ فوری بیع و شراء کا ہو جس کو تم (روزانہ) آپس میں کیا کرتے ہو۔ پس اس صورت میں تم پر کوئی الزام نہیں کہ تم اُس کو نہ لکھو (کیونکہ اس میں حرج عظیم ہے) اور جب تم خرید و فروخت کیا کرو تو (اگر اس میں نزاع کا احتمال ہو) تو اس میں بھی گواہ بنا لیا کرو اور نہ کسی کاتب کو کوئی تکلیف دینی چاہیئے۔ اور نہ گواہ کو (کہ اپنی مصلحت کے لئے اُن کی مصلحت کو نظرانداز کر دو) اور اگر تم ایسا کرو تو یہ تمھاری عدول حکمی ہے اور خدا سے ڈرو (اور کوئی کام اُس کی ہدایت کے خلاف نہ کرو) اور حق تعالیٰ تمھیں (تمھاری دینی و دنیوی نفع کی باتیں) سکھلاتے ہیں (اس لئے تم کو چاہیئے کہ ان کو سیکھو اور ان پر عمل کرو) اور واضح رہے کہ حق تعالیٰ کو ہر بات کا علم ہے۔ اس لئے وہ تمھاری اطاعت و نافرمانی دونوں کو جانتے ہیں۔ اور اس لئے جیسے تمھارے اعمال ہوں گے اُسی کے موافق تمکو بدلہ دیں گے) اور اگر تم سفر میں ہو (اور ایسی حالت میں کوئی معاملہ کرو) اور تم کو کوئی لکھنے والا نہ ملے تو ایسی چیزیں سہی جنکو گرو رکھا جاوے۔ اور رہن کا ان پر قبضہ ہو جاوے۔ اور اگر تم ایک دوسرے کا اعتبار کرو (اور اس لئے رہن کی نوبت نہ آوے) تو جس کا اعتبار کیا گیا ہے اُس کو چاہیئے کہ اُس (اعتبار کرنے والے) کا حق ادا کر دے۔ اور خدا سے ڈرے جو کہ اس کا پروردگار ہے (اور اُس کے حق سے انکار نہ کرے) اور (جس وقت ادائے شہادت کی ضرورت ہو۔ اُس وقت) تم شہادت کو نہ چھپاؤ (بلکہ جو کچھ تم کو اس معاملہ کے متعلق علم ہو اُس کو صحیح صحیح بے کم و کاست بیان کر دو۔) اور (یاد رکھو کہ) جو کوئی اسے چھپائے گا۔ اُس کا دل گنہگار ہے اور (یہ بھی واضح رہے کہ) تم جو کچھ کرتے ہو حق تعالےٰ کو اس کا علم ہے (اور اس لئے وہ اس جرم کتمان سے بھی واقف ہیں اور وجہ اس اعمال سے علم محیط کی ہے ۔ کہ)

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۞ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۟ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۞ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٚ وَاغْفِرْ لَنَا ٚ وَارْحَمْنَا ٚ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۞

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اللہ ہی کا ہے (وہی ان کا مالک ہے۔ اور اُسی نے ان کو پیدا کیا ہے۔ پھر وہ ان سے نا واقف کیسے ہو سکتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ الا یعلم من خلق اور جب کہ وہ ان سے نا واقف نہیں ہو سکتا تو تمھاری اعمال جو کہ انہی میں داخل ہیں ان سے نا واقف کیسے ہو گا اور جب کہ وہ مالک ہے ما فی السموت والارض کا تو اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ اُس کو محاسبہ کا حق ہے) اور (چونکہ صرف علم واستحقاق وقوع کے مثبت نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ظاہر کیا جاتا ہے کہ) اگر تم اپنے ما فی الضمیر کو ظاہر کرو گے یا اُس کو مخفی کرو گے (دونوں صورتوں میں) خدا اُس کا محاسبہ کرے گا پھر (یہ ضرور نہیں کہ جو مجرم ثابت ہو اُسے سزا ہی دے بلکہ اُسے اختیار ہے کہ) جسے چاہے سزا دے اور جسے چاہے معاف کرے اور (یہ اس لئے کہ) اللہ ہر چیز پر قادر ہے (اس لئے جس طرح اُس کو سزا پر قدرت ہے مغفرت پر بھی ہے۔ پس اس تمام مضمون سے ثابت ہوا کہ کتمان شہادت سے احتراز واجب ہے کیونکہ وہ ایک جرم ہے اور حق تعالیٰ کو اس کا علم بھی ہے اور اُس کو اس پر محاسبہ کا حق بھی ہے اور اُس نے اس کے وقوع کی خبر بھی دی ہے اور اس پر سزا ہونے کا بھی احتمال ہے گو لزوم نہ ہو۔ اور احتمال ضرر سے بچنا واجب ہے تو کتمان سے بچنا ضروری ہوا۔

ف۔ ان تبدوا ما فی انفسکم الخ میں چونکہ کلمہ ما عام تھا جو افعال اختیاریہ اور وساوس اضطراریہ سب کو شامل تھا۔ اس لئے یہ حکم صحابہ رضی اللہ عنہم پر گراں ہوا۔ اور انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو بڑی مشکل ہوئی۔ ہم جرائم اختیاریہ سے تو بچ سکتے ہیں۔ وساوس اضطراریہ سے کیسے بچیں گے۔ تو چونکہ کلام میں کوئی مخصص نہیں تھا اس لئے آپ نے اپنی طرف سے کوئی تخصیص نہیں کی۔ اور اس پر مجملاً ایمان لانے کی ہدایت کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اطاعت کا اقرار کیا۔ اور چونکہ ان کے ذہن میں پہلے سے بھی عموم جما ہوا تھا۔ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم کے اس تخصیص نہ کرنے سے وہ اور بھی پختہ ہو گیا۔ اور عمل اس پر اپنے امکان سے باہر دیکھتے تھے۔ اس لئے اس اقرار میں اُن کی زبان لڑکھڑائی۔ اس پر آیات آئندہ نازل ہوئیں

جن سے مقصود اصلی ترغیب ایمان ہے۔ اور ضمناً صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اطاعت کی مدح اور مقصود آیت ان تبدوا کو واضح کرکے ان کی پریشانی کا دفع ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں یہ تمام باتیں جو اس سورت میں بیان کی گئی ہیں ان سب کو رسول بھی مانتے ہیں اور جملہ مومنین بھی (چنانچہ) وہ سب خدا کو بھی مانتے ہیں اور اُس کے فرشتوں کو بھی اور اُس کی تمام کتابوں کو بھی اور اُس کے تمام رسولوں کو بھی (یہ کہکر کہ) ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی رسول (کو نہ مان کر اُس) کے (اور دوسرے رسولوں کے) درمیان تفریق نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم خدا کے احکام کو (بسماع قبول) سنتے۔ اور (ان پر عمل کرکے خدا کی) اطاعت کرتے ہیں۔ (اور جو ہم سے کوتاہی ہو جاوے) اے ہمارے رب (اُس کے متعلق) ہم آپ سے معافی مانگتے ہیں اور (یہ اس لئے کہ) ہمیں آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے (اور اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے اگر آپ معاف نہ کریں گے تو ہم کیا جواب دیں گے اور جب کہ رسول اور مومنین کی یہ حالت ہے تو اوروں کو بھی یہی کرنا چاہئے اور یہ بات کچھ مشکل بھی نہیں ہے کہ ان سے ہو نہ سکے کیونکہ) حق تعالیٰ ہر شخص کو صرف اُس کی مقدور بہر مکلف بناتے ہیں (اور اس لئے) اُس کے مفید بھی وہ ہی کام ہیں جو اُس نے اپنے اختیار سے کئے ہیں۔ اور مضر بھی وہ ہی ہیں جو اُس نے اپنے اختیار سے کئے ہیں (اور جو امور غیر اختیاری ہیں جیسے وساوس جو بلا اختیار پیدا ہوتے ہیں اور شک وشبہ کی حد تک نہیں پہونچتے۔ وہ زیر تکلیف داخل نہیں ہیں۔ اور نہ ان پر مواخذہ ہے اور گو خطا ونسیان بھی حد تکلیف میں داخل ہیں اور اگر ان پر مواخذہ کیا جاوے تو بجا ہو گا۔ اسی طرح اگر امور شاقہ کا ہم کو مکلف بنایا جاوے تو بھی بے ضابطہ نہیں مگر تمہارے لئے اتنی اور سہولت پیدا کرتے ہیں کہ تم ہم سے درخواست کرو اور کہو کہ) اے ہمارے پروردگار اگر ہم سے بھول چوک ہو جاوے تو آپ ہم پر گرفت نہ کیجئے۔ (اور) اے ہمارے پروردگار (آپ یہ بھی کیجے) اور (اس کے ساتھ) آپ (احکام شاقہ کا) بار گراں بھی ہم پر نہ لا دیئے جیسا کہ آپ نے اس کو ہم سے پہلے لوگوں پر لادا تھا۔ اور اے اللہ ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوائیے جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہیں اور (ایسی باتوں سے) ہمیں معافی دیجے اور (جو قصور ہم سے ہماری طاقت کی حد میں ہو جاوی اُس کو) ہمیں بخش دیجے۔ اور ہم پر رحم کیجے۔ آپ ہی ہمارے آقا ہیں (اسی لئے ہم آپ سے یہ التجا کرتے ہیں) اور (چونکہ آپ ہمارے مولیٰ ہیں اور مولیٰ اپنے غلاموں کا حامی ہوتا ہے اس لئے) آپ گروہ کفار کے مقابلہ میں ہماری مدد فرمائیے (اور ہمیں ان پر فتح دیجے۔ جب تم یہ درخواست کرو گے تو ہم اُسے منظور کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت اس منظوری کی اطلاع دیدی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے ہر دعا کے بعد اپنی منظوری ظاہر فرمادی۔

ف ۔ خطا ونسیان کے حد تکلیف میں داخل ہونے کے متعلق حضرت مولانا رومی قدس سرہٗ کا یہ مضمون نہایت عجیب ہے۔ **ے**

دائما غفلت ز گستاخی دمد ✤ کہ برد تعظیم از دیدہ رمد

غفلت و نسیانِ بد آموختہ — زاتشِ تعظیم گرد و سوختہ
ہیبتش بیداری و فطنت دہد — سہو و نسیاں از دلش بیروں جہد
وقتِ عادت خواب ناید خلق را — تا نبر باید کسے زو دلق را
خواب چوں در می رمد از بیم دلق — خواب و نسیاں کے بود با بیم حلق
لاتواخذان نسینا شد گواہ — کہ بود نسیان بوجھے ہم گناہ
زانکہ استکمال تعظیم او نکرد — ورنہ نسیاں در نیاوردے نبرد
گرچہ نسیاں لابد و ناچار بود — در سبب ورزیدن او مختار بود
چوں تہاون کرد در تعظیمہا — تاکہ نسیاں زاد یا سہو و خطا
ہیچو مستے کو جنایتہا کند — گوید او معذور بودم من ز خود
گویدش لیکن سبب اے زشت کار — از تو بد در رفتن آں اختیار
بیخودی نامد بخود تش خواندی — اختیارت خود نہ شد تش راندی

سبحان ع ۱۲ مالطفہ ۱۲ لتحقیق ۱۲ حضرت مولانا محمد ف

فوائد علمیہ و عملیہ تتمہ و احکم

تتمہ مشتملبر فوائد نافعہ متعلقہ بہ قصہ طالوت قالعۂ الحاد ملحدین در باب حکومت اسلام

مسلمانو تم نے گذشتہ صفحات میں طالوت کی حکومت کا قصہ پڑھا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں نے اپنے ایک نبی سے درخواست کی کہ آپ کسیکو ہمارا بادشاہ منتخب کر دیں تاکہ ہم اُس کی ماتحتی میں خدا کی راہ میں جہاد کریں۔ اس کے جواب میں اُنکے نبی نے یہ نہیں کہا کہ ملکیت خدا کے ساتھ مخصوص ہے اور تمھاری یہ درخواست ایسی ہے جیسے قوم موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اجعل لنا الٰہا کما لہم الٰہۃ اور نہ یہ کہا کہ تم بادشاہ کے انتخاب میں آزاد اور خود مختار ہو کیونکہ بادشاہ تمھارا نوکر ہے جسطرح تم اپنے دوسرے نوکر اپنی مرضی سے منتخب کرتے ہو یوں ہی اپنے بادشاہ کو بھی تم خود منتخب کر سکتے ہو۔ میری اس میں کیا ضرورت ہے۔ بلکہ انھوں نے بجائے ان باتوں کے انکی درخواست کو معقول سمجھ کر اس کو منظور کیا اور بحکم خدا طالوت کو ان کا بادشاہ منتخب کیا۔ یہ انتخاب انکی مرضی کے خلاف ہوا اور انھوں نے شور مچایا کہ آپنے یہ کیا غضب کیا کہ ایک معمولی آدمی کو ہمارا بادشاہ بنا دیا اسکو ہم پر حکومت کا کوئی حق نہیں۔ بلکہ ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حقدار ہیں۔ کیونکہ ہم اس سے زیادہ مالدار ہیں اور وہ ایک غریب آدمی ہے لیکن اُن کے نبی نے اب بھی یہ نہیں کہا کہ حکومت قوم کی ہے۔ قوم کو اختیار ہے کہ وہ طالوت کی حکومت کو تسلیم نکرے بلکہ وہ جس کو اسکا اہل سمجھے اُسے اپنا بادشاہ بنالے بلکہ انھوں نے صاف طور پر انکی بیہودہ چیخ پکار کو ٹھکرا دیا اور کہدیا کہ یہ تمھاری غلطی ہے کیونکہ استحقاق حکومت دولت مندی کی بنا پر نہیں۔ بلکہ دماغی و جسماتی قابلیت پر ہے۔ اور یہ

قابلیت طالوت میں تم سے زیادہ ہے اسلئے وہ ہی بادشاہت کے قابل ہے نہ کہ تم۔ دوسرے ملک تمھارا نہیں کہ جسکو تم چاہو اُسے دو اور جسے تم نہ چاہو اُسے نہ دو۔ بلکہ ملک خدا کا ہے اُسے اختیار ہے کہ وہ جسے چاہے دے اور جسے چاہے نہ دے۔ پس طالوت کو اُس نے حکومت دی اور تمھیں نہیں دی۔ اس لئے وہی بادشاہت کا مستحق ہے نہ کہ تم۔ اس پر تمام قوم مجبور ہوئی۔ اور انھوں نے بادل ناخواستہ طالوت کی حکومت تسلیم کی۔ اب جب طالوت بادشاہ ہوئے تو انھوں نے حکم نافذ کیا۔ ان اللہ مبتلیکم بنھر فمن شرب منہ فلیس منی ومن لم یطعمہ فانہ منی الا من اغترف غرفۃ بیدہ الخ اس حکم میں انھوں نے قوم سے کوئی مشورہ نہیں لیا۔ بلکہ انھوں نے یہ حکم اپنے شاہی اختیار سے نافذ کیا تھا۔ جو کہ تمام رعایا پر واجب الاطاعت تھا۔ یہ واقعات قرآن میں بنص قطعی مذکور ہیں۔ اور ان واقعات سے صراحت کیساتھ فوائد ذیل حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) طالوت بنص قرآنی ملک بنی اسرائیل تھے۔ اور خدا نے اُنھیں اُن کا ملک اور بادشاہ بنایا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملوکیت خدا کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اور مسٹر محمد علی کا یہ دعوی کہ ملوکیت تو صرف خدا ہی کے لئے سہے۔ سورہ فاتحہ کو دیکھئے اور قرآن مجید کی سب سے آخری سورۃ کو غور سے مطالعہ کیجئے۔ تو یہ سب باتیں ظاہر ہو جاتی ہیں اھ محض قرآن پر افترا ہے قرآن کی کسی آیت سے یہ مضمون ثابت نہیں۔ بلکہ قرآن کی متعدد آیات مثلاً ان اللہ قد جعل لکم طالوت ملکا۔ و قال الملک ائتونی بہ اور ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا اور انی وجدت امرأۃ تملکھم وغیرہ اس کی صراحۃ تکذیب کرتی ہیں۔ یہ دعوی تو صراحۃً قرآن کی تکذیب تھا ہی اس سے بڑھکر یہ کہ مسٹر موصوف نے ملوکیت کو خدا کے ساتھ مخصوص قرار دیکر یہ عجیب دعوی بھی کیا۔ کہ ملوکیت کے لئے وراثت لازمی ہے۔ یعنے بادشاہ کے بعد حکومت اُس کے بیٹے پوتے یا اُس کے ہی خاندان کے کسی دوسرے فرد کو ملتی ہے اھ اس کا صریح نتیجہ یہ ہے کہ نعوذ باللہ خدا ایک روز مرے گا۔ اور اسکی بادشاہی اس کے بعد اُس کے بیٹے یا پوتے یا کسی اہل خاندان کو ملے گی۔ خیر مسٹر موصوف تو ایک انگریزی داں آدمی اور علوم اسلامیہ سے ناواقف ہیں۔ اگر انھوں نے اپنی جہالت سے ایسے کفریہ دعاوے کئے تو چنداں عجیب نہیں۔ لیکن زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ یہ کفریہ تقریر ایسے جلسہ میں کی گئی ہے۔ جس میں جمعیت العلماء کے ارکان مولوی کفایت اللہ وغیرہ موجود تھے۔ ان سے بھی یہ نہ ہوسکا کہ وہ ان کفریہ خیالات کی تردید کرتے۔ اور مسلمانوں کو گمراہی سے بچاتے بلکہ انھوں نے اس پر سکوت کیا۔ پھر یہ بھی نہیں۔ بلکہ جمعیت العلماء کے واحد ترجمان اخبار الجمعیۃ نے اس کفریہ تقریر کو بنظر استحسان شائع کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعیۃ العلماء بھی ان ہی کفریہ خیالات میں مبتلا۔ اور انکی اشاعت کو پسند کرتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

(۲) حکومت اسلام ایک الٰہی حکومت ہے نہ کہ قومی۔ اور بادشاہ اسلام بحیثیت خلیفۃ اللہ اور نائب خداوندی ہونیکے خدا کی مخلوق پر جو کہ اُس کی جائز رعایا ہے اُس کے حکم سے اُس کے قانون کے مطابق حکومت کرتا ہے اس میں قوم کی رضامندی اور ناراضی کو کوئی دخل نہیں۔ اگر ایسے بادشاہ کی رعایا جو اپنے قانون خداوندی کے

مطابق حکومت کرتاہے اُس کے حکم سے سرتابی کرے تو وہ رعایا حق تعالےٰ کی عدالت میں باغی اور مجرم اور قابل سزا ہے۔ اور بادشاہ اسلام قوم کا نوکر نہیں جو ان کی مرضی کے موافق ان پر حکومت کرتا ہو۔ اور قوم کو اس کے متعلق ہرگز یہ اختیار نہیں۔ کہ وہ جب چاہے اُسے معزول کردے۔ پس الجمعیۃ کا یہ بیان کہ اسلام میں حکمران کا مفہوم ایک امین اور ایک خادم سے زیادہ نہیں۔ مشہور ارشاد ہے کہ سیدالقوم خادمہم۔ مسلمانوں کا سردار ان کا خادم ہے اور مخدوم کو حق ہے کہ جب خدمت میں کوتاہی دیکھے۔ تو اُسے الگ کردے۔ اور جس کو خدمت کا اہل جانے اُسے منتخب کرلے۔ اھ سراسر ملحدانہ ہے۔ اسلام میں ہرگز بادشاہ کی حیثیت ایک نوکر کی نہیں۔ بلکہ وہ شاہی افسر اور خلیفۃ اللہ اور مخدوم ہے۔ اُس کی اطاعت جب تک وہ خدا کے قانون سے باہر نہ نکلے۔ رعایا پر فرض ہے۔ اور اس کا مخالف باغی ہے۔ رہا سیدالقوم خادمہم۔ سو اگر اس کے وہی معنے ہیں جو الجمعیۃ سمجھتا ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سردار امت ہیں۔ پس الجمعیۃ کے اصول پر رسول کو امت کا نوکر ہونا چاہئے۔ اور امت کو اختیار رہنا چاہئے۔ کہ جب رسول کا کوئی فعل اپنی مرضی کے خلاف دیکھے۔ اُسے معزول کرکے جسکو چاہے اپنی خدمت پر مامور کردے۔ اور سیدالخلق حق تعالیٰ ہیں اُس کے متعلق بھی مخلوق کو یہ اختیار ہونا چاہئے کہ سیدالقوم خادمہم کے مشہور مقولہ کی بنا پر خدا کو خدمت سے معزولی کرکے جس کو چاہے خدمت کے لئے منتخب کرلے یہ بیہودہ تحریفات ہیں الجمعیۃ کی۔ جنکی بنا پر وہ مسلمانوں کو دھوکا دیتا ہے۔

(۳) ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ میں حکومت اسلامی کے فرائض کی طرف اشارہ ہے کہ بادشاہ اسلام کا فرض قانون خداوندی کی حمایت اور حفاظت ہے جو کہ بحیثیت خلیفۃ اللہ اور نائب السلطنت ہونیکے اس پر عائد ہے۔ پس الجمعیۃ کا یہ بیان کہ حکومت سے مراد وہ قوت فاعلہ ہے جو اس کے داخلی و خارجی امور کی تنظیم کرتی ہے۔ اور اُس کی قوتوں کو منضبط اور مجتمع کرکے اُس کی سیاسی و اجتماعی زندگی میں نظام عدل قائم کرتی ہے۔ بیرونی حملوں سے ملک کو بچانا۔ ملک کی شریر و مفسد قوتوں کو اخلاقی حدود کا پابند بنانا۔ قوی کو ضعیف پر تعدی سے روکنا۔ امن وامان کی حفاظت کرنا۔ تجارت وصنعت وزراعت وغیرہ واعمال کے لئے ایک پرسکون ماحول پیدا کرنا اور ملک کے ذرائع ورسائل کو باشندگان ملک کی فلاح وخوشحالی کے لئے استعمال کرنا۔ یہ ایک حکومت کی زندگی کے بنیادی مقاصد ہیں۔ اور انہی کاموں کیلئے انسانی جماعت کو ایک حکومت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ...... نظام حکومت کے درست ہونے کے معنے یہ ہیں کہ وہ حکومت ان مقاصد کو ٹھیک ٹھیک انجام دے۔ ...... اور اس کے خراب ہونیکے یہ معنے ہیں کہ وہ ان مقاصد کو پورا نہ کرسکے ...... حکومت کی صحیح صورت یہ ہے کہ قوم اپنی حکومت کے لئے خود اپنے افراد میں سے ان لوگوں کو منتخب کرے۔ جو انتظام کی قدرت وصلاحیت رکھتے ہوں۔ جن کے حسن تدبیر پر اُسے اعتماد ہو جنکے ماتحت رہ کر وہ اپنے معاملات کو انجام دینا پسند کرتی ہو۔ وہ لوگ باہمی مشورہ سے اس قومی امانت کی حفاظت اور بحیثیت امین کے اپنے فرائض کی بجاآوری کے لئے جو صورت مناسب سمجھیں اسے

اختیار کریں اور تنظیم امور کے لئے اپنے اندر سے جس شخص کو سب سے زیادہ قابل دیکھیں اُسی اپنا امیر یا سردار منتخب کرلیں۔ قوم کو پورا اختیار ہو کہ جس کو وہ خیانت یا ادائے فرض میں کوتاہی کرتے دیکھے اُسے الگ کردے اور جسے اپنی سرداری و حکمرانی کا اہل سمجھے اُسکو بلا تامل منتخب کرلے یہ قوم کی حکومت قوم پر اور قوم ہی کے لئے ہوتی ہی اور صرف ایسی ہی حکومت کے ماتحت ایک قوم صحیح معنوں میں آزاد اور مستقل اور خوش حال ہو سکتی ہے۔ اھ

سراسر ملحدانہ ہے۔ جو قرآن و حدیث و اجماع امت اور عقل سب کے خلاف ہی۔ مسلما تو تم طالوت کی بادشاہت کے قصہ کو اول سے آخر تک پڑھو۔ پھر دیکھو کہ طالوت کی بادشاہت میں ان ملحدانہ خیالات کا نام و نشان ہے جس کا الجمعیۃ نے جو کہ جمعیت العلماء کی زبان ہے اظہار کیا ہے۔ پھر تم الجمعیۃ کے بیان کو پڑھو اور بتاؤ کہ اسکے کسی لفظ سے بھی تم کو یہ پتہ چلتا ہے کہ اُسکا لکھنے والا مسلمان ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم کو کسی لفظ سے بھی اسکا پتہ چل سکتا ہے مسلمان ہونا تو درکنار میں تو یہانتک کہتا ہوں کہ اُسکے الفاظ سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ وہ کوئی مذہبی آدمی ہے بلکہ اُس سے جہانتک سمجھا جاتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ لکھنے والا ایک قوم پرست دہریہ ہے جسکو نہ خدا سے سروکار ہے نہ رسول سے نہ دین سے نہ مذہب سے۔ بلکہ اسکا مقصود اور معبود سراسر قوم ہے۔ اور اسی کی صلاح و فلاح دنیاوی اُس کا مطمح نظر ہے۔ و بس۔ +

(۴) بادشاہ اسلام کے خلاف تمام قوم کی وہ آواز جو خدا اور اُسکے رسول کے خلاف ہو قابل رد ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کی آواز طالوت کے خلاف خدا اور اُس کے نبی نے رد کردی۔ +

(۵) اگر قوم میں مجموعی حیثیت سے یا من حیث الاکثریت صحیح رائے دینے کی قابلیت نہو تو اسکو حکومت کے باب میں رائے دینے کا حق نہیں۔ جیسا کہ طالوت کے باب میں بنی اسرائیل کو حق نہ تھا۔ +

(۶) بادشاہ اسلام کے تقرر کا طریق انتخاب میں منحصر نہیں۔ بلکہ اُسکی دوسری صورتیں بھی ہیں جیسا کہ طالوت کی بادشاہت کا قصہ اس پر شاہد ہے اور طریق انتخاب صرف اس حالت میں لازمی ہے جبکہ قوم میں صحیح انتخاب کی قابلیت موجود ہو اور انتخاب سے بہتر کوئی صورت نہ ہو۔ ورنہ اگر قوم میں انتخاب کی صلاحیت نہو یا انتخاب سے بہتر اور کوئی طریق ہو تو طریق انتخاب کو اختیار نہ کیا جاویگا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کو انتخاب کا اختیار نہ دینا اس پر شاہد ہے۔

(۷) کسی جانب رائے کی کثرت اسکے صحیح ہونیکی دلیل نہیں جیسے بنی اسرائیل کی کثرت رائے انکی رائے کے صحیح ہونیکی دلیل نہیں قرار دی گئی۔

(۸) بادشاہ اسلام اپنی حکومت میں رعایا سے مشورہ کے لئے مجبور نہیں جیسے کہ طالوت بنی اسرائیل سے مشورہ کیلئے مجبور نہ تھے رہا امرہم شوریٰ بینہم۔ سو اس سے کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ بادشاہ اسلام قوم کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرسکتا۔ اور بادشاہ مسلوب الاختیار ہے اور تمام اختیارات قوم کے ہاتھ میں ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ ملاحدہ اسکے مدعی ہیں۔ یہ مختصر فوائد تھے جو اس قصہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ بوجہ گنجائش نہونیکے ہم اسیقدر پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر حق تعالیٰ نے توفیق دی تو ہم اس مسئلہ پر مبسوط کلام کریں گے اور نہایت وضاحت سے جیسا کہ ملحدین کے ملحدانہ خیالات کی تردید کریں گے۔ واللہ الموفق وھو المعین

۲۹۷۸۱۳ ح-ح

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

OFP—380—19.7.84—4,000